صحیح اور مستند روایات پر مشتمل

تاریخ خلفائے راشدینؓ



سیرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

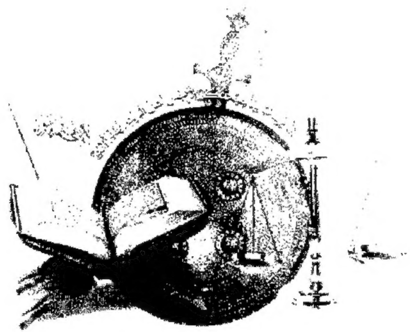
ابو نعمان سیف اللہ خالد





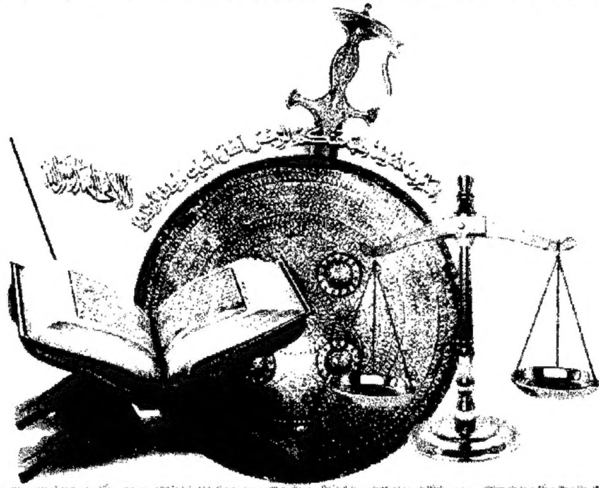






صحیح اور مستند روایات پر مشتمل

تاریخ خلفائے راشدین ؓ



سیرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

تالیف: ابو نعمان سیف اللہ خالد

تحقیق و تخریج: ابو الحسن سید تنویر الحق

تہذیب و تسہیل: ابو عمر محمد اشتیاق اصغر

سیرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

تالیف: ابونعمان سیف اللہ خالد

تحقیق وتخریج: ابوالحسن سید تنویر الحق　　تہذیب وتسہیل: ابوعمر محمد اشتیاق اصغر

تزئین .... ابوخزیمہ محمد شفیق

کمپوزنگ .... محمد بن جعفر، عطاء الرحمٰن طاہر، حافظ نعمان خالد

سرورق .... عبدالرحمٰن خالد



دار الاندلس

4-لیک روڈ چوبرجی لاہور +92-42-37230549 | غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور +92-42-37242314 | بالمقابل سفاری پارک گلشن اقبال کراچی +92-21-34835502

Head Office : Cell + 92-322-4006412 Email: dar_ul_andlus@yahoo.com

فہرست

باب 2

عہدِ صدیقی، فاروقی اور عثمانی میں کردار

باب 3

منصبِ خلافت اور فضائل و مناقب

باب 4

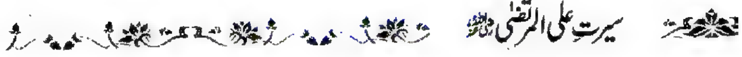
جنگِ جمل

باب 5

جنگِ صفین، خوارج اور جنگِ نہروان

باب 6

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا سفرِ آخرت



عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ!

شریعتِ اسلام کے مطابق نظام حکومت چلانے کو خلافتِ اسلامیہ کہتے ہیں، ایسی حکومت کے قیام کا مقصد احکامِ اسلام کی تطبیق وتنفیذ اور دعوتِ اسلام کو دنیا کے تمام لوگوں تک پہنچانا ہوتا ہے۔

خلافتِ اسلامیہ دنیا میں اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے اس کا وعدہ کیا ہے، فرمایا:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ [النور : ٥٥]

"اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے۔"

خلافت وامارت کا نظام دنیا میں مسلمانوں کی ملی وحدت اور مرکزیت کی علامت ہے۔ عہدِ نبوت میں رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارک کو دنیائے اسلام میں مرکزی حیثیت حاصل تھی اور اس مبارک عہد میں امت کی قیادت وسیادت کا منصب آپ ہی کے پاس تھا۔ آپ ﷺ کے بعد لوگوں کی راہنمائی اور اسلامی مرکزیت کو برقرار رکھنے کے لیے خلفائے راشدین آپ ﷺ کے جانشین بنے۔

خلفائے راشدین کا دورِ حکومت تاریخ اسلام کا ایک تابناک اور روشن باب ہے، ان کے عہدِ زریں میں عظیم الشان فتوحات کی بدولت اسلامی سلطنت کی حدود اطرافِ عالم تک پہنچ گئیں۔ انھوں نے اس دور کی بڑی بڑی سلطنتوں کو شکست دے کر پرچم اسلام کو مفتوحہ علاقوں میں بلند کیا اور باطل نظاموں کو ختم کر کے ایک مضبوط، مستحکم اور عظیم الشان اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی۔

عہدِ نبوت کے بعد خلفائے راشدین کا دورِ خلافت عدل و انصاف پر مبنی ایک مثالی دورِ حکومت ہے، جو قیامت تک قائم ہونے والی اسلامی حکومتوں کے لیے رول ماڈل ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« سَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِي اخْتِلَافًا شَدِيْدًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ » [ابن ماجه، كتاب السنة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين : ٤٢]

”تم میرے بعد سخت اختلاف دیکھو گے، تو تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقوں کو اختیار کرنا۔“

اس حدیث کے مطابق بعد میں آنے والے مسلمان حکمرانوں کے لیے خلفائے راشدین کے طرزِ حکمرانی کی پیروی اور اقتدا واجب ہے۔ اس مبارک دور کا آغاز سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت سے ہوتا ہے، ان کے بعد سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کا دور آتا ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفۂ راشد بنے۔ ان کے زمامِ خلافت سنبھالتے ہی فتنۂ تکفیر اور فتنۂ خوارج جیسے بڑے بڑے فتنوں نے سر اٹھایا اور مسلمانوں کے باہمی جھگڑوں اور اختلاف میں بڑی شدت آ گئی اور نوبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جنگ تک پہنچ گئی اور واقعۂ جمل اور جنگِ صفین جیسے خون ریز واقعات رونما ہوئے۔
سیدنا علی رضی اللہ عنہ جو خاندانِ نبوت کے ایک فرد تھے، جن کی تعلیم و تربیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے گھر کے پاکیزہ ماحول میں ہوئی، منکسر المزاج، حلیم و بردبار، رقیق القلب، شجاعت و بہادری کا اعلیٰ نمونہ، شرم و حیا کا پیکر اور جنت کی بشارت پانے والے جلیل القدر صحابی تھے۔ انھوں نے کمال حکمت و دانائی، فہم و فراست، معاملہ فہمی اور دور اندیشی کے ساتھ عدم استحکام اور خلفشار کی شکار خلافتِ اسلامیہ کو سنبھالا دیا، اس کی مرکزیت اور وحدت کو قائم رکھنے میں نمایاں کردار ادا کیا اور ان کٹھن حالات میں ثابت قدمی اور صبر و استقامت کے ساتھ کتاب و سنت کے مطابق امت کی راہنمائی کی اور اختلافات اور انتشار کو ختم کر کے امت کی وحدت کو قائم رکھا اور اسے فتنوں سے محفوظ کیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی، طرزِ حکومت اور کارناموں پر مشتمل ''سیرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے، جسے فاضل مصنف ابونعمان سیف اللہ خالد حفظہ اللہ نے مرتب کیا ہے۔ جس میں انھوں نے قرآن و حدیث اور مستند روایات کی روشنی میں ''عہدِ خلافتِ علی رضی اللہ عنہ'' میں رونما ہونے والے واقعات اور تاریخی حقائق کو پیش کیا ہے اور ان حقائق کا ذکر کرتے ہوئے ثقاہت و صداقت کو ملحوظ خاطر رکھا ہے، ضعیف اور موضوع روایات سے اجتناب کرتے ہوئے اس دور کی حقیقی اور سچی تصویر پیش کی ہے، جھوٹی اور من گھڑت روایات، قصوں اور کہانیوں کے نتیجے میں قارئین کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے اشکالات اور شکوک و شبہات کو دور کیا ہے اور خیر القرون کی جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں کتاب و سنت پر مبنی صحیح موقف اور منہج سلف کی وضاحت کی ہے۔

موصوف کا یہ علمی اور تحقیقی کام قابل تعریف اور لائق تحسین ہے۔ اس سے پہلے وہ سیرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیرتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ قارئین کی نذر کر چکے ہیں۔ ان کی قابل قدر تصانیف اہل علم و دانش سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''سیرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' کتب سیر و تواریخ میں ایک منفرد اور شاندار اضافہ ہے، جسے دارالاندلس کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب میں مذکور احادیث،

روایات اور آثار واقوال کی تحقیق وتخریج ابوالحسن سید تنویر الحق شاہ صاحب نے کی ہے اوران کی اصل مآخذ کے ساتھ مراجعت اور تہذیب وتسہیل کا لائق تحسین کام ابوعمر محمد اشتیاق اصغر نے کیا ہے۔ اس کی پروف ریڈنگ حافظ ثناء اللہ خاں اور حافظ احمد معاذ اصغر نے کی، ترتیب وتزئین ابوخزیمہ محمد شفیق اور کمپوزنگ محمد بن جعفر، عطاء الرحمٰن طاہر اور حافظ نعمان خالد نے کی، جبکہ اس کا خوبصورت سرورق عبدالرحمٰن خالد نے تیار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام احباب کو خیر کثیر سے نوازے اور اس کتاب کو قارئین کے افکار ونظریات کی اصلاح اور خلیفۂ رابع سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سیرت وکردار کو اپنانے کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

محتاج دعا

جاوید الحسن صدیقی

مدیر دارالاندلس

۱۵ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

عرضِ مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ!

''سیرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' خلافتِ راشدہ کے عہدِ زریں پر تحقیقی مطالعہ کی میری چوتھی کتاب ہے، اس سے پہلے تاریخ خلفائے راشدین پر سیرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیرتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ منظر عام پر آ چکی ہیں۔ ان میں میری پوری کوشش رہی ہے کہ میں دورِ خلافتِ راشدہ کی تاریخ لکھنے اور خلفائے راشدین سے متعلق پیدا کیے گئے اشکالات و اعتراضات کو زائل کرنے میں اہلِ سنت کے منہج پر گامزن رہوں اور صرف صحیح اور مستند روایات کو سامنے رکھتے ہوئے ''تاریخ خلفائے راشدین'' کو مرتب کروں۔ زیرِنظر کتاب اس سلسلے کی آخری کڑی ہے، جس میں خلیفۂ رابع، فاتح خیبر، دامادِ رسول سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت سے شہادت تک پاکیزہ سیرت و تاریخ کو صحیح اور مستند روایات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر مختلف گوشوں سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زندگی اسلامی تاریخ کا ایک درخشندہ باب ہے اور آپ رضی اللہ عنہ ان شخصیات میں سے ہیں جن کے اقوال و افعال اور کردار کی پیروی کی جاتی ہے۔ عقیدۂ اہلِ سنت والجماعت کے مطابق سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مکہ کے دورِ ابتلا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا حق ادا کیا، مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد ہونے والے تمام اہم معرکوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، غزوۂ خیبر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو عَلَم عطا کیا، غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مدینہ منورہ میں اپنا جانشین بنایا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امارت میں پہلے حج کے موقع پر مشرکین سے براءت کا اہم اعلان کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو یمن میں قاضی اور مبلغ بنا کر بھیجا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ عنہ سے کیا۔

اس کتاب میں دلائل کے ساتھ یہ بات واضح کی گئی ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر آپ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی، ارتداد کی جنگ میں خلیفۂ اول کا بھرپور ساتھ دیا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے سے افضل سمجھا اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ محبت کا عالم یہ تھا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام پر اپنے بیٹے کا نام رکھا۔

دورِ صدیقی کے بعد عہدِ فاروقی میں آپ رضی اللہ عنہ قضا اور مالی امور میں شریک رہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ملکی معاملات میں آپ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کے مثالی اور مضبوط تعلقات تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے پہلے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ عہدِ عثمان میں بحیثیت مشیر اور بطور حدود نافذ کرنے والے تھے، پھر بلوائیوں کے مقابلہ میں خلافتِ عثمان کو سنبھالا دیا، ان کے خلاف شورش کو فرو کرنے اور دورانِ محاصرہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع کا فریضہ سرانجام دیا۔ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید اصرار پر آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی۔ آپ کے منصبِ خلافت پر براجمان ہونے کے وقت تکفیر اور خارجیت کے فتنے سر اٹھا چکے تھے اور انھوں نے اپنے آپ کو منظم

گروہوں کی شکل میں تبدیل کر لیا تھا۔ چنانچہ جنگِ جمل اور داخلی فتنے بھڑکانے اور انھیں ہوا دینے میں عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں نے بدترین کردار ادا کیا اور خلافت راشدہ کی مضبوط بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔

معرکۂ جمل سے متعلق روافض نے جھوٹی روایات کے ذریعے سے سیدنا طلحہ بن عبیداللہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما، نیز ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جو بہتان بازی اور افترا پردازیاں کیں، ان ضعیف و موضوع روایات اور روافض مؤرخین کے من گھڑت قصوں کو مسترد کر کے ان عظیم شخصیات کے فضائل و مناقب صحیح احادیث سے پیش کر کے جذبۂ حق پرستی سے ان کا دفاع کیا ہے اور ان کے مقام و مرتبہ اور فضیلت کو نقل کیا ہے۔ اسی طرح معرکۂ صفین کے حوالے سے مستند روایات بیان کر کے اس کے ذیل میں سیدنا معاویہ اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کے مناقب بھی بیان کیے ہیں۔ پھر واقعۂ تحکیم پر گفتگو کرتے ہوئے سیدنا ابوموسیٰ اشعری اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی سوانح حیات پر روشنی ڈالی ہے۔ یوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ زندگیوں اور تاریخ کو مسخ کرنے والے تاریخی واقعات کو بے نقاب کیا ہے۔

کتاب کے آخر میں خوارج کے بارے میں درجنوں صحیح احادیث پیش کی ہیں، جن میں خوارج کی حقیقت، ان کے افکار و نظریات، حروراء میں ان کی علیحدگی، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ان سے مناظرہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ان سے برتاؤ، ان سے لڑائی کے اسباب اور معرکۂ نہروان کی تفصیل صحیح روایات کی روشنی میں بیان کی ہے۔ نیز سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا المناک واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ الغرض، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مکمل سوانح حیات اور کارناموں کو صحیح روایات کی روشنی میں بیان کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے، تاکہ مسلمانوں کی نئی نسلیں ان سے نصیحت و عبرت حاصل کریں۔ تاریخ کے اس سخت پریشان کن اور پُرفتن دور میں انسانیت اللہ تعالیٰ کے دین سے دور ہونے کی وجہ سے تباہی کے کنارے پر کھڑی ہے، امت کے مسائل کا حل اور علاج صرف اسوۂ محمد اور خلافتِ راشدہ کے نظام کو اپنانے میں ہے، اسی حقیقت کو ہم نے اس کتاب میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ

اس کاوش میں برکت عطا فرمائے گا۔

''سیرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' کی اشاعت کے اس پُرمسرت موقع پر میں ان تمام احباب گرامیِ قدر کا مشکور ہوں جنھوں نے کسی بھی اعتبار سے اس کتاب کی تیاری میں تعاون کیا۔ خاص طور پر برادر مکرم سیّد تنویر الحق شاہ صاحب کہ جن کے ذوقِ تحقیق کے نتیجے میں یہ صحیح اور مستند تاریخی مجموعہ تیار ہوا ہے، انھوں نے تحقیق و تخریج کے ساتھ ساتھ احادیث و روایات کی تلاش میں بھی میرا ساتھ دیا، اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان کے علاوہ الشیخ جاوید الحسن صدیقی مدیر دارالاندلس اور تمام رفقائے ادارہ خصوصاً ابو عمر محمد اشتیاق اصغر، حافظ ثناء اللہ خاں، حافظ احمد معاذ اصغر، ابو خزیمہ محمد شفیق، محمد بن جعفر، عطاء الرحمٰن طاہر اور حافظ نعمان خالد کا بھی ممنون ہوں جن کے تعاون سے یہ کتاب پایۂ تکمیل تک پہنچی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو سب کے لیے نفع بخش اور ذریعۂ نجات بنائے اور اس کاوش میں میری معاونت کرنے والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

ابو نعمان سیف اللہ خالد

یکم رمضان المبارک ١٤٣٦ھ

باب 1

ولادت تا وفات النبی ﷺ

- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام ونسب
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شخصی وجاہت اور جسمانی اوصاف
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بت شکنی
- ابو ذر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ پر جاں نثاری
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ آیاتِ قرآنی کی تفسیر کرتے ہوئے
- نبی ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو علم میں خاص نہیں کیا
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے حسن وحسین رضی اللہ عنہما
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا غزوات میں کردار
- پہلا حج اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا کردار
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور وفد نجران کو دعوتِ مباہلہ
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن میں بطور داعی وقاضی
- نبی ﷺ سے خلافت سے متعلق سوال نہ کرنا

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْ لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَوْ قَالَ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ»

[بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب علي بن أبي طالب ...... الخ : ٣٧٠٢]

"کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا، یا فرمایا کل وہ شخص جھنڈا لے گا جس سے اللہ اور اس کے رسول کو محبت ہے، یا فرمایا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح نصیب کرے گا۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام ونسب

امام اہل السنہ احمد ابن حنبل رحمہ اللہ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ یوں بیان کیا ہے: ''علی بن ابی طالب (نام عبد مناف) بن عبدالمطلب (نام شیبہ) بن ہاشم (نام عمرو) بن عبد مناف (نام مغیرہ) بن قُصی (نام زید) بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لُوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔'' [تاریخ دمشق : ٤٢/ ٦، ٧، وإسناده صحيح] بریکٹوں میں جو نام دیے گئے ہیں وہ بھی تاریخ دمشق کی مذکورہ بالا روایت میں موجود ہیں۔

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خود غزوۂ خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ نے یوں پکارا تھا:

« أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟ »

''علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا: ''اے اللہ کے رسول! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''انھیں پیغام بھیجو کہ وہ میرے پاس آئیں۔'' جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کی دونوں آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور ان کے لیے دعا فرمائی، جس سے ان کی تکلیف ایسے دور ہوگئی گویا کبھی تھی ہی نہیں، پھر آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھما دیا۔ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب علي بن

أبي طالب القرشي ...... الخ : ٣٧٠١ـ مسلم : ٢٤٠٦]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے کہا تھا۔

أَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ أُمِّيْ حَيْدَرَهْ

كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَهْ

أُوْفِيْهِمُ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَهْ

''میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے، میں جنگل کے شیر کی طرح ہوں جسے دیکھنے سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ میں انھیں (اپنے دشمنوں کو) ایک صاع (برابر حملے) کے بدلے میں تیروں کا پورا درخت ماپ کر دیتا ہوں۔'' [مسلم ، كتاب الجهاد والسير ، باب غزوة ذي قرد : ١٨٠٧]

کنیت

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنی سب سے محبوب کنیت ابوتراب تھی اور وہ پسند کرتے تھے کہ انھیں اسی کنیت سے پکارا جائے، کیونکہ ان کی یہ کنیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ ہوا یوں کہ ایک دن وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے خفا ہو کر باہر چلے گئے اور مسجد کی دیوار کے پاس لیٹ گئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے آئے اور فرمایا: ''یہ تو دیوار کے پاس لیٹے ہوئے ہیں۔'' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو ان کی کمر مٹی سے بھری ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی کمر سے مٹی جھاڑتے ہوئے (پیار سے) فرمانے لگے:

((اِجْلِسْ يَا أَبَا تُرَابٍ !)) [بخاري، كتاب الأدب، باب التكني بأبي تراب و إن كانت له كنية أخرى: ٦٢٠٤]

''ابوتراب! اٹھ جاؤ۔''

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گھر میں نہ پا کر پوچھا: ''تمھارے چچا زاد (یعنی تمھارے شوہر) کہاں ہیں؟'' تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''میرے اور ان کے درمیان کچھ اَن بَن ہو گئی ہے اور وہ مجھ سے ناراض ہو کر کہیں باہر چلے گئے ہیں، میرے پاس قیلولہ (دوپہر کا آرام) بھی نہیں کیا۔'' آپ ﷺ نے ایک آدمی سے کہا: ''دیکھو وہ کہاں گئے ہیں؟'' وہ شخص واپس آیا اور کہا: ''اے اللہ کے رسول! وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے، دیکھا تو وہ لیٹے ہوئے ہیں، ان کے ایک پہلو سے چادر ہٹنے کی وجہ سے وہاں مٹی لگی ہوئی تھی، تو آپ ﷺ ان کے جسم سے مٹی صاف کرتے ہوئے فرمانے لگے:

((قُمْ أَبَا تُرَابٍ ! قُمْ أَبَا تُرَابٍ !)) [بخاري، كتاب الصلاة، باب نوم الرجال في المسجد : ٤٤١]

''ابوتراب! اٹھو، ابوتراب! اٹھو۔''

ابوحسن بھی آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت تھی

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ایک کنیت اپنے بڑے بیٹے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے نام پر ابوحسن بھی تھی، ایک موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا تذکرہ بھی کیا۔ چنانچہ سیدنا عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ربیعہ بن حارث اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما جمع ہوئے اور دونوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! اگر ہم ان دونوں لڑکوں کو یعنی مجھے اور فضل بن عباس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجیں اور یہ دونوں آپ ﷺ سے بات کریں اور آپ ان دونوں کو صدقات کی وصولی پر مقرر کر دیں، تو جو کچھ دوسرے لوگ لا کر ادا کرتے ہیں یہ دونوں بھی ادا کریں اور ان دونوں کو بھی وہی کچھ ملے جو دوسرے لوگوں کو ملتا ہے (تو کتنا اچھا ہو)۔'' غرض ان دونوں میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے پاس کھڑے ہو گئے، تو ان دونوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ایسا نہ کرنا، اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں کریں گے (اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ زکوۃ سیدوں پر حرام ہے)۔'' تو ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جھگڑنے لگے اور کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! تم ہمارے ساتھ حسد سے ایسا کرتے ہو اور اللہ کی قسم! تمھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کا شرف حاصل ہے ہم تو تم سے اس کا کوئی حسد نہیں کرتے۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''(اچھا) ان دونوں کو بھیج دو۔'' جب وہ دونوں چلے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ (وہیں اپنی چادر بچھا کر) لیٹ گئے۔ اگلی روایت میں ہے کہ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« أَنَا أَبُوْ حَسَنٍ الْقَرْمُ، وَاللّٰهِ ! لَا أَرِيْمُ مَكَانِيْ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَيْكُمَا ابْنَاكُمَا بِحَوْرِ مَا بَعَثْتُمَا بِهِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »

[مسلم، كتاب الزكاة ، باب ترك استعمال آل النبي على الصدقة : ١٦٧، ١٦٨/ ١٠٧٢]

''میں ابوحسن ہوں اور جہاں دیدہ سردار ہوں ، اللہ کی قسم! میں یہاں سے نہیں جاؤں گا، جب تک کہ تم دونوں کے بیٹے، جس مقصد کے لیے تم انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج رہے ہو، اس کا جواب لے کر تمھارے پاس واپس نہ آجائیں (پھر وہی ہوا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں عامل نہیں بنایا)۔''

والد

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب بن عبدالمطلب قریش کے ایک معزز شخص تھے۔ سیدنا عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: '' قریش کے لوگ ابو طالب کے پاس آئے اور کہا: '' آپ کے بھتیجے نے ہماری مجلسوں اور ہماری مسجد (کعبہ) میں ہمارا جینا دوبھر کر دیا ہے، لہٰذا آپ اسے اس سے روکیے۔'' تو ابو طالب نے کہا: '' اے عقیل! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو

میرے پاس لاؤ۔'' میں گیا اور آپ ﷺ کو لے آیا، تو ابو طالب نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے میرے بھتیجے! تیرے چچا زاد بھائیوں کا خیال ہے کہ آپ انھیں ان کی مجلسوں اور ان کی مسجد میں تکلیف پہنچاتے ہو، آپ اس سے رک جائیں۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا:

« أَ تَرَوْنَ هٰذِهِ الشَّمْسَ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ مَا أَنَا بِأَقْدَرَ عَلٰى أَنْ أَدَعَ لَكُمْ ذٰلِكَ عَلٰى أَنْ تَسْتَشْعِلُوْا لِيْ مِنْهَا شُعْلَةً »

''کیا تم اس سورج کو دیکھ رہے ہو؟'' قریش نے کہا: ''ہاں!'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھاری خاطر اس دعوت کو چھوڑ دوں اس کا تو مجھے اختیار ہی نہیں ہے، خواہ تم میرے لیے اس کے بدلے سورج کا ایک شعلہ روشن کر دو۔''

تو ابو طالب نے کہا: ''میرے بھتیجے نے ہم سے کبھی جھوٹ نہیں کہا، لہٰذا تم واپس چلے جاؤ۔''

طبرانی اوسط کے الفاظ ہیں:

« وَاللّٰهِ ! مَا أَنَا بِأَقْدَرَ عَلٰى أَنْ أَدَعَ مَا بُعِثْتُ بِهِ مِنْ أَنْ يُّشْتَعِلَ أَحَدُكُمْ مِنْ هٰذِهِ الشَّمْسِ شُعْلَةً مِنْ نَارٍ »

''اللہ کی قسم! مجھے تو اس کا اختیار ہی نہیں کہ میں اس دعوت سے باز آ جاؤں جس کے لیے میں بھیجا گیا ہوں، خواہ تم میں سے کوئی اس سورج کی آگ سے (میرے لیے) ایک شعلہ روشن کر دے۔''

رسول اللہ ﷺ کے اس دوٹوک جواب پر ابو طالب قریش مکہ سے کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! انھوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، لہٰذا تم واپس چلے جاؤ۔'' [مسند أبي يعلى: ١٢/ ١٧٦، ح: ٦٨٠٤، وإسناده حسن لذاته۔ التاريخ الكبير للبخاري: ٦/ ٣٦١، ٣٦٢، ح: ٩٥٦٧۔ المعجم الكبير للطبراني: ١٧/ ١٧٤، ح: ٥١١۔ المعجم الأوسط للطبراني: ٨/ ٢٥٢،

۲۵۳، ح : ۸۵۵۳، و إسناده حسن لذاته]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر طرح کے تعاون کے باوجود ابو طالب نے اسلام قبول نہیں کیا، جیسا کہ سعید بن میسب رحمہ اللہ کے والد سیدنا مسیب بن حزن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں : ''جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے۔ وہاں اس وقت ابوجہل بن ہشام اور عبد اللہ بن ابو امیہ بن مغیرہ بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے فرمایا:

« أَيْ عَمِّ ! قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ »

''اے میرے چچا! کلمۂ توحید ''لا الٰہ الا اللہ'' کہہ دے تو میں اللہ کے ہاں تیری گواہی دوں گا۔''

ابوجہل اور عبد اللہ بن ابو امیہ بولے: ''ابو طالب! کیا تم اپنے باپ عبد المطلب کے طریقے سے پھرتے ہو؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اسے کلمۂ توحید ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھنے کی تلقین کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے، حتیٰ کہ ابو طالب نے ان سے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی کہ ''میں (اپنے باپ) عبدالمطلب کے دین پر ہوں'' اور ابو طالب نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے سے انکار کر دیا، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! اب میں اس وقت تک تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے۔'' تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ [التوبة : ۱۱۳]

[بخاري، كتاب الجنائز، باب إذا قال المشرك عند الموت ...... الخ : ۱۳۶۰۔ مسلم : ۲٤]

''اس نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے

لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ قرابت دار ہوں، اس کے بعد کہ ان کے لیے صاف ظاہر ہوگیا کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سے اس کی موت کے وقت فرمایا:

« قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، أَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ »

"لا الہ الا اللہ" کہہ دو، میں آپ کے لیے قیامت کے دن اس کا گواہ ہوں گا۔"

اس پر ابو طالب نے کہا:

« لَوْلَا أَنْ تُعَيِّرَنِيْ قُرَيْشٌ ، يَقُوْلُوْنَ إِنَّمَا حَمَلَهُ عَلٰى ذٰلِكَ الْجَزَعُ ، لَأَقْرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ »

"(بھتیجے!) اگر مجھے قریش کی طعنہ زنی کا ڈر نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ (موت کی) گھبراہٹ نے ابو طالب کو "لا الہ الا اللہ" کہنے پر مجبور کر دیا تو میں یہ کلمہ کہہ کر تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا۔"

تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ إِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴾ [القصص : ٥٦] [مسلم، كتاب الإيمان ، باب الدليل على صحة إسلام من حضره الموت...... الخ : ٢٥/٤٢]

"بے شک تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو دوست رکھے اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: "جب ابو طالب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو (ان کی عیادت کے لیے) قریش ان کے پاس آئے اور نبی ﷺ بھی ان کی عیادت کے لیے ان کے پاس تشریف لائے۔ ابو طالب کے سر کے قریب ایک شخص کے

بیٹھنے کی جگہ تھی، تو ابوجہل کھڑا ہوا اور وہاں بیٹھ گیا، تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں بیٹھنے سے روک سکے اور اس نے ابوطالب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت کی کہ کیا تم نے اپنے بھتیجے کو نہیں دیکھا کہ ہمارے خداؤں کی توہین سے باز آتا ہی نہیں۔ اس پر ابوطالب نے (اپنے بھتیجے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) کہا: ''میرے بھتیجے! آپ اپنی قوم سے کیا چاہتے ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« يَا عَمِّ ! إِنَّمَا أُرِيْدُ مِنْهُمْ كَلِمَةً تَذِلُّ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ وَتُؤَدِّي إِلَيْهِمْ بِهَا جِزْيَةَ الْعَجَمِ »

''چچا جان! میں ان سے صرف ایک کلمے کا تقاضا کرتا ہوں، (اگر یہ اسے تسلیم کر لیں تو) سارا عرب ان کے سامنے ڈھیر ہو جائے گا اور عجم ان کی خدمت میں (مفتوح ہوکر) جزیہ لے کر حاضر ہوگا۔''

ابوطالب نے کہا: ''صرف ایک کلمہ؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « كَلِمَةٌ وَاحِدَةٌ » ''(ہاں!) صرف ایک کلمہ۔'' ابوطالب نے کہا: ''وہ کون سا کلمہ ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ » ''وہ کلمہ 'لا الٰہ الا اللہ' ہے۔'' تو قریش نے کہا:

« أَجَعَلُوا الْآلِهَةَ إِلٰهًا وَاحِدًا إِنْ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ »

''کیا لوگ سارے معبودوں کو (چھوڑ کر) ایک ہی معبود بنا لیں، یہ تو بہت عجیب بات ہے۔''

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿صٓ وَ الْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ؕ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ ۝ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّ لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ۝ وَ عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۝ وَ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۚۖ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ وَ انْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَ اصْبِرُوْا عَلٰۤی اٰلِهَتِكُمْ ۚۖ اِنَّ

﴿هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۚ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۖ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴾

[ص : ١ تا ٧] [مستدرك حاكم : ٢/ ٤٣٢، ح : ٣٦١٧ـ مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ٣٣٣، ح : ٣٦٥٥٣، و إسناده حسن لذاته۔ مسند أحمد : ١/ ٢٢٧، ٢٢٨، ح : ٢٠٠٨۔ ابن حبان : ٦٦٨٦، و يحيى بن عمار صدوق حسن الحديث، وثقه الترمذي والحاكم وابن حبان بتصحيح حديثه، انظر ترمذي : ٣٢٣٢]

”صٓ، اس نصیحت والے قرآن کی قسم! بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تکبر اور مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں۔ ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا تو انھوں نے پکارا اور وہ بچ نکلنے کا وقت نہیں تھا۔ اور انھوں نے اس پر تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا اور کافروں نے کہا یہ ایک سخت جھوٹا جادوگر ہے۔ کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے اور ان کے سرکردہ لوگ چل کھڑے ہوئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو، یقیناً یہ تو ایسی بات ہے جس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ ہم نے یہ بات آخری ملت میں نہیں سنی، یہ تو محض بنائی ہوئی بات ہے۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ سے سنا، جب آپ کے سامنے آپ کے چچا ابو طالب کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُجْعَلُ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِيْ مِنْهُ دِمَاغُهُ)) [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب قصة أبي طالب : ٣٨٨٥]

”قیامت کے دن اسے میری سفارش کچھ فائدہ دے گی جس سے اسے کم گہری آگ میں رکھا جائے گا، جس میں اس کے صرف ٹخنے ڈوبے ہوں گے، لیکن اس سے بھی اس کا دماغ اُبل رہا ہوگا۔“

والدہ

مصعب الزبیری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی ہیں اور یہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جن کے بطن سے ایک ہاشمی پیدا ہوا۔ انھوں نے ہجرت مدینہ کا شرف بھی حاصل کیا اور ان کی وفات کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے۔'' [فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل : ۲/ ۵۵۵، ح : ۹۳۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ان کا بڑا مقام تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس خصوصی تحائف بھی بھیجا کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دومۃ الجندل کے حاکم ''اُکیدر'' نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک ریشمی کپڑا بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کپڑا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا اور فرمایا:

« شَقِّقْهُ خُمُرًا بَيْنَ الْفَوَاطِمِ » [مسند أبي يعلى : ۱/ ۳۴۳، ح : ۴۳۷۔ مسلم : ۲۰۷۱]

''اس کے ٹکڑے کر کے فاطماؤں کو اوڑھنیاں بنا دے۔''

ثقہ وصدوق امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ رحمہ اللہ "بَيْنَ الْفَوَاطِمِ" کی شرح میں فرماتے ہیں: ''یہاں ''فواطم'' سے مراد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی والدہ فاطمہ بنت اسد اور فاطمہ بنت حمزہ ہیں۔'' [غوامض الأسماء المبهمة : ۱/ ۴۲۹، وإسناده صحيح إلى ابن قتيبة]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شخصی وجاہت اور جسمانی اوصاف

ثقہ و متقن مخضرم تابعی ابو رجاء عمران بن ملحان العطاردی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''میں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو میانہ قد دیکھا۔'' اور اسی روایت میں ہے کہ ابن الاکفانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ میانہ قد تھے، ان کا پیٹ بڑا اور ڈاڑھی گھنی تھی جس سے ان کا سینہ چھپ جاتا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر بال کم جبکہ سینے اور کندھوں پر زیادہ تھے۔'' [تاریخ دمشق : ۴۲/۲۰، وإسنادہ صحیح]

ثقہ و متقن تابعی عامر بن شراحیل الشعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَعْظَمَ لِحْيَةٍ مِنْ عَلِيٍّ قَدْ مَلَأَتْ مَا بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ بَيْضَاءَ وَ فِي الرَّأْسِ زَغَبَاتٌ » [تاریخ دمشق : ۴۲/۲۰، ۲۱، وإسنادہ صحیح]

''میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بڑی ڈاڑھی والا کوئی نہیں دیکھا، اس کا رنگ سفید تھا اور اس نے ان کے کندھوں کی درمیانی جگہ کو بھر رکھا تھا اور ان کے سر پر چند بال تھے۔''

ابو اسحاق سبیعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''میں جمعہ کے دن اپنے باپ کے ساتھ تھا، انھوں نے مجھ سے کہا: ''بیٹا! کیا تم امیر المومنین کو دیکھنا چاہتے ہو؟'' تو میں نے کھڑے ہو کر دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں اور انھوں نے تہ بند باندھ رکھا ہے اور چادر اوڑھ رکھی ہے، سر کے بال نہیں تھے، ان کا پیٹ بڑا تھا اور سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے۔'' [تاریخ دمشق : ۴۲/۲۱، وإسنادہ صحیح]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ » [مصنف ابن أبي شيبة : ٧/٢٦٣ ، ح : ٣٥٩١٠، و إسناده صحيح۔ فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل : ٢/٥٩٠ ، ح : ١٠٠٠]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا:

« وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ خَدِيْجَةَ » [مسند أحمد : ١/٣٣١ ح : ٣٠٦١، و إسناده حسن لذاته]

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد لوگوں میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔"

بعض صحیح روایات میں ہے کہ سب سے پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور بعض میں ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا تذکرہ ہے، ان تمام روایات میں کوئی تعارض نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بعض اہل علم سے ان کے درمیان یوں تطبیق نقل کی ہے:

« أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ الرِّجَالِ أَبُوْ بَكْرٍ، وَأَسْلَمَ عَلِيٌّ وَهُوَ غُلَامٌ ابْنُ ثَمَانِ سِنِيْنَ، وَ أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ النِّسَاءِ خَدِيْجَةُ » [ترمذي، كتاب

المناقب، باب أول من صلى علي و أول من أسلم علي : ٣٧٣٤]

''مردوں میں سب سے پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، (بچوں میں سب سے پہلے) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور وہ اس وقت صرف آٹھ سال کے تھے اور عورتوں میں سے سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بت شکنی

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« اِنْطَلَقْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَيْنَا الْكَعْبَةَ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْلِسْ وَصَعِدَ عَلٰى مَنْكِبَيَّ، فَذَهَبْتُ لِأَنْهَضَ بِهٖ، فَرَأٰى مِنِّيْ ضُعْفًا، فَنَزَلَ، وَجَلَسَ لِيْ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اصْعَدْ عَلٰى مَنْكِبَيَّ قَالَ فَصَعِدْتُّ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ، قَالَ فَنَهَضَ بِيْ، قَالَ فَإِنَّهُ يُخَيَّلُ إِلَيَّ أَنِّيْ لَوْ شِئْتُ لَنِلْتُ أُفُقَ السَّمَاءِ، حَتّٰى صَعِدْتُّ عَلَى الْبَيْتِ، وَعَلَيْهِ تِمْثَالُ صُفْرٍ أَوْ نُحَاسٍ، فَجَعَلْتُ أُزَاوِلُهُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ، حَتّٰى إِذَا اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ، قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْذِفْ بِهٖ فَقَذَفْتُ بِهٖ، فَتَكَسَّرَ كَمَا تَتَكَسَّرُ الْقَوَارِيْرُ، ثُمَّ نَزَلْتُ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَبِقُ حَتّٰى تَوَارَيْنَا بِالْبُيُوْتِ، خَشْيَةَ أَنْ يَلْقَانَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ »

[مسند أحمد : ١/ ٨٤، ح : ٦٤٤، و إسناده حسن لذاته ـ مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ٤٠٤، ح : ٣٦٨٩٦ـ مسند أبي يعلى : ١/ ١٥٥، ح : ٢٨٧ـ السنن الكبرىٰ للنسائي : ٥/ ١٤٢، ١٤٣ـ مستدرك حاكم : ٣/ ٥، ح : ٤٢٦٥]

''میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چل پڑا، یہاں تک کہ ہم کعبہ کے پاس آئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ!'' پھر آپ ﷺ میرے کندھوں پر چڑھ گئے۔ میں آپ ﷺ کو لے کر اٹھنے لگا تو آپ ﷺ نے مجھ میں کمزوری محسوس کی اور میرے کندھوں سے اتر گئے، پھر آپ ﷺ خود میرے لیے نیچے بیٹھے اور (مجھے) فرمایا: ''تم میرے کندھوں پر چڑھو۔'' سو میں آپ ﷺ کے کندھوں پر چڑھ گیا۔ آپ مجھے لے کر اٹھے۔ آپ ﷺ کے کندھوں پر چڑھ کر میں یہ سوچ رہا تھا کہ میں چاہوں تو آسمان کے افق پر جا پہنچوں، یہاں تک کہ میں خانہ کعبہ پر چڑھ گیا، وہاں پیتل یا تانبے کے بت تھے، میں نے انھیں اپنے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے اکٹھا کر کے ایک جگہ ڈھیر لگا لیا۔ اب مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انھیں پھینک دو۔'' چنانچہ میں نے انھیں نیچے پھینک دیا تو وہ اس طرح ٹوٹ گئے جس طرح شیشہ ٹوٹتا ہے۔ پھر میں نیچے اتر آیا، اب میں اور اللہ کے رسول ﷺ دوڑنے لگے، حتیٰ کہ ہم آبادی میں چھپ گئے، اس ڈر سے کہ ہمیں کوئی دیکھ نہ لے۔''

ابو ذر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''جب ابو ذر رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق علم ہوا تو انھوں نے اپنے بھائی (اُنیس) سے کہا: ''اس وادی (مکہ) میں جانے کے لیے سواری تیار کرو (یعنی مکہ جاؤ) اور اس آدمی کے متعلق مجھے معلومات فراہم کرو جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں، تم اس کی باتوں کو غور سے سننا، پھر میرے پاس آنا۔ چنانچہ ان کا بھائی وہاں سے روانہ ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور ان کی باتیں سن کر واپس آیا اور ابو ذر رضی اللہ عنہ کو بتایا: ''میں نے انھیں دیکھا ہے، وہ لوگوں کو اچھے اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں اور میں نے ان سے جو کلام سنا وہ شعر نہیں ہے۔''
سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرا جو ارادہ تھا تو نے مجھے اس کے متعلق مطمئن نہیں کیا۔'' آخر انھوں نے خود رختِ سفر باندھا۔ انھوں نے اپنے ساتھ زادِ سفر اور پانی سے بھرا ایک مشکیزہ لیا اور مکہ کے لیے روانہ ہوئے، مسجد حرام میں حاضری دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے لگے۔ وہ آپ کو پہچانتے نہیں تھے اور انھوں نے کسی سے آپ کے متعلق پوچھنا بھی مناسب خیال نہ کیا۔ کچھ رات گزر گئی، وہ لیٹے ہوئے تھے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھا اور سمجھ گئے کہ کوئی مسافر ہے۔ جب ابو ذر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان (کے کہنے پر ان) کے پیچھے پیچھے چلنے لگے، (پھر ان کے ہاں رات گزاری) لیکن کسی نے ایک دوسرے کے متعلق کوئی بات نہ کی، حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔ تو سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ اپنا زادِ راہ اور مشکیزہ اٹھا کر مسجد حرام میں آگئے۔ یہ دن بھی یوں ہی گزر گیا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکے، حتیٰ کہ شام ہوگئی اور وہ

سونے کی تیاری کرنے لگے تو پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا، وہ سمجھ گئے کہ ابھی انھیں اپنی منزل مقصود نہیں مل سکی، لہٰذا وہ انھیں وہاں سے پھر اپنے ساتھ لے آئے اور آج بھی کسی نے ایک دوسرے سے بات نہ کی۔ جب تیسرا دن ہوا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ وہی کام کیا اور انھیں اپنے ساتھ لے گئے اور ان سے پوچھا:

«أَلَا تُحَدِّثُنِيْ مَا الَّذِيْ أَقْدَمَكَ ؟»

''کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں آنے کا باعث کیا ہے؟''

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر تم میری رہنمائی کرنے کا پختہ وعدہ کرو تو میں بیان کرتا ہوں۔'' چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے وعدہ کر لیا تو ابو ذر رضی اللہ عنہ نے ان سے پورا واقعہ بیان کر دیا، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« فَإِنَّهُ حَقٌّ وَهُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أَصْبَحْتَ فَاتْبَعْنِيْ، فَإِنِّيْ إِنْ رَأَيْتُ شَيْئًا أَخَافُ عَلَيْكَ قُمْتُ كَأَنِّيْ أُرِيْقُ الْمَاءَ، فَإِنْ مَضَيْتُ فَاتْبَعْنِيْ حَتَّى تَدْخُلَ مَدْخَلِيْ »

''بلاشبہ وہ حق پر ہیں اور اللہ کے سچے رسول ہیں، اچھا اب صبح کو تم میرے پیچھے پیچھے چلنا، اگر میں نے کوئی ایسی بات دیکھی جس سے مجھے آپ کے متعلق کوئی خطرہ ہوا تو میں کھڑا ہو جاؤں گا، گویا میں نے پیشاب کرنا ہے اور اگر میں چلتا رہوں تو تم بھی میرے پیچھے پیچھے چلتے رہو، حتیٰ کہ جہاں میں داخل ہوں وہاں چلے آنا۔''

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا، وہ ان کے پیچھے پیچھے چلتے رہے، حتیٰ کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے اور انھوں نے آپ ﷺ کی باتیں سنیں اور وہیں مسلمان ہو گئے، تو نبی کریم ﷺ نے انھیں فرمایا:

« اِرْجِعْ إِلٰى قَوْمِكَ ، فَأَخْبِرْهُمْ حَتَّى يَأْتِيَكَ أَمْرِيْ »

''اب تم (خاموشی سے) اپنی قوم (غفار) میں واپس جاؤ، انھیں (میرے متعلق) خبر دو، حتیٰ کہ تمھارے پاس میرے غلبے کی خبر پہنچ جائے (تو پھر میرے پاس آنا)۔''

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''(نہیں) مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان (مشرکین) میں پکار کر کلمۂ توحید کا اعلان کروں گا۔'' چنانچہ وہ وہاں سے مسجد حرام آئے اور بآواز بلند کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔'' یہ سنتے ہی سارا مجمع ان پر ٹوٹ پڑا اور انھیں اتنا مارا کہ زمین پر گرا دیا۔ اتنے میں عباس (رضی اللہ عنہ) آئے اور سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ پر جھک پڑے اور فرمانے لگے: ''تمھاری ہلاکت ہو، تم جانتے نہیں ہو کہ یہ شخص قبیلہ غفار سے ہے اور تمھارے تاجروں کے شام جانے کا راستہ اسی طرف ہے؟'' اس طرح عباس (رضی اللہ عنہ) نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو ان سے بچایا۔ دوسرے دن پھر سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا تو لوگوں نے انھیں بہت مارا اور سارے کافر ان پر ٹوٹ پڑے تو عباس (رضی اللہ عنہ) آئے اور ان پر جھک پڑے (اور انھیں بچایا)۔'' [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب إسلام أبي ذر الغفاري رضي الله عنه : ٣٨٦١۔ مصنف ابن أبي شيبة : ٣٣٩/٧، ٣٤٠ ، ح : ٣٦٥٨٧۔ صحيح ابن حبان : ٧١٣٣]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جاں نثاری

ثقہ ومتقن تابعی عمرو بن میمون رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''ایک دفعہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس نو (خارجی) افراد آئے، انھوں نے کہا: ''اے ابو عباس! یا تو آپ ہمارے ساتھ آجائیں یا پھر یہ لوگ ہم سے الگ ہو جائیں (ہم آپ سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں)۔'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''بلکہ میں تمھارے ساتھ (الگ) ہو جاتا ہوں۔'' عمرو بن میمون رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ ان کے نابینا ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ وہ لوگ ان سے باتیں کرنے لگے، ہم نہیں جانتے کہ انھوں نے کیا کہا۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے آئے اور فرمانے لگے: ''اُف، افسوس (ان پر)، انھوں نے اس شخص کے بارے میں زبان درازی کی ہے جو ایسے دس فضائل کا مالک ہے جو اس کے علاوہ کسی اور کے نہیں ہیں، (اُف) انھوں نے اس شخص کے بارے میں زبان درازی کی ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

« لَأَبْعَثَنَّ رَجُلًا لَا يُخْزِيْهِ اللّٰهُ أَبَدًا، يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ »

''میں (کل) اس آدمی کو بھیجوں گا جسے اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔''

پھر ہر کوئی اس سعادت کی آس لگائے بیٹھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''علی کہاں ہیں؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ''وہ تو چکی پیس رہے ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص چکی نہیں پیس سکتا؟'' پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے، ان کی آنکھیں خراب تھیں اور وہ (صحیح طرح) دیکھ نہیں سکتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا (تو وہ شفایاب ہوگئے) پھر آپ نے تین مرتبہ جھنڈے کو لہرایا اور وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ صفیہ بنت حیی کو لے کر آئے۔ (دوسری فضیلت یہ کہ) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں شخص کو سورۂ توبہ کے ساتھ بھیجا (کہ وہ مکہ میں پہلے حج کے موقع پر مشرکین سے براءت کا اعلان کریں گے) پھر اس کے پیچھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا تو انھوں نے جا کر اس سے وہ سورت لے لی (یعنی وہ ذمہ داری خود اٹھائی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس موقع پر) فرمایا تھا:

« لَا يَذْهَبُ بِهَا إِلَّا رَجُلٌ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُ »

''اس سورت کو وہی آدمی لے کر جائے گا جو مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (تیسری فضیلت کے بارے میں) بیان کرتے ہیں کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائیوں سے فرمایا:

« أَيُّكُمْ يُوَالِيْنِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ؟ »

''تم میں سے کون ہے جو دنیا اور آخرت میں مجھ سے موالات کرے گا؟''

اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی ان میں موجود تھے، انھوں نے انکار کر دیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« أَنَا أُوَالِيْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ »

''میں آپ کے ساتھ دنیا اور آخرت میں موالات کرتا ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أَنْتَ وَلِيِّيْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ »

”تو دنیا اور آخرت میں میرا دوست ہے۔“

پھر آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور انھی میں سے ایک آدمی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

« أَيُّكُمْ يُوَالِيْنِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ؟ »

”تم میں سے کون ہے جو دنیا اور آخرت میں مجھ سے موالات کرے گا؟“

انھوں نے اس سے انکار کر دیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ پھر گویا ہوئے:

« أَنَا أُوَالِيْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ »

”میں آپ کے ساتھ دنیا اور آخرت میں موالات کرتا ہوں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

« أَنْتَ وَلِيِّيْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ »

”تو دنیا اور آخرت میں میرا دوست ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (چوتھی فضیلت کے بارے میں) بیان کرتے ہیں:

« وَ كَانَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ خَدِيْجَةَ »

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام قبول کرنے والے پہلے شخص تھے۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما (پانچویں فضیلت کے بارے میں) بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی چادر لی اور اسے سیدنا علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم پر ڈالا اور یہ آیت تلاوت کی:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ [الأحزاب: ۳۳]

”اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر

دے، خوب پاک کرنا۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (چھٹی فضیلت کے بارے میں) فرماتے ہیں:

« وَشَرٰی عَلِيٌّ نَفْسَهُ، لَبِسَ ثَوْبَ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ نَامَ مَكَانَهُ »

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو فروخت کر دیا، (اس طرح کہ ہجرت کی رات) وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھ کر ان کی جگہ سو گئے۔“

اس وقت مشرکین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مار رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر) سو رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سمجھے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے ہیں، انھوں نے آواز دی: ”اے اللہ کے نبی!“ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انھیں بتایا:

« إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِ انْطَلَقَ نَحْوَ بِئْرِ مَيْمُوْنٍ، فَأَدْرِكْهُ »

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم بئر میمون کی طرف چلے گئے ہیں، آپ وہاں ان سے مل لیں۔“

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں داخل ہو گئے۔ ادھر (رات بھر) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف پتھر پھینکے جاتے رہے، جس طرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینکے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ تکلیف کی وجہ سے دوہرے ہوتے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا سر چادر سے ڈھانپ رکھا تھا اور صبح تک اسے چادر سے باہر نہ نکالا، پھر جب صبح ہونے پر اپنا سر باہر نکالا تو مشرکین مکہ نے کہا: ”تُو تو بڑا گھٹیا انسان ہے، ہم تیرے ساتھی کو پتھر مارتے تھے مگر وہ تو تکلیف برداشت کرتا تھا جبکہ تو تکلیف کی وجہ سے دوہرا ہو جاتا ہے اور ہمیں یہ چیز ناپسند ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (ساتویں فضیلت کے بارے میں) فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:

''کیا میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا؟'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نہیں!'' تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے۔ اس پر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

« أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسَى؟ إِلَّا أَنَّكَ لَسْتَ بِنَبِيٍّ، إِنَّهُ لَا يَنْبَغِيْ أَنْ أَذْهَبَ إِلَّا وَ أَنْتَ خَلِيْفَتِيْ »

''کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ تمھاری مجھ سے وہی نسبت ہو جو موسیٰ علیہ السلام سے ہارون علیہ السلام کو تھی، مگر تم نبی نہیں ہو اور (میرے لیے) یہ لائق نہیں کہ میں (مدینہ سے باہر) جاؤں مگر تم میرے نائب ہو۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (آٹھویں فضیلت کے بارے میں) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

« أَنْتَ وَلِيِّيْ فِيْ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِيْ »

''تو میرے بعد ہر مومن (مرد و عورت) کا ولی و دوست ہے۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما (نویں فضیلت کے بارے میں) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ مسجد کے تمام دروازے بند کر دیے تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ جنابت کی حالت میں بھی مسجد میں داخل ہو جایا کرتے تھے، کیونکہ وہی ان کا راستہ تھا، اس کے علاوہ ان کا کوئی اور راستہ نہیں تھا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (دسویں فضیلت کے بارے میں) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَإِنَّ مَوْلَاهُ عَلِيٌّ »

''جس کا میں مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہے۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (ان دس فضائل کے علاوہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اصحاب الشجرہ میں سے بھی ہیں) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمیں اس بات سے آگاہ

فرما دیا کہ وہ اصحاب الشجرہ (یعنی بیعت رضوان والوں) سے راضی ہو چکا اور ان کے دلوں میں جو کچھ ہے اس سے آگاہ ہو چکا، مگر کیا اس نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ وہ اس کے بعد اصحاب الشجرہ سے ناراض بھی ہو گا؟ (اس کے برعکس) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا جب انھوں نے (اجازت طلب کرتے ہوئے) کہا تھا کہ (اے اللہ کے رسول!) مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس (حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ) کی گردن اڑا دوں:

« وَكُنْتَ فَاعِلاً؟ وَمَا يُدْرِيْكَ، لَعَلَّ اللّٰهَ قَدِ اطَّلَعَ إِلٰى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ » [مسند أحمد : ١/ ٣٣٠، ٣٣١، ح : ٣٠٦١، و إسناده حسن لذاته۔ مستدرك حاكم : ٣/ ١٣٢،١٣٣، ح : ٤٦٥٢۔ الأحاديث المختارة للضياء المقدسي : ١٣/٢٦ ، ح : ٣٢ ، أبو بلج ثقة، صدوق حسن الحديث إلا عن عبيد الله وفي غير ما أنكر عليه الجهابذة]

''کیا تو ایسا کرے گا؟ تجھے کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف جھانک کر فرمایا تھا کہ (آج کے بعد) تم جو چاہو کرو۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے متعلق نازل ہونے والی آیات

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

« أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْثُو بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُوْمَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ »

''قیامت کے دن میں پہلا شخص ہوں گا جو رحمٰن کے دربار میں اپنا دعویٰ پیش کرنے کے لیے دوزانو بیٹھوں گا۔''

قیس بن عباد رحمہ اللہ نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

﴿ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ﴾ [الحج : ١٩]

''یہ دو جھگڑنے والے ہیں، جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا۔''

اور کہا: ''یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے بدر کی لڑائی میں دعوت مقابلہ دی تھی، یعنی سیدنا علی، حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہم ایک طرف اور شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ دوسری طرف تھے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿ هٰذٰن خصمان اختصموا في ربهم ﴾: ٤٧٤٤۔ مسلم : ٣٠٣٣]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴾ [آل عمران : ٦١]

''کہہ دے آؤ! ہم اپنے بیٹوں اور تمھارے بیٹوں کو بلا لیں اور اپنی عورتوں اور تمھاری عورتوں کو بھی اور اپنے آپ کو اور تمھیں بھی، پھر گڑ گڑا کر دعا کریں، پس

جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔“

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا:

« اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِيْ » [ترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة آل عمران : ٢٩٩٩، وإسناده حسن لذاته۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه: ٢٤٠٤/٣٢]

”اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔“

تقدیر کے مطابق عمل آسان کر دیا گیا ہے

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كُنَّا فِيْ جَنَازَةٍ فِيْ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ، فَأَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ، وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَنَكَّسَ، فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ، ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ، مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ إِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَإِلَّا قَدْ كُتِبَ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيْدَةً، فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ، فَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيْرُ إِلٰى عَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَصِيْرُ إِلٰى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ، قَالَ أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ؕ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴾ [الليل: ٥ تا ١٠] » [بخاري، كتاب الجنائز، باب موعظة المحدث عند القبر...... الخ : ١٣٦٢۔ مسلم : ٢٦٤٧]

''ہم ایک دن بقیع غرقد (قبرستان) میں تھے کہ نبی ﷺ ہمارے قریب تشریف لائے اور بیٹھ گئے، ہم لوگ بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، آپ نے اپنا سر جھکا لیا اور چھڑی سے زمین کریدنے لگے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی ایسا نہیں یا کوئی جان ایسی نہیں جس کا ٹھکانا جنت یا دوزخ میں نہ لکھ دیا گیا ہو اور کوئی شخص ایسا نہیں جس کا نیک بخت یا بد بخت ہونا نہ لکھ دیا گیا ہو۔'' اس پر ایک شخص نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! پھر ہم اس نوشتے (لکھے ہوئے) پر اعتماد کر کے عمل کرنا چھوڑ نہ دیں، کیونکہ ہم میں سے جو شخص خوش نصیب ہو گا وہ اہلِ سعادت کے عمل کی طرف رجوع کرے گا اور جو شخص بد بخت ہوگا وہ اہلِ شقاوت کے عمل کی طرف رجوع کرے گا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''نیک بخت کو عملِ سعادت کی توفیق دی جاتی ہے اور بد بخت کے لیے عملِ شقاوت آسان کر دیا جاتا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی: ''پس لیکن وہ جس نے دیا اور (نافرمانی سے) بچا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔ تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا۔ تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔''

نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں قرآن کریم کی اس تعلیم کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی نیک بختی اور بد بختی کا علم ازل سے ہے اور اس نے اسے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے، پھر اپنی مرضی و مشیت کے مطابق اس کا فیصلہ کرتا ہے۔ صرف سعادت و شقاوت ہی نہیں، بلکہ بندوں کے دیگر احوال کا بھی اسے علم ہے اور وہ انھیں لوح محفوظ میں لکھ چکا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ تقدیر کا لکھا جانا ان اعمال کے منافی نہیں ہے کہ جن سے سعادت یا شقاوت انسان کا مقدر بنتی ہے، بلکہ جو شخص سعادت مندوں میں سے ہوتا ہے اس کے لیے سعادت والے کام آسان کر دیے جاتے ہیں اور جو شخص بدبختوں میں سے ہوتا ہے اس کے لیے بدبختی کے کام آسان کر دیے جاتے ہیں۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نوشتۂ تقدیر پر بھروسا کرنے اور عمل چھوڑ کر بیٹھ جانے سے منع کیا۔ چنانچہ جو شخص نوشتۂ تقدیر پر بھروسا کر کے اپنے فرائض سے پہلو تہی اختیار کرتا ہے وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔ تقدیر پر بھروسا کر کے اپنے فرائض سے پہلو تہی کرنا بھی درحقیقت اسی تقدیر کا حصہ ہے جس کے مطابق ایسے شخص کے لیے بدبختی کے کام آسان کر دیے گئے ہیں۔ پس سعادت مند وہ لوگ ہیں جو منع کردہ کاموں سے بچتے ہوئے اوامر واحکام کو بجا لاتے ہیں اور جو لوگ تقدیر پر بھروسا کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور دینی فرائض کو چھوڑ دیتے ہیں بلاشبہ وہی بدبخت ہیں، ان کے لیے بدبختی کے کام آسان کر دیے گئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تقدیر کے سلسلے میں جو تعلیم دی بلاشبہ وہ حق وصداقت پر مبنی ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ آیاتِ قرآنی کی تفسیر کرتے ہوئے

ثقہ وصدوق تابعی خالد بن عرعرہ رحمہ اللہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

« أَتَاهُ رَجُلٌ يَسْتَفْتِيهِ فِيْ ﴿وَ إِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا﴾ فَقَالَ هِيَ الْمَرْأَةُ تَكُوْنُ عِنْدَ الرَّجُلِ فَتَسُوْءُ عَيْنَاهُ مِنْ دَمَامَتِهَا، أَوْ فَقْرِهَا، أَوْ سُوْءِ خُلُقِهَا فَتَكْرَهُ فِرَاقَهُ فَإِنْ وَضَعَتْ لَهُ مِنْ حَقِّهَا شَيْئًا حَلَّتْ لَهُ، وَ إِنْ جَعَلَتْ مِنْ أَيَّامِهَا شَيْئًا فَلَا حَرَجَ »

[مصنف ابن أبي شيبة : ۳/۱ ۵۰، ح : ۱٦٤٧٤، و إسناده حسن لذاته]

''ان کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے اس آیت: ﴿وَ إِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا﴾ (اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے کسی قسم کی زیادتی یا بے رخی سے ڈرے) کے متعلق فتویٰ پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ''اس سے مراد وہ عورت ہے جو کسی ایسے آدمی کے نکاح میں ہو کہ وہ اس کی آنکھ کو بھاتی نہ ہو، بدصورتی، فقر یا بداخلاقی کی وجہ سے اور وہ عورت اس سے جدا ہونا پسند نہ کرتی ہو تو اس صورت میں اگر وہ اسے اپنے حق مہر میں سے کچھ معاف کر دے یا اپنے (باری کے) ایام میں کچھ کمی کر دے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔''

خالد بن عرعرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے فرمایا:

« سَلُوْنِي، وَلَا تَسْأَلُوْنِي إِلَّا عَمَّا يَنْفَعُ وَ يُضُرُّ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ! مَا ﴿وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا﴾ ؟ قَالَ وَيْحَكَ ! أَلَمْ أَقُلْ لَكَ لَا تَسْأَلْنِي إِلَّا عَمَّا يَنْفَعُ وَيُضُرُّ ؟ تِلْكَ الرِّيَاحُ، قَالَ فَمَا ﴿فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا﴾ ؟ قَالَ وَيْحَكَ! أَلَمْ أَقُلْ لَكَ لَا تَسْأَلْنِي إِلَّا عَمَّا يَنْفَعُ وَيُضُرُّ؟ هِيَ السَّحَابُ، قَالَ فَمَا ﴿فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا﴾؟ قَالَ وَيْحَكَ ! أَلَمْ أَقُلْ لَكَ لَا تَسْأَلْنِي إِلَّا عَمَّا يَنْفَعُ وَ يُضُرُّ ؟ تِلْكَ السُّفُنُ، قَالَ فَمَا ﴿فَالْمُقَسِّمٰتِ أَمْرًا﴾ قَالَ وَيْحَكَ! أَلَمْ أَقُلْ لَكَ لَا تَسْأَلْنِي إِلَّا عَمَّا يَنْفَعُ وَيُضُرُّ ؟ تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ، قَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ! أَخْبِرْنِي عَنْ هٰذَا الْبَيْتِ هُوَ أَوَّلُ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ، قَالَ كَانَتِ الْبُيُوْتُ قَبْلَهُ وَقَدْ كَانَ نُوْحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَكَنَ الْبُيُوْتَ وَلٰكِنَّهُ أَوَّلُ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِيْنَ، قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنْ بِنَائِهِ؟ قَالَ أَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنِ ابْنِ لِي بَيْتًا فَضِيْقَ إِبْرَاهِيْمُ ذَرْعًا فَأَرْسَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ رِيْحًا يُقَالُ لَهَا السَّكِيْنَةُ وَ يُقَالُ لَهَا الْخَجُوْجُ، لَهَا عَيْنَانِ وَ رَأْسٌ وَ أَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ أَنْ يَسِيْرَ إِذَا سَارَتْ وَيَقِيْلَ إِذَا قَالَتْ، فَسَارَتْ حَتّٰى انْتَهَتْ إِلٰى مَوْضِعِ الْبَيْتِ فَتَطَوَّقَتْ عَلَيْهِ مِثْلَ الْحَجَفَةِ وَهِيَ بِإِزَاءِ الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ، يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُوْدُوْنَ فِيْهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَجَعَلَ إِبْرَاهِيْمُ وَإِسْمَاعِيْلُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يَبْنِيَانِ كُلَّ يَوْمٍ مَسَاقًا، فَإِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِمَا الْحَرُّ اسْتَظَلَّا فِيْ

ظِلِّ الْجَبَلِ، فَلَمَّا بَلَغَا مَوْضِعَ الْحَجَرِ، قَالَ إِبْرَاهِيْمُ لِإِسْمَاعِيلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتِنِيْ بِحَجَرٍ أَضَعُهُ يَكُوْنَ عَلَمًا لِلنَّاسِ، فَاسْتَقْبَلَ إِسْمَاعِيْلُ الْوَادِيَ وَجَاءَهُ بِحَجَرٍ فَاسْتَصْغَرَهُ إِبْرَاهِيْمُ وَرَمٰى بِهِ وَقَالَ جِئْنِيْ بِغَيْرِهِ، فَذَهَبَ إِسْمَاعِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهَبَطَ جِبْرِيْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِمَا عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْحَجَرِ فَجَاءَ إِسْمَاعِيْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ إِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَاءَنِيْ مَنْ لَمْ يَكِلْنِيْ فِيْهِ إِلٰى حَجَرِكَ، قَالَ فَبَنَى الْبَيْتَ وَجَعَلُوْا يَطُوْفُوْنَ حَوْلَهُ وَيُصَلُّوْنَ حَتّٰى مَاتُوْا وَانْقَرَضُوْا وَتَهَدَّمَ الْبَيْتُ فَبَنَتْهُ الْعَمَالِقَةُ، فَكَانُوْا يَطُوْفُوْنَ بِهِ حَتّٰى مَاتُوْا وَانْقَرَضُوْا، فَتَهَدَّمَ الْبَيْتُ فَبَنَتْهُ قُرَيْشٌ فَلَمَّا بَلَغُوْا مَوْضِعَ الْحَجَرِ اخْتَلَفُوْا فِيْ وَضْعِهِ، فَقَالُوْا أَوَّلُ مَنْ يَطْلُعُ مِنَ الْبَابِ فَطَلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا قَدْ طَلَعَ الْأَمِيْنُ فَبَسَطَ ثَوْبًا وَ وَضَعَ الْحَجَرَ وَسَطَهُ وَأَمَرَ بُطُوْنَ قُرَيْشٍ فَأَخَذَ كُلُّ بَطْنٍ مِنْهُمْ بِنَاحِيَةٍ مِنَ الثَّوْبِ وَوَضَعَهُ بِيَدِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ » [بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث : ١/ ٤٦١-٤٦٣، ح : ٣٨٨، و إسناده حسن لذاته]

''مجھ سے سوال کرو اور مجھ سے اس چیز کے بارے میں سوال کرنا جو نفع مند ہو یا نقصان دہ ہو۔'' ایک آدمی نے ان سے کہا: ''اے امیر المومنین! ﴿وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا﴾ [الذاريات : ١] سے کیا مراد ہے؟'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تجھ پر افسوس ہو! کیا میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ مجھ سے صرف نفع مند یا نقصان دہ چیز کے متعلق سوال کرنا؟ اس سے مراد ہوائیں ہیں۔'' وہ کہنے لگا: ''﴿فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا﴾

[الذاریات : ٢] سے کیا مراد ہے؟'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تجھ پر افسوس ہو! کیا میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ مجھ سے صرف نفع مند یا نقصان دہ چیز کے متعلق سوال کرنا؟ اس سے مراد بادل ہیں۔'' وہ کہنے لگا : ''﴿فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا﴾ [الذاریات : ٣] سے کیا مراد ہے؟'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تجھ پر افسوس! کیا میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ مجھ سے صرف نفع مند یا نقصان دہ چیز کے متعلق سوال کرنا؟ اس سے مراد کشتیاں ہیں۔'' وہ کہنے لگا: ''﴿فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا﴾ [الذاریات : ٤] سے کیا مراد ہے؟'' فرمایا: ''تجھ پر افسوس! کیا میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ مجھ سے صرف نفع مند یا نقصان دہ چیز کے متعلق سوال کرنا؟ اس سے مراد فرشتے ہیں۔'' پھر کسی شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''امیر المومنین! مجھے اس گھر کے بارے میں بتائیں جو لوگوں کے لیے سب سے پہلے بنایا گیا؟'' تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''گھر تو پہلے بھی موجود تھے، نوح علیہ السلام (اور ان کی قوم) گھروں ہی میں رہائش پذیر تھے، لیکن (بیت اللہ) وہ پہلا گھر ہے جو لوگوں کے لیے بنایا گیا، وہ لوگوں کے لیے باعث برکت اور تمام جہانوں کے لیے باعث ہدایت ہے۔'' وہ کہنے لگا: ''مجھے اس کی تعمیر کے بارے میں آگاہ فرمائیں؟'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے لیے گھر تعمیر کریں، جس سے ابراہیم علیہ السلام کا دل پریشان ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا بھیجی جسے ''سکینت'' اور ''خَجُوج'' (تیز ہوا) کہا جاتا تھا، اس کا سر اور دو آنکھیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ جب وہ چلے تو اس کے ساتھ چلو اور جب وہ آرام کرے تو آپ بھی آرام کرو۔ تو وہ ہوا چلتے چلتے بیت اللہ کی جگہ پہنچ گئی اور اس نے اس جگہ ڈھال کی طرح کنڈلی ماری۔ وہ جگہ بیت المعمور کے بالمقابل ہے جس میں ہر روز ستر ہزار (٧٠،٠٠٠) فرشتے داخل ہوتے ہیں اور

(جو فرشتے ایک مرتبہ داخل ہوتے ہیں) پھر قیامت تک دوبارہ ان کی باری نہیں آتی۔ سیدنا ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام ہر روز اکٹھے بیت اللہ کی تعمیر کرتے اور جب گرمی شدید ہو جاتی تو پہاڑ کے سائے میں آرام کرتے۔ پھر جب حجر اسود کی جگہ پہنچے تو ابراہیم علیہ السلام اسماعیل ﷺ سے کہنے لگے: ''میرے پاس ایک پتھر لاؤ، تا کہ میں اسے لوگوں کے لیے بطور نشانی یہاں رکھ دوں۔'' اسماعیل علیہ السلام وادی میں گئے اور پتھر لے کر آئے، لیکن ابراہیم علیہ السلام نے اسے چھوٹا سمجھ کر پھینک دیا اور کہا: ''کوئی دوسرا پتھر لاؤ۔'' اس پر اسماعیل علیہ السلام وہاں سے چلے گئے، تو اس دوران جبرائیل علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایک پتھر لے کر آگئے، پھر جب اسماعیل ﷺ واپس آئے تو ابراہیم ﷺ ان سے کہنے لگے: ''میرے پاس وہ آیا ہے جس کے آنے سے مجھے تیرے پتھر کی ضرورت نہیں رہی۔'' یوں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر مکمل کی اور پھر وہ لوگ اس کے گرد طواف کرنے لگے اور نماز پڑھنے لگے، یہاں تک کہ وہ سب فوت ہو گئے۔ ان کے بعد بیت اللہ منہدم ہو گیا تو پھر اسے عمالقہ نے تعمیر کیا اور وہ بھی اس کا طواف کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئے اور ان کا نام ونشان مٹ گیا۔ ان کے بعد پھر بیت اللہ منہدم ہو گیا تو اسے قریش نے تعمیر کیا، دوران تعمیر جب وہ حجر اسود کی جگہ پہنچے تو ان میں حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ جو شخص (ابھی) سب سے پہلے اس دروازے سے داخل ہوگا (وہ اس کا فیصلہ کرے گا)۔ تو نبی ﷺ سب سے پہلے اس دروازے سے تشریف لائے، وہ کہنے لگے: ''امانت دار تشریف لے آئے۔'' نبی ﷺ نے چادر پھیلائی اور اس کے درمیان حجر اسود کو رکھ دیا اور قریش کے سرداروں کو (اسے اٹھانے کا) حکم دیا، ان سب نے چادر کے کنارے پکڑ کر حجر اسود کو اوپر اٹھایا، تو رسول اللہ ﷺ نے

حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے اس کی جگہ رکھ دیا۔"

خالد بن عرعرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے اس آیت: ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا﴾ [آل عمران : ٩٦] (پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، یقیناً وہی ہے جو بکہ میں ہے، بہت بابرکت ہے) کے متعلق سوال کیا: "کیا یہ زمین میں تعمیر ہونے والا پہلا گھر ہے؟" تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نہیں، لیکن یہ وہ پہلا گھر ہے جس میں برکت، ہدایت اور مقام ابراہیم رکھ دیا گیا ہے اور جو بھی اس میں داخل ہوگا وہ امن میں رہے گا اور اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے بتا سکتا ہوں کہ اللہ عزوجل نے اسے کس طرح تعمیر کروایا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ وہ زمین میں میرا گھر تعمیر کریں، جس سے ان کا دل پریشان ہوگیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف "سکینت" بھیجی، یہ ایک تیز رفتار ہوا تھی، جس کا ایک سر بھی تھا۔ وہ دونوں ایک ساتھ چلتے رہے، یہاں تک کہ وہ ہوا (ایک جگہ) رک گئی اور اس نے بیت اللہ کی طرف سانپ کی طرح کنڈلی مار لی، تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر شروع کر دی، وہ روزانہ کام کرتے رہے۔ جب وہ حجر اسود کے مقام پر پہنچے تو اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام سے کہا: "میرے پاس ایک پتھر تلاش کر کے لاؤ۔" اسماعیل علیہ السلام وہاں سے پتھر تلاش کر کے لائے تو دیکھا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا ہے۔ تو ان کے بیٹے نے ان سے پوچھا: "یہ پتھر آپ کے پاس کہاں سے آیا؟" ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: "اسے وہ لے کر آیا جس نے صرف تیری ہی تعمیر پر انحصار نہیں کیا، اسے جبرائیل علیہ السلام آسمان سے لائے ہیں۔" پھر انھوں نے اس کی تکمیل فرمائی۔" [مستدرك حاكم : ٢/ ٢٩٢، ح : ٣١٥٤، وإسناده حسن لذاته، و ١/ ٤٥٨، ٤٥٩، ح: ١٦٨٤ـ اتحاف المهرة لابن الحجر: ١١/ ٣٧١، ح : ١٤٢١٨]

خالد بن عرعرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھ سے سوال کرو لیکن مجھ سے وہی سوال کرنا جو کسی ایسی چیز سے متعلق ہو جو نفع مند ہو یا نقصان دہ۔"

اس پر ایک آدمی کہنے لگا: "اگر آپ پسند کرتے ہیں تو میں آپ سے سوال کرنا چاہوں گا۔" فرمایا: "سوال کرو مگر صرف اسی چیز کے بارے میں سوال کرنا جو نفع بخش ہو یا ضرر رساں۔" اس نے سوال کیا: "﴿وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا﴾ [الذاریات : ١ تا ٤] سے کیا مراد ہے؟" فرمایا: "فرشتے۔" اس نے پھر کہا: "میں جو سوال کرنے لگا ہوں اس کے متعلق مجھے بتایئے۔" تو آپ نے فرمایا: "سوال کرو، لیکن وہ کسی نفع مند یا نقصان دہ چیز کے متعلق ہو۔" اس نے کہا: "﴿وَ السَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ﴾ [الطور : ٥] سے کیا مراد ہے؟" فرمایا: "آسمان۔" اس نے کہا: "﴿فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا﴾ [المرسلات : ٢] سے کیا مراد ہے؟" آپ نے جواب دیا: "تیز ہوائیں۔" اس نے پوچھا: "﴿الْجَوَارِ الْكُنَّسِ﴾ [التکویر : ١٦] سے کیا مراد ہے؟" فرمایا: "ستارے۔" اس نے کہا: "﴿وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ﴾ [الطور : ٤] سے کیا مراد ہے؟" اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا: "(اس کے بارے میں) تم کیا کہتے ہو؟" انھوں نے کہا: "ہمارے علم کے مطابق اس سے مراد بیت الحرام ہے۔" فرمایا: "نہیں، بلکہ یہ آسمان میں موجود ایک گھر ہے، جسے "ضراح" (صاد پر پیش یا زیر) کہا جاتا ہے اور جو اس گھر "بیت اللہ" کے بالمقابل ہے۔ اس کی آسمان میں ایسے ہی حرمت ہے جیسے اس گھر (بیت الحرام) کی زمین میں ہے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار (٧٠،٠٠٠) فرشتے داخل ہوتے ہیں، پھر ان کے لیے دوبارہ (قیامت تک) باری نہیں۔" پھر انھوں نے اس آیت کی تلاوت کی:

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۚ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾

[آل عمران : ٩٦، ٩٧]

"بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، یقیناً وہی ہے جو بکہ میں ہے، بہت بابرکت اور جہانوں کے لیے ہدایت ہے۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں،

ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو کوئی اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا۔"

پھر فرمایا: "خبردار! یہ زمین میں پہلا گھر نہیں ہے، کیونکہ سیدنا نوح علیہ السلام اس سے پہلے دنیا میں موجود تھے اور وہ گھروں میں رہتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام بھی اس سے پہلے گھروں ہی میں رہتے تھے، لیکن یہ اس اعتبار سے پہلا گھر ہے کہ اسے لوگوں کے لیے تعمیر کیا گیا اور اس میں خیر و برکت رکھ دی گئی اور اس میں واضح نشانیاں ہیں، یعنی ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور جو کوئی اس میں داخل ہوا وہ امن والا ہو گیا۔" پھر فرمانے لگے: "جب ابراہیم علیہ السلام کو یہ گھر تعمیر کرنے کا حکم دیا گیا تو وہ پریشان ہو گئے، کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ اس کی تعمیر کس طرح کریں، تو اللہ تعالیٰ نے سکینت بھیجی، یہ ایک تیز و تند ہوا تھی جس کا نام "خجوج" تھا اور اس کا ایک سر بھی تھا، اس نے حج والی جگہ (یعنی بیت اللہ کے مقام پر سانپ کی طرح) ان کے لیے کنڈلی ماری۔ آپ علیہ السلام ہر روز کھجور کی شاخ کے برابر گھر کی تعمیر کرتے۔ ان دنوں مکہ کا موسم شدید گرم تھا۔ جب وہ حجر اسود کے مقام پر پہنچے تو اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا: "جاؤ اور میرے لیے ایک پتھر تلاش کر کے لاؤ، تاکہ میں اسے یہاں نصب کر دوں۔" اسماعیل علیہ السلام گئے اور پہاڑوں میں (پتھر) تلاش کرنے لگے اور اس دوران جبرائیل علیہ السلام ایک پتھر لے کر آئے اور اسے اس کی جگہ نصب کر دیا۔ پھر جب اسماعیل علیہ السلام واپس آئے (اور حجر اسود کو دیکھا) تو عرض کی: "یہ پتھر کہاں سے آیا؟" ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "یہ پتھر جبریل علیہ السلام اس ذات کے پاس سے لائے ہیں جس نے تیری اور میری تعمیر ہی پر انحصار نہیں کیا (یعنی آسمانوں سے آیا ہے)۔" پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا یہ گھر باقی رہا، پھر یہ گھر منہدم ہو گیا تو عمالقہ نے اسے (دوبارہ) تعمیر کیا اور جب دوسری بار منہدم ہوا تو اسے بنو جرہم نے تعمیر کیا اور اگلے انہدام کے بعد قریش نے اسے تعمیر کیا۔ جب قریش نے حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنا چاہا تو اسے رکھنے کے حوالے سے ان کا آپس میں جھگڑا پیدا ہو گیا۔ پھر انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اسے اس کی جگہ وہ شخص رکھے گا جو (ابھی) اس دروازے

سے سب سے پہلے داخل ہوگا۔ تو نبی کریم ﷺ باب بنی شیبہ سے (سب سے پہلے) داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک کپڑا لانے کا حکم دیا، پھر اسے بچھا دیا گیا اور آپ ﷺ کے حکم سے کپڑے کے درمیان حجر اسود کو رکھ دیا گیا۔ پھر آپ نے ہر قبیلے کے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ اس کپڑے کا ایک ایک کنارہ پکڑ کر اسے اوپر اٹھائیں۔ جب انھوں نے اسے اوپر اٹھایا تو نبی کریم ﷺ نے حجر اسود کو پکڑ کر (اس کی جگہ) رکھ دیا۔" [الأحاديث المختارة للضياء المقدسي : ٢/ ٦٠-٦٣، ح : ٤٣٨، و إسناده حسن لذاته]

ثقہ وصدوق تابعی ابو عمر زاذان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کی اس آیت: ﴿الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ [البقرة : ٢٣٧] (جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: « اَلزَّوْجُ » کہ اس سے مراد خاوند ہے۔ [سنن الدار قطني : ٤/ ٤٢٣، ح : ٣٧١٧، و إسناده صحيح]

ایک روایت میں ہے کہ ثقہ ومتقن امام قاضی شریح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« قَالَ لِيْ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ اَلَّذِيْ بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؟ قُلْتُ وَلِيُّ الْمَرْأَةِ، قَالَ لَا، بَلْ هُوَ الزَّوْجُ » [سنن الدار قطني : ٤/ ٤٢٠، ح : ٣٧١٣، و إسناده صحيح]

"مجھ سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے (ایک آیت: ﴿الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ کے بارے میں) سوال کیا کہ کس شخص کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے؟ میں نے کہا: "عورت کے ولی کے ہاتھ میں۔" تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نہیں، بلکہ اس سے مراد خاوند ہے۔"

ثقہ ومتقن مخضرم تابعی زر بن حبیش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« إِنَّ عَزَائِمَ السُّجُوْدِ ﴿الٓمّٓ ۚ تَنْزِيْلُ﴾ وَ ﴿حٰمٓ﴾ وَ ﴿النَّجْمِ﴾ وَ ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ » [شرح معاني الآثار للطحاوي : ١/ ٣٥٥، ح :

۲۰۸۷، وإسناده حسن لذاته۔ السنن الكبرى للبيهقي: ۲/ ۳۱۵۔ مستدرك: ۲/ ۵۲۹، ح: ۳۹۵۷۔ شرح مشكل الآثار: ۷/ ۲۳۳ الأوسط لابن المنذر: ۸/ ۳۹۶، ح: ۲۷۷۱]

''عزیمت والے سجدے درج ذیل سورتوں کے ہیں: سورۂ سجدہ، سورۂ حم السجدہ، سورۂ نجم اور سورۂ اعلیٰ۔''



دلائلِ نبوت سے متعلق علی رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« مَرَّ بِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَجِعٌ، وَ أَنَا أَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ أَجَلِيْ قَدْ حَضَرَ فَأَرِحْنِيْ، وَ إِنْ كَانَ آجِلاً فَارْفَعْنِيْ، وَإِنْ كَانَ بَلَاءً فَصَبِّرْنِيْ، قَالَ مَا قُلْتَ ؟ فَأَعَدْتُ عَلَيْهِ، فَضَرَبَنِيْ بِرِجْلِهِ، فَقَالَ مَا قُلْتَ؟ قَالَ فَأَعَدْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَافِهِ، أَوِ اشْفِهِ، قَالَ فَمَا اشْتَكَيْتُ ذٰلِكَ الْوَجَعَ بَعْدُ» [مسند أحمد : ١/ ٨٣، ح : ٦٣٧، وإسناده حسن لذاته۔ ترمذي: ٣٥٦٤، عبد الله بن سلمة صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر عليه، وثقه الجمهور، و قال ابن الحجر في رواية عمرو بن مرة عن عبد الله بن سلمة "والحق أنه من قبيل الحسن يصلح للحجة" انظر فتح الباري: ١/ ٤٠٨، ح: ٣٠٥]

"ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے، میں بیمار تھا اور میں کہہ رہا تھا: "اے اللہ! اگر میری موت کا وقت آ چکا ہے تو مجھے آرام عطا فرما اور اگر ابھی نہیں آیا تو پھر اس تکلیف کو مجھ سے دور کر دے اور اگر یہ آزمائش ہے تو پھر مجھے صبر کی توفیق عطا فرما۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "تم نے کیا کہا؟" میں نے آپ کے سامنے یہی بات دہرائی، آپ ﷺ نے مجھے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور پھر فرمایا: "تم نے کیا کہا؟" میں نے دوبارہ آپ ﷺ کے سامنے اپنی بات دہرائی

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! اسے عافیت دے یا (یہ فرمایا) اے اللہ! اسے شفا دے۔'' آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''تو اس کے بعد مجھے کبھی بھی اس تکلیف کی شکایت نہیں ہوئی۔''

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں انتہائی احتیاط

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَأَنْ أَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكْذِبَ عَلَيْهِ، وَ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ، فَإِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ » [بخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام: ٣٦١١۔ مسلم: ١٠٦٦]

''جب میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سناؤں تو (وہ ہر قسم کے شک و شبہ اور ابہام سے پاک ہوگی، کیونکہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے سے مجھے یہ بات زیادہ محبوب ہے کہ میں آسمان سے گر جاؤں اور جب میں تم سے اس معاملے میں کوئی بات کروں جو میرے اور تمھارے درمیان ہے تو (میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے استشہاد کر سکتا ہوں کہ) جنگ ایک چال ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے والے کا وبال

ربعی بن حراش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ » [بخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ: ١٠٦]

''مجھ پر جھوٹ نہ باندھنا، کیونکہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ یقیناً جہنم میں داخل ہوگا۔''

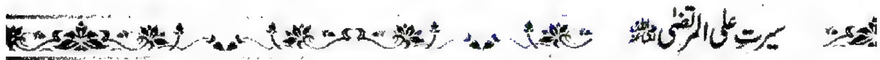
رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کے اسباب سے اجتناب

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ان اسباب سے دور رہنے کی ہدایت فرمائی جن سے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کا اندیشہ ہو، مثلاً عوام الناس کو ایسی احادیث نہ سنائی جائیں جو ان کی عقل وفہم سے بالا ہوں۔ چنانچہ سیدنا ابوطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی علیہ السلام سے سنا، انھوں نے فرمایا:

((أَيُّهَا النَّاسُ! أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ يُكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ، حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ، وَدَعُوْا مَا يُنْكِرُوْنَ)) [المدخل إلى السنن الكبرى للبيهقي: ١/ ٣٦٢، ح: ٦١٠۔ بخاري، تعليقًا، قبل ح: ١٢٧۔ العلم لأبي طاهر السِلَفي: ١/ ١٧٧، ح:١٦٨، و إسناده حسن لذاته]

”اے لوگو! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلایا جائے، (اگر نہیں تو پھر) لوگوں کے سامنے صرف وہ باتیں بیان کروں جنھیں وہ پہچانتے ہیں، ان باتوں کو (بیان کرنا) چھوڑ دو جنھیں وہ پہچانتے نہیں۔“

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ عام لوگوں کے سامنے متشابہ احادیث بیان کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے کہ جو احادیث بظاہر مسلمانوں کے امام اور حاکم وقت کے خلاف بغاوت کے جواز پر دلالت کرتی ہیں انھیں عام لوگوں کے سامنے بیان کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ نیز احادیثِ صفات کے بارے میں امام مالک، غرائب کے بارے میں امام ابو یوسف اور ان سے پہلے احادیثِ فتن کے بارے میں سیدنا ابو ہریرہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما کا یہی موقف تھا اور حسن بصری رحمہ اللہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ پر حجاج کے سامنے عرنیین والی حدیث کو بیان کرنے پر اعتراض کیا، کیونکہ حجاج نے اپنی تاویلِ فاسد کے ذریعے سے اس حدیث کو مسلمانوں کے قتل اور خون ریزی میں مزید شدت اختیار کرنے کے لیے ذریعہ بنا لیا تھا۔ اس کا ضابطہ یہ ہے کہ اس کے ظاہری الفاظ



سے کسی بدعت کو تقویت مل رہی ہو، حالانکہ دراصل یہ ظاہر مقصود نہیں ہے۔ لہٰذا جس شخص کے بارے میں اندیشہ ہو کہ وہ ظاہر الفاظ پر اعتماد کرے گا اس کے سامنے اس طرح کی احادیث کو بیان کرنا بالکل درست نہیں ہے۔ [دیکھیے فتح الباري : ١/٤٦٥]



سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اتباع سنت

مُسکرانے میں بھی اتباع

علی بن ربیعہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے لیے سواری لائی گئی، تاکہ آپ اس پر سوار ہوں، جب آپ نے اپنا قدم رکاب میں رکھا تو ''بسم اللہ'' کہا، پھر جب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تو یہ دعا پڑھی:

« اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ »

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے لیے تابع کر دیا، حالانکہ ہم اسے قابو میں لانے والے نہیں تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

پھر تین مرتبہ ''الحمد للہ'' اور تین مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہا اور پھر یہ دعا پڑھی:

« سُبْحَانَكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ »

''(اے اللہ!) تو پاک ہے، تیرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، یقیناً میں اپنی جان پر ظلم کر بیٹھا ہوں، سو تو مجھے معاف فرما دے۔''

پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ مسکرائے، تو میں نے پوچھا: ''اے امیر المومنین! آپ کیوں مسکرائے؟''

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلْتُ، ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ مِمَّ ضَحِكْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ يَعْجَبُ الرَّبُّ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ، وَيَقُوْلُ عَلِمَ عَبْدِيْ أَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ غَيْرِيْ)) [مسند أحمد : ١/ ٩٧، ح : ٧٥٣، صحيح ـ كتاب التوحيد لابن خزيمة : ٢/ ٥٧٨، ٥٧٩، ح: ٣٢١ـ مستدرك حاكم : ٢/ ٩٨، ٩٩، ح: ٢٤٨٢]

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا جس طرح میں نے کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے تو میں نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! آپ مسکرا کیوں رہے ہیں؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رب تعالیٰ اپنے بندے سے خوش ہوتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ ''اے اللہ! تو مجھے معاف فرما دے'' اور (اس موقع پر) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میرا بندہ جانتا ہے کہ گناہ کو میرے علاوہ کوئی معاف نہیں کر سکتا۔''

طریقۂ وضو میں اتباع

عبدِ خیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں : ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ سکھایا، سو ایک خادم نے آپ رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا، یہاں تک کہ آپ نے انھیں خوب اچھی طرح دھویا، پھر اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا اور کلی کی، ناک میں پانی چڑھایا اور اپنا منہ دھویا اور یہ تینوں کام تین تین بار کیے۔ پھر تین تین مرتبہ اپنے دونوں بازوؤں کو کہنیوں تک دھویا، پھر اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا اور (پانی کم ہونے کی وجہ سے) برتن کے پیندے تک اپنا ہاتھ لے گئے، پھر ہاتھ باہر نکالا اور اس کے ساتھ دوسرے ہاتھ پر مسح کیا (یعنی اسے بھی تر کیا)، پھر دونوں ہتھیلیوں سے سر کا ایک بار مسح کیا، پھر اپنے دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت تین تین بار دھویا، پھر اپنی ہتھیلی میں تھوڑا سا پانی لیا اور اسے نوش

کر لیا اور فرمایا:

« هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ » [مسند أحمد : ١/ ١١٠ ، ح : ٨٧٦، و إسناده حسن لذاته]

''رسول اللہ ﷺ اسی طرح وضو کیا کرتے تھے۔''

زر بن حبیش رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دوران وضو اپنے سر کا مسح کیا، یہاں تک کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے گریں گے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ » [مسند أحمد : ١/ ١١٠ ، ح : ٨٧٣، وإسناده صحيح]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی وضو کرتے دیکھا تھا۔''

اس صحیح سند سے مروی روایت سے معلوم ہوا کہ وضو میں سر کا مسح اچھی طرح گیلے ہاتھوں کے ساتھ کرنا چاہیے اور اس روایت سے ان لوگوں کو عبرت بھی حاصل کرنی چاہیے جو سر کا مسح کرتے وقت پہلے اچھی طرح ہاتھوں کو جھاڑتے ہیں اور پھر مسح کرتے ہیں۔

مخلوق کی اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں ہے

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً وَاسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيْعُوْهُ فَغَضِبَ، فَقَالَ أَلَيْسَ أَمَرَكُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُطِيْعُوْنِيْ؟ قَالُوْا بَلٰى، قَالَ فَاجْمَعُوْا لِيْ حَطَبًا، فَجَمَعُوْا، فَقَالَ أَوْقِدُوْا نَارًا، فَأَوْقَدُوْهَا فَقَالَ ادْخُلُوْهَا فَهَمُّوْا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُمْسِكُ بَعْضًا وَ يَقُوْلُوْنَ فَرَرْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ، فَمَا زَالُوْا حَتّٰى خَمَدَتِ النَّارُ فَسَكَنَ غَضَبُهُ،

فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوْا مِنْهَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ» [بخاري، كتاب المغازي، باب سرية عبد الله بن حذافة السهمي...... الخ : ٤٣٤٠]

''نبی ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا اور اس کا سالار ایک انصاری شخص کو مقرر فرمایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس کی اطاعت کریں۔ اتفاق سے اسے غصہ آیا تو وہ کہنے لگا: ''کیا نبی ﷺ نے تمھیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا تھا؟'' لوگوں نے کہا: ''کیوں نہیں۔'' تب اس نے کہا: ''تم سب میرے لیے لکڑیاں جمع کرو۔'' انھوں نے لکڑیاں جمع کر دیں تو اس نے کہا: ''اب آگ سلگاؤ۔'' انھوں نے آگ بھی سلگائی، پھر اس نے کہا: ''اس میں کود جاؤ۔'' انھوں نے کود جانے کا ارادہ کیا تو ان میں سے بعض ایک دوسرے کو روکنے لگے اور انھوں نے کہا: ''ہم اس آگ سے راہ فرار اختیار کر کے تو نبی ﷺ کے پاس آئے ہیں (اب اگر آگ ہی میں جلنا ہے تو کلمہ پڑھنے کا کیا فائدہ)۔'' وہ اسی طرح بحث مباحثے میں رہے کہ آگ بجھ گئی اور اس امیر کا غصہ بھی جاتا رہا۔ پھر جب نبی ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس سے نہ نکل پاتے، کیونکہ (مخلوق کی) اطاعت اسی کام میں ہے جو شریعت کے خلاف نہ ہو۔''

نبی ﷺ کا علی رضی اللہ عنہ کو علم میں خاص نہ کرنا

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بعض ایسی احادیث بیان کی ہیں جو کسی اور سے بیان نہیں کیں، یہ سوال خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی ہوا تھا اور انھوں نے اس کا انکار کیا تھا۔ چنانچہ سیدنا ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ ایک آدمی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''رسول اللہ ﷺ آپ کو راز داری سے کیا فرماتے تھے؟'' تو (یہ سن کر) سیدنا علی رضی اللہ عنہ غصے میں آ گئے اور فرمانے لگے:

« مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسِرُّ إِلَيَّ شَيْئًا يَكْتُمُهُ النَّاسَ ، غَيْرَ أَنَّهُ قَدْ حَدَّثَنِيْ بِكَلِمَاتٍ أَرْبَعٍ ، قَالَ فَقَالَ مَا هُنَّ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! قَالَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهُ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوٰى مُحْدِثًا، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ »

[مسلم، كتاب الأضاحي، باب تحريم الذبح لغير الله تعالى و لعن فاعله: ١٩٧٨۔ مسند أحمد : ١٠٨/١، ح : ٨٥٥]

''مجھے نبی اکرم ﷺ نے رازداری کی کوئی ایسی بات نہیں بتائی جسے دوسرے لوگوں سے چھپایا ہو، البتہ آپ ﷺ نے مجھے چار باتیں بیان کی ہیں۔'' راوی بیان کرتا ہے کہ اس شخص نے کہا: ''اے امیر المومنین! وہ کیا ہیں؟'' تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس شخص پر

جو اپنے باپ پر لعنت کرے اور اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس شخص پر جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے اور اللہ تعالیٰ کی اس شخص پر لعنت ہے جو کسی بدعتی کو جگہ دے اور اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس شخص پر جو زمین کے نشانات کو بدلے۔"

اس حدیث میں اللہ کی لعنت کا مطلب اللہ کی رحمت سے دوری ہے اور "غیر اللہ" کے لیے ذبح کرنے کا مطلب اللہ کے علاوہ کسی نبی، ولی، فرشتے، جن یا کسی بھی مخلوق کے لیے ذبح کرنا ہے، ساری مخلوقات اس حکم میں شامل ہیں۔ اگر اسلام کی نگاہ میں یہ سب چیزیں معمولی ہوتیں تو ان پر اس قدر سخت وعید نہ ہوتی کہ ان کا فاعل اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہوتا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

« أَعْطِهَا شَيْئًا، قَالَ مَا عِنْدِيْ شَيْءٌ، قَالَ أَيْنَ دِرْعُكَ الْحُطَمِيَّةُ؟ »

[أبو داوٗد، كتاب النكاح ، باب في الرجل يدخل بامرأته ...... الخ : ٢١٢٥، وإسناده حسن لذاته۔ نسائي: ٣٣٧٨ ۔ مسند البزار : ١١٠/٢ ، ح : ٤٦١]

”اسے کوئی چیز دو۔“ انھوں نے کہا: ”میرے پاس تو کوئی چیز نہیں ہے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ تمھاری حطمی زرہ کہاں ہے؟“

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« جَهَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فِيْ خَمِيْلَةٍ وَوِسَادَةِ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ » [صحيح ابن حبان : ٦٩٤٧، و إسناده حسن لذاته۔ مستدرك حاكم : ١٨٥/٢، ح : ٢٧٥٥]

”رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک چادر اور کھجور کی چھال سے بھرا ہوا چمڑے کا ایک تکیہ عنایت فرمایا۔“

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا زہد وقناعت اور صبر

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی تکلفات سے پاک اور نہایت سادہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں خوشحالی کی بہ نسبت تنگ دستی زیادہ تھی، جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ اشْتَكَتْ مَا تَلْقَى مِنَ الرَّحٰى مِمَّا تَطْحَنُ فَبَلَغَهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِسَبْيٍ فَأَتَتْهُ تَسْأَلُهُ خَادِمًا فَلَمْ تُوَافِقْهُ ، فَذَكَرَتْ لِعَائِشَةَ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ عَائِشَةُ لَهُ ، فَأَتَانَا وَقَدْ دَخَلْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا لِنَقُوْمَ فَقَالَ عَلٰى مَكَانِكُمَا، حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلٰى صَدْرِيْ ، فَقَالَ أَلَا أَدُلُّكُمَا عَلٰى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَانِيْ؟ إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَكَبِّرَا اللّٰهَ أَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ وَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ، فَإِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَكُمَا مِمَّا سَأَلْتُمَاهُ » [بخاري، كتاب فرض الخمس ، باب الدليل على أن الخمس......الخ : ٣١١٣ـ مسلم، : ٢٧٢٨]

”سیدہ فاطمہ علیہا السلام کو چکی پیسنے کی وجہ سے بہت تکلیف ہوئی، پھر انھیں معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں تو وہ آپ کے پاس خدمت گار لینے کی درخواست لے کر حاضر ہوئیں، لیکن آپ سے ملاقات کا اتفاق نہ ہو سکا تو انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا تذکرہ کیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے سامنے ان کی درخواست پیش کر دی۔ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے جب ہم اپنے بستروں میں جا چکے تھے، ہم کھڑے ہونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اپنے بستروں میں رہو۔“ (پھر آپ بیٹھ گئے) حتیٰ کہ میں نے آپ کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تمھیں اس چیز سے بہتر بات نہ بتاؤں جس کی تم نے مجھ سے درخواست کی تھی؟ وہ یہ کہ جب تم اپنے بستر میں جانے کا ارادہ کرو تو ۳۴ بار اللہ اکبر، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار

سبحان اللہ پڑھ لیا کرو، ایسا کرنا تمھارے لیے تمھاری طلب کردہ چیز سے بہت بہتر ہے۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کیا تو آپ ﷺ نے انھیں ایک چادر، کھجور کی چھال سے بھرا ہوا چمڑے کا ایک تکیہ، دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور دو مٹی کے گھڑے دیے۔ تو ایک دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: "اللہ کی قسم! میں پانی لاتے لاتے تھک گیا ہوں، یہاں تک کہ اب میرے سینے میں تکلیف شروع ہوگئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد کو غلام عطا فرمائے ہیں، لہٰذا جاؤ اور ان سے ایک خادم مانگ لاؤ۔" سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "اللہ کی قسم! چکی چلاتے چلاتے میرے ہاتھوں میں بھی چھالے پڑ گئے ہیں۔" چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "اے بیٹی! کیسے آنا ہوا؟" سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "بس آپ کو سلام کرنے کے لیے۔" اس کے بعد وہ آپ ﷺ سے سوال کرنے سے شرما گئیں اور واپس لوٹ آئیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "تم نے کیا کیا؟" انھوں نے کہا: "میں آپ سے سوال کرنے سے شرما گئی تھی۔" پھر ہم دونوں اکٹھے آپ ﷺ کے پاس آئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَاللّٰهِ ! لَقَدْ سَنَوْتُ حَتَّى اشْتَكَيْتُ صَدْرِيْ، وَقَالَتْ فَاطِمَةُ قَدْ طَحَنْتُ حَتّٰى مَجِلَتْ يَدَايَ، وَقَدْ جَاءَكَ اللّٰهُ بِسَبْيٍ وَسَعَةٍ فَأَخْدِمْنَا »

"اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میں پانی لاتے لاتے تھک گیا ہوں، یہاں تک کہ میرے سینے میں تکلیف شروع ہوگئی ہے۔" فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "میں مسلسل چکی چلاتی ہوں، یہاں تک کہ میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے غلام اور (مالی) وسعت عطا فرمائی ہے، لہٰذا (ان

غلاموں میں سے) ہمیں بھی ایک خادم دے دیجیے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« وَاللّٰهِ ! لَا أُعْطِيكُمَا وَأَدَعُ أَهْلَ الصُّفَّةِ تَطْوٰى بُطُونُهُمْ ، لَا أَجِدُ مَا أُنْفِقُ عَلَيْهِمْ، وَلٰكِنِّي أَبِيعُهُمْ وَأُنْفِقُ عَلَيْهِمْ أَثْمَانَهُمْ »

"اللہ کی قسم! میں تمھیں (خادم) نہیں دوں گا، کیا میں اہلِ صفہ کو چھوڑ دوں جن کے پیٹ میں بھوک کی وجہ سے بل پڑ رہے ہیں؟ میرے پاس ان کے اخراجات کے لیے کچھ نہیں ہے۔ میں تو ان غلاموں کو فروخت کر کے ان کی قیمت ان اہلِ صفہ پر خرچ کروں گا۔"

چنانچہ وہ دونوں واپس آ گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے، وہ دونوں (سونے کے لیے) اپنی چادر اوڑھ چکے تھے، جب وہ (چادر سے) سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگے ہو جاتے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی آہٹ پا کر) دونوں اٹھنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنی جگہ رہو۔" پھر فرمایا: "کیا میں تمھیں اس سے بہتر چیز کی خبر نہ دوں جس کا تم نے مجھ سے سوال کیا ہے؟" انھوں نے کہا: "کیوں نہیں!" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ چند کلمات ہیں، جو جبرائیل علیہ السلام نے مجھے سکھائے ہیں۔" پھر فرمایا:

« تُسَبِّحَانِ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ عَشْرًا، وَتَحْمَدَانِ عَشْرًا، وَتُكَبِّرَانِ عَشْرًا ، وَإِذَا أَوَيْتُمَا إِلٰى فِرَاشِكُمَا فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ، وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ، وَكَبِّرَا أَرْبَعًا وَّثَلَاثِينَ »

"ہر نماز کے بعد دس مرتبہ "سبحان اللہ"، دس مرتبہ "الحمد للہ" اور دس مرتبہ "اللہ اکبر" پڑھ لیا کرو اور جب اپنے بستر پر آؤ تو تینتیس (۳۳) مرتبہ "سبحان اللہ"، تینتیس (۳۳) مرتبہ "الحمد للہ" اور چونتیس (۳۴) مرتبہ "اللہ اکبر" پڑھ لیا کرو۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "اللہ کی قسم! جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ کلمات

سکھائے ہیں میں نے انھیں کبھی نہیں چھوڑا۔'' راوئ حدیث بیان کرتا ہے کہ ابن الکواء نے پوچھا: ''معرکۂ صفین کی رات بھی نہیں چھوڑا؟'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے اہلِ عراق! اللہ تمھیں قتل کرے! ہاں، معرکۂ صفین کی رات بھی (اس عمل کو) نہیں چھوڑا۔'' [مسند أحمد : ۱۰۶/۱، ح : ۸۳۸، و إسناده حسن لذاته۔ شرح مشكل الآثار للطحاوي : ۲۹۲/۱۰، ح : ٤۰۹۹]

ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى فَاطِمَةَ مِنَ اللَّيْلِ فَأَيْقَظَنَا لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى بَيْتِهِ فَصَلّٰى هَوِيًّا مِنَ اللَّيْلِ فَلَمْ يَسْمَعْ لَنَا حِسًّا فَرَجَعَ إِلَيْنَا فَأَيْقَظَنَا فَقَالَ قُوْمَا فَصَلِّيَا، قَالَ فَجَلَسْتُ وَ أَنَا أَعْرُكُ عَيْنِيْ وَ أَقُوْلُ إِنَّا وَاللّٰهِ! مَا نُصَلِّيْ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا، إِنَّمَا أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللّٰهِ، فَإِنْ شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا، قَالَ فَوَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ وَيَضْرِبُ بِيَدِهِ عَلٰى فَخِذِهِ مَا نُصَلِّيْ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ﴿ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴾ »

[نسائي، كتاب قيام الليل و تطوع النهار، باب الترغيب في قيام الليل : ۱٦۱۳۔ بخاري : ۱۱۲۷۔ مسلم : ۷۷۵]

''رسول اللہ ﷺ رات کے وقت میرے اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس تشریف لائے اور ہمیں نماز (تہجد) کے لیے جگایا، پھر اپنے گھر تشریف لے گئے اور رات کا کچھ حصہ نماز پڑھتے رہے۔ پھر جب آپ نے ہماری طرف سے کوئی آواز یا آہٹ نہ سنی تو دوبارہ تشریف لائے اور ہمیں پھر جگایا اور فرمایا: ''اٹھو اور نماز پڑھو۔'' تو میں (اٹھ کر) بیٹھ گیا اور آنکھیں ملتے ہوئے کہنے لگا: ''اللہ کی قسم! ہم تو وہی نماز

پڑھ سکیں گے جو اللہ نے ہماری قسمت میں لکھی ہے، کیونکہ ہماری روحیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، اگر وہ چاہے گا کہ ہمیں اٹھائے تو ہمیں اٹھا دے گا۔'' تو رسول اللہ ﷺ اپنی ران مبارک پر ہاتھ مارتے ہوئے واپس تشریف لے گئے اور آپ فرما رہے تھے: ''ہم وہی نماز پڑھیں گے جو اللہ نے ہماری قسمت میں لکھی ہے: ﴿وَكَانَ الْإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾ [الكهف: ٥٤] ''اور حقیقت یہ ہے کہ انسان ہمیشہ سے سب چیزوں سے زیادہ جھگڑنے والا ہے۔''

اس واقعہ سے صاف پتا چلتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ حق کے لیے کس قدر مخلص اور تعلیمات نبوی ﷺ کی نشر و اشاعت کے کس قدر شیدائی تھے۔ ذرا غور کیجیے کہ یہ واقعہ صرف آپ رضی اللہ عنہ کی ذات سے متعلق تھا اور پھر تہجد کی نماز فرض بھی نہیں، اس لیے اگر آپ چاہتے تو اسے چھپا لیتے، لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ اسے عام کیا۔ مسلمانوں کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ عمل ایک عظیم درس ہے جس پر ہم سب کو کاربند ہونا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''میں نے اٹھنے بیٹھنے کے انداز، خصلت اور وضع میں فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ جب نبی ﷺ کے پاس آتیں تو آپ ﷺ ان کی طرف کھڑے ہوتے، انھیں بوسہ دیتے اور پھر انھیں اپنی جگہ بٹھاتے اور جب نبی ﷺ ان کے پاس جاتے تو وہ بھی اپنی جگہ سے کھڑی ہوتیں، آپ ﷺ کو بوسہ دیتیں اور پھر آپ ﷺ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔'' [ترمذي، كتاب المناقب، باب ما جاء في فضل فاطمة..... الخ : ٣٨٧٢، و إسناده صحيح۔ مستدرك حاكم : ٤/ ٢٧٢، ٢٧٣، ح : ٧٧١٥]

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی (جو مسلمان تھی) سے منگنی کی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور

کہا: ''آپ کی قوم (بنو ہاشم) کا خیال ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کی حمایت میں غصہ نہیں فرماتے، یہی وجہ ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔'' (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے، میں اس وقت آپ ﷺ کی بات کو سن رہا تھا، آپ نے خطبے کے بعد فرمایا:

« أَمَّا بَعْدُ! أَنْكَحْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيْعِ ، فَحَدَّثَنِي وَصَدَقَنِي ، وَإِنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِنِّيْ وَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَسُوْءَ هَا ، وَاللّٰهِ! لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ »

[بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب ذكر أصهار النبي ﷺ ...... الخ : ٣٧٢٩]

''اما بعد! میں نے ابو العاص بن ربیع سے اپنی ایک بیٹی کا نکاح کیا تو اس نے مجھ سے جو بات کی اسے سچا کر دکھایا۔ بے شک فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا حصہ ہے اور میں یہ گوارا نہیں کرتا کہ اسے رنج پہنچے۔ (سنو) اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے عقد میں جمع نہیں ہو سکتیں۔''

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا:

« إِنَّ بَنِيْ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ اسْتَأْذَنُوْا فِيْ أَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيَّ ابْنَ أَبِيْ طَالِبٍ، فَلَا آذَنُ، ثُمَّ لَا آذَنُ، ثُمَّ لَا آذَنُ ، إِلَّا أَنْ يُرِيْدَ ابْنُ أَبِيْ طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِيْ وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ ، فَإِنَّمَا هِيَ بَضْعَةٌ مِنِّيْ ، يُرِيْبُنِيْ مَا أَرَابَهَا وَيُؤْذِيْنِيْ مَا آذَاهَا » [بخاري، كتاب النكاح، باب ذب الرجل عن ابنته في الغيرة والإنصاف : ٥٢٣٠۔ مسلم : ٢٤٤٩]

''ہشام بن مغیرہ کے خاندان نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا

نکاح علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے کر دیں۔ تو میں (اس کی) اجازت نہیں دیتا، پھر اجازت نہیں دیتا، ایک بار پھر اجازت نہیں دیتا۔ ہاں، اگر ابن ابی طالب کا ارادہ ہے تو وہ میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی بیٹی سے نکاح کر لے۔ فاطمہ تو میرے جسم کا حصہ ہے، جو چیز اسے پریشان کرتی ہے وہ مجھے بھی پریشان کرتی ہے اور جو چیز اس کے لیے تکلیف دہ ہے وہ میرے لیے بھی باعث اذیت ہے۔''

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سلسلے میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا، اس وقت میں بالغ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ اپنے دین کے متعلق آزمائش میں مبتلا نہ کی جائے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد شمس میں سے اپنے داماد (سیدنا ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ) کا ذکر کیا، ان کی تعریف کی اور فرمایا:

« حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِيْ وَوَعَدَنِي فَأَوْفٰى لِيْ وَإِنِّيْ لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالًا وَلَا أُحِلُّ حَرَامًا، وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ! لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ مَكَانًا وَاحِدًا أَبَدًا » [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل فاطمة بنت النبي رضي الله عنها: ٩٥/٢٤٤٩]

''اس نے مجھ سے بات کی تو سچ کہا اور جو مجھ سے وعدہ کیا پورا کیا اور میں کسی حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہیں کرتا، لیکن اللہ کی قسم! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک جگہ (ایک مرد کے نکاح میں) کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔''

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''میں کسی حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہیں کرتا'' فرما کر یہ بتانا چاہا ہے کہ ابوجہل کی بیٹی سے علی رضی اللہ عنہ کا نکاح شرعاً جائز ہے، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے دونوں کو ایک شوہر کی زوجیت میں اکٹھا کرنے سے دو منصوص اسباب کی وجہ سے منع فرمایا، ایک یہ کہ اس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف پہنچے گی اور پھر بالواسطہ نبی کریم ﷺ کو بھی تکلیف پہنچے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تکلیف دینے والا ہلاک ہو جائے گا۔ چنانچہ علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما پر کمال شفقت کی وجہ سے آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو اس شادی سے منع کر دیا۔ دوسرا سبب یہ کہ غیرت کی وجہ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فتنے میں واقع ہو جانے کے اندیشہ سے۔

بعض لوگوں نے ان احادیث کی تشریح یوں کی ہے کہ منع کرنا آپ ﷺ کا مقصد نہ تھا بلکہ آپ ﷺ بتانا چاہتے تھے کہ مجھے معلوم ہے کہ یہ دونوں ایک ساتھ ایک خاوند کی زوجیت میں نہیں رہیں گی اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ اپنی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کے ایک ساتھ ایک خاوند کی زوجیت میں ہونے کی حرمت کا اعلان کرنا چاہ رہے ہیں اور " لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالًا وَلَا أُحِلُّ حَرَامًا " کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جس چیز کو حلال کر دیا ہے میں اسے حرام نہیں کر سکتا اور جس کو حرام کر دیا ہے میں اسے حلال نہیں کر سکتا اور نہ اس کی حرمت بیان کرنے سے خاموش رہ سکتا ہوں، کیونکہ ایسی چیز پر میرا خاموش رہنا اسے حلال کہنے کے مترادف ہے۔ پس انھی نکاحوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ کے دشمن کی بیٹی اور اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی ایک ساتھ ایک شوہر کی زوجیت میں رہیں۔ [شرح صحيح مسلم للنووي : ١٦/ ٢٣٦، ٢٣٧]

دنیا و آخرت کی سرداری رضی اللہ عنہا

متعدد صحیح احادیث میں وارد ہے کہ دنیا و آخرت دونوں جگہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سیادت نصیب ہوگی۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ، وَخَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ » [فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل : ٢/ ٩٥٢، ٩٥٣، ح : ١٣٣٧، ١٣٣٨۔ ترمذي،

كتاب المناقب، باب في فضل خديجة رضي الله عنها : ٣٨٧٨۔ و إسناده صحيح]

''تجھے تمام جہانوں کی عورتوں میں سے مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور فرعون کی بیوی آسیہ کافی ہیں (یعنی یہ چاروں تمام جہانوں کی عورتوں سے افضل ہیں)۔''

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میری ماں نے سوال کیا: ''تو کتنی دیر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے؟'' میں نے انھیں کہا: ''اتنی اتنی مدت سے۔'' اس پر میری ماں نے مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا: ''مجھے اجازت دیجیے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر ان کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کروں اور پھر میں اس وقت تک ان کے پاس رہوں جب تک کہ وہ میرے اور آپ کے لیے استغفار نہیں فرماتے۔'' تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہوئے اور چل دیے تو میں بھی آپ کے پیچھے چلنے لگا۔ اس دوران ایک آنے والا آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے لگا۔ پھر جب آپ چلے تو میں بھی آپ کے پیچھے چل دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آواز سنی تو فرمایا: ''یہ کون ہے؟'' میں نے کہا: ''حذیفہ۔'' آپ نے فرمایا: ''تجھے کیا ہے؟'' میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا واقعہ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَلِأُمِّكَ)) ''اللہ تیری اور تیری ماں کی مغفرت فرمائے۔''

پھر فرمایا: ''کیا تو نے اس آنے والے کو دیکھا ہے جو تھوڑی دیر پہلے میرے سامنے آیا تھا؟'' میں نے کہا: ''کیوں نہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَهُوَ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَمْ يَهْبِطِ الْأَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ ، اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيَّ ، وَيُبَشِّرَنِي أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَأَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ)) [مسند أحمد : ٥/٣٩١، ح : ٢٣٣٢٩، وإسناده صحيح۔

ترمذي : ۳۷۸۱]

”وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا تھا۔ اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کہنے اور یہ خوشخبری سنانے کی اجازت طلب کی کہ حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہوں گے اور فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہوں گی، اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے حسن و حسین رضی اللہ عنہما

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی فضیلت احادیث کی روشنی میں

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''میں مدینہ کے بازاروں میں سے ایک بازار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو میں بھی آپ کے ساتھ واپس آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (گھر واپس آکر) تین مرتبہ دریافت فرمایا: ''بچہ کہاں ہے؟ حسن بن علی کو بلاؤ۔'' چنانچہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف) چل پڑے، ان کی گردن میں (خوشبو دار لونگ وغیرہ کا) ایک ہار تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی طرف) اپنا ہاتھ پھیلایا اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا ہاتھ پھیلایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں گلے لگا کر فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ، وَأَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُ»

''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر اور اس سے بھی محبت کر جو اس سے محبت کرے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد کوئی شخص بھی مجھے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ پیارا نہیں تھا۔'' [بخاري، كتاب اللباس، باب السخاب للصبيان: ٥٨٨٤۔ مسلم: ٢٤٢١]

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا، جبکہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی سیدنا

حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اور (اس موقع پر) آپ ﷺ نے فرمایا:

《 اِبْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ 》

[بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب الحسن و الحسين رضي الله عنهما : ٣٧٤٦، ٢٧٠٤]

"میرا یہ بیٹا سردار ہوگا اور (مجھے) امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کروائے گا۔"

یقیناً سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ آپ سردار ہیں، ان کے لیے بڑے فخر اور اعزاز کی بات اور عزت و شرف کا تمغا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے نانا محمد کریم ﷺ کی یہ بشارت حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ چنانچہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں مسلمانوں کے اختلاف اور باہم جنگوں کو ختم کر دیا۔ یہ ۴۱ ہجری کا واقعہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت صرف چھ (۶) ماہ ہے۔ اسلامی تاریخ میں اس سال کو "عام الجماعۃ" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ثقہ و صدوق تابعی امام حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: "اللہ کی قسم! جب سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں پہاڑوں جیسا لشکر لے کر آئے تو سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے (جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص تھے) کہا: "میں ایسے لشکروں کو دیکھ رہا ہوں جو اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک وہ اپنے مخالفین کو قتل نہ کر دیں (کیونکہ ان کا مقصد ہی قتل و خون ریزی اور فتنہ و فساد برپا کرنا ہے)۔" تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو واللہ! ان (عمرو) سے بہتر تھے، سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا: "اے عمرو! اگر انھوں نے ان کو اور انھوں نے اُن کو قتل کر دیا تو پھر میرے پاس لوگوں کے امور کی نگرانی کرنے والا کون ہوگا؟ ان کی عورتوں کی کفالت کرنے والا کون ہوگا؟ ان کے بچوں اور بوڑھوں کی حفاظت کرنے والا کون ہوگا؟" پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے قریش کے قبیلہ بنو عبد شمس سے دو آدمیوں عبد الرحمٰن بن سمرہ اور عبد اللہ بن عامر بن کریز کو بھیجا اور ان سے کہا: "اس شخص (سیدنا

حسن رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ، ان سے صلح سے متعلق بات کرو اور انھیں صلح کی دعوت دو۔" چنانچہ وہ دونوں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، ان سے گفتگو کی اور انھیں صلح کی دعوت دی۔ تو سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا: "ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور ہمیں (خلافت کی وجہ سے) روپیہ پیسہ خرچ کرنے کی عادت پڑ گئی ہے اور یہ لوگ جو ہمارے ساتھ ہیں انھیں بھی خون خرابہ کرنے کی لت پڑ چکی ہے (یہ روپیہ پیسہ کے بغیر واپس نہیں ہوں گے)۔" وہ دونوں کہنے لگے: "سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو اتنا اتنا پیسہ دینے پر راضی ہیں، وہ آپ سے صلح چاہتے ہیں اور انھوں نے فیصلہ آپ کی صوابدید پر چھوڑا ہے اور آپ سے اس کا حل دریافت کیا ہے؟" سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس کی ذمہ داری کون لے گا؟" انھوں نے عرض کی: "ہم اس کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔" اس کے بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے جس جس چیز کا مطالبہ کیا وہ دونوں یہی کہتے رہے کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔ چنانچہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔"

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا جبکہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ کبھی تو لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی ان کی طرف متوجہ ہو جاتے اور (اس موقع پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اِبْنِي هٰذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ » [بخاري، كتاب الصلح، باب قول النبي ﷺ للحسن ...... الخ : ٢٧٠٤، ٧١٠٩]

"میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور (مجھے) امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کروائے گا۔"

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا فوراً صلح کے لیے راضی ہو جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ لڑائی نہیں چاہتے تھے، بلکہ ان کی نیت صلح کی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی منافقین اسلامی

حکومت کی بیخ کُنی میں لگے ہوئے تھے اور اسی مقصد کے لیے وہ بھاری تعداد میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلے آئے، لیکن سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی دانش مندی، سیاست اور خلوص نے منافقین کو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا اور اس طرح مسلمان خون ریزی سے بچ گئے۔ البتہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو کچھ خدشات تھے، جن کی ذمہ داری عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبدالرحمٰن بن کریز بن عامر نے لے لی اور معاملہ بغیر کسی الجھن کے طے پا گیا۔ مندرجہ بالا واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی لڑنا نہیں چاہتے تھے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ» [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب الحسن و الحسين رضى الله عنهما : ٣٧٥٢]

"کوئی بھی سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر نبی ﷺ سے مشابہت نہیں رکھتا تھا۔"

سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "ایک دفعہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز عصر پڑھانے کے بعد (مسجد سے) باہر نکلے تو دیکھا کہ حسن رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں، تو انھوں نے حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا اور فرمایا:

« بِأَبِيْ، شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ لَا شَبِيْهٌ بِعَلِيٍّ »

"میرا باپ تجھ پر قربان ہو، تیری شکل وصورت نبی ﷺ سے ملتی ہے، (تیرے باپ) علی (رضی اللہ عنہ) سے نہیں۔"

اور اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ (پاس کھڑے) ہنس رہے تھے۔" [بخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ : ٣٥٤٢]

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل

سیدنا یعلیٰ العامری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک

دعوت کے لیے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس ٹھہر گئے، جبکہ حسین رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیلنا شروع ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پکڑنا چاہا، لیکن وہ اِدھر اُدھر بھاگتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پکڑ لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ ان کی گدی اور دوسرا ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور اپنا منہ مبارک ان کے منہ کے اوپر رکھا، انھیں بوسہ دیا اور فرمایا:

« حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ ، اَللّٰهُمَّ أَحِبَّ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْأَسْبَاطِ » [فضائل الصحابة لإمام أحمد ابن حنبل : ٧٧٢/٢، ح : ١٣٦١، و إسناده حسن لذاته]

”حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اے اللہ! جو حسین سے محبت کرے تو اس سے محبت کر۔ حسین میرے نواسوں میں سے ایک نواسہ ہے۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب والیٔ کوفہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا، جسے ایک طشت میں رکھا گیا تھا، تو وہ (بدبخت) اس پر لکڑی مارنے لگا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی خوبصورتی کے متعلق بھی کچھ کہا، تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمایا: ”یہ تو اہل بیت میں سے سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔“ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے وسمہ خضاب استعمال کر رکھا تھا۔ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب الحسن و الحسين رضي الله عنهما: ٣٧٤٨]

سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے مشترکہ فضائل

عبد الرحمٰن بن ابو نُعم بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، ان سے کسی (عراقی) شخص نے سوال کیا، (راوی) شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ اس نے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص حالتِ احرام میں مکھی مار دے تو اس پر کیا تاوان ہے؟ اس پر سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

«أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُوْنَ عَنِ الذُّبَابِ، وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ ابْنَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا» [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله عنهما : ٣٧٥٣]

''اہل عراق مکھی (کے قتل) کے متعلق سوال کرتے ہیں، جبکہ انھوں نے نواسۂ رسول ﷺ کو شہید کر ڈالا، حالانکہ نبی ﷺ نے ان دونوں کے متعلق فرمایا تھا: ''یہ دونوں دنیا میں میرے دو خوشبودار پھول ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِيْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِيْ» [ابن ماجه، كتاب السنة، باب فضل الحسن والحسين...... الخ : ١٤٣۔ فضائل الصحابة للإمام أحمد ابن حنبل : ٧٧٧/٢، ح: ١٣٧٦، وإسنادهٗ حسن لذاته، و عبد الرحمن بن مسعود اليشكري صدوق حسن الحديث، ذكره ابن حبان في الثقات (١٠٦/٥) و صحح له الحاكم و وافقه الذهبي (١٦٦/٣، ح: ٤٧٧٧) وقال الهيثمي ثقة، انظر مجمع الزوائد: ٥/ ٢٤٠]

''جس نے حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔''

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«فَإِنَّهُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَمْ يَهْبِطْ إِلَى الْأَرْضِ قَبْلَ لَيْلَتِهِ هٰذِهِ، اِسْتَأْذَنَ رَبَّهُ فِيْ أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيَّ فَبَشَّرَنِيْ أَوْ فَأَخْبَرَنِيْ أَنَّ الْحَسَنَ، وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ» [فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل : ٧٨٨/٢، ح : ١٤٠٦، و إسناده صحيح]

''یقیناً وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا تھا۔ اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کہنے کی اجازت طلب کی، تو (سلام کہنے کے بعد) اس نے مجھے یہ خوش خبری دی یا (فرمایا کہ) مجھے یہ خبر دی کہ یقیناً حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور (ان کی والدہ) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: '' ایک دن صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے، جس پر سیاہ بالوں سے بنے کجاووں جیسے نقوش تھے۔ اتنے میں سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں چادر کے اندر کر لیا، پھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بھی اس کے ساتھ (چادر میں) داخل ہو گئے، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بھی (چادر کے اندر) داخل کر لیا، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بھی (چادر کے) اندر داخل کر لیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ [الأحزاب : ٣٣]

''اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔'' [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أهل بيت النبي صلی اللہ علیہ وسلم : ٢٤٢٤]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ، وَيَقُوْلُ إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَاقَ، أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ » [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب : ٣٣٧١]

’’نبی ﷺ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو ان کلمات سے دم کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے:
’’تمھارے باپ (سیدنا ابراہیم علیہ السلام) بھی انھی کلمات سے اسماعیل اور اسحاق (علیہما السلام) کو دم کیا کرتے تھے: « أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ » ’’میں اللہ کے کامل کلمات کے ذریعے سے ہر شیطان، زہریلے جانور اور ہر ضرر رساں نظر کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔‘‘

سیدنا ابو بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ’’ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اس دوران سیدنا حسن اور حسین علیہما السلام سرخ قمیصیں پہنے ہوئے آئے۔ (کیفیت یہ تھی کہ) وہ دونوں گرتے پڑتے چل رہے تھے، تو رسول اللہ ﷺ منبر سے نیچے اترے، ان دونوں کو اٹھایا اور انھیں اپنے سامنے (منبر پر) بٹھا کر فرمانے لگے:

« صَدَقَ اللّٰهُ : ﴿ إِنَّمَآ أَمْوَالُكُمْ وَ أَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ [التغابن : ۱۵] نَظَرْتُ إِلٰى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَ يَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيْثِي وَ رَفَعْتُهُمَا » [ترمذي، كتاب المناقب، باب حمله و وضعه ﷺ الحسن والحسين بين يديه : ۳۷۷٤۔ أبو داوٗد : ۱۱۰۹۔ فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل : ۷۷۰/۲، ح : ۱۳۵۸، و إسناده حسن لذاته]

’’سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں۔ میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ گرتے پڑتے چل کر آ رہے ہیں تو میں صبر نہ کر سکا، یہاں تک کہ میں نے اپنا خطبہ چھوڑ کر انھیں اٹھا لیا۔‘‘

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا غزوات میں کردار

غزوۂ بدر میں کردار

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« مَا كَانَ فِيْنَا فَارِسٌ يَوْمَ بَدْرٍ غَيْرُ الْمِقْدَادِ وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا فِيْنَا إِلَّا نَائِمٌ ، إِلَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ شَجَرَةٍ يُصَلِّيْ وَيَبْكِيْ، حَتّٰى أَصْبَحَ » [مسند أحمد : ١/ ١٢٥ ، ح : ١٠٢٣، و إسناده صحيح۔ مسند أبي يعلى : ١/ ١٤٦۔ السنن الكبرى للنسائي : ٦/ ٣١٦، ح : ١١٠٨٠]

"بدر کے دن مقداد رضی اللہ عنہ کے سوا ہم میں سے کسی کے پاس گھوڑا نہیں تھا اور میں نے دیکھا کہ ہم میں سے ہر شخص سو رہا تھا سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے نماز پڑھ رہے تھے اور رو (رو کر دعائیں کر) رہے تھے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔"

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت: ﴿ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ﴾ [الحج : ١٩] (یہ دو جھگڑنے والے ہیں، جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا) قریش کے چھ (٦) آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی، (تین مسلمانوں کی طرف سے تھے، یعنی) سیدنا علی، حمزہ اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم اور (تین کفار کی طرف سے تھے، یعنی) شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔" [بخاري، كتاب المغازي، باب قتل أبي

جهل : ٣٩٦٦۔ مسلم : ٣٠٣٣]

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

« أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْثُوْ بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُوْمَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ »

''قیامت کے دن میں پہلا شخص ہوں گا جو اللہ کے دربار میں جھگڑا چکانے کے لیے دوزانو بیٹھوں گا۔''

سیدنا قیس بن عباد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''انھی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی : ﴿ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ﴾ [الحج : ١٩] ''یہ دو جھگڑنے والے ہیں جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا۔'' اور ان سے مراد وہ حضرات ہیں جو غزوۂ بدر کے دن ایک دوسرے کے مقابلے میں لڑائی کے لیے نکلے۔ (مسلمانوں کی طرف سے) سیدنا علی، حمزہ اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم اور (کفار کی طرف سے) شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ سامنے آئے۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل : ٣٩٦٥]

ابو اسحاق سبیعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے پوچھا، جبکہ میں سن رہا تھا:

« أَ شَهِدَ عَلِيٌّ بَدْرًا ؟ قَالَ وَبَارَزَ وَظَاهَرَ » [بخاري، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل : ٣٩٧٠]

''کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ معرکۂ بدر میں شریک تھے؟'' انھوں نے فرمایا: ''(ہاں) انھوں نے تو مبارزت کی تھی اور غالب رہے تھے۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ معرکۂ بدر میں شریک ہو کر وہ عظیم شرف حاصل کر چکے ہیں جو آئندہ حدیث میں بیان ہوا ہے، چنانچہ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بات کرتے ہوئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

« وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى مَنْ شَهِدَ بَدْرًا، فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ » [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الفتح : ٤٢٧٤۔ مسلم : ٢٤٩٤]

''تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں حاضر ہونے والوں سے فرمایا ہے: ''(آج کے بعد) تم جو چاہو عمل کرو، یقیناً میں تمھیں بخش چکا ہوں۔''

غزوۂ احد میں کردار

ابو حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کا علاج کس چیز سے کیا گیا تھا؟'' انھوں نے فرمایا: ''اب لوگوں میں کوئی شخص ایسا باقی نہیں رہا جو اس کے متعلق مجھ سے زیادہ جاننے والا ہو، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی لاتے تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرۂ انور سے خون دھوتی تھیں، پھر چٹائی جلا کر اس کی راکھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زخم بھر دیا گیا۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب دواء الجرح بإحراق الحصير...... الخ : ٣٠٣٧]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کے متعلق پوچھا گیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے دن لگا تھا، تو انھوں نے فرمایا:

« جُرِحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ وَهُشِمَتِ الْبَيْضَةُ عَلٰى رَأْسِهِ، فَكَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ تَغْسِلُ الدَّمَ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُمْسِكُ، فَلَمَّا رَأَتْ أَنَّ الدَّمَ لَا يَزِيْدُ إِلَّا كَثْرَةً أَخَذَتْ حَصِيْرًا فَأَحْرَقَتْهُ حَتّٰى صَارَ رَمَادًا ثُمَّ أَلْزَقَتْهُ فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ » [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب لبس البيضة : ٢٩١١۔ مسلم ١٧٩٠]

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک زخمی ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دانت بھی متاثر ہوئے اور آپ کے سر مبارک کا خود بھی ٹوٹ گیا، تو سیدہ فاطمہ علیہا السلام خون دھو رہی تھیں

اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ پانی ڈال رہے تھے۔ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون زیادہ بہہ رہا ہے تو انھوں نے چٹائی لی، اسے جلایا، حتیٰ کہ وہ راکھ ہوگئی، پھر انھوں نے اس سے زخم کو بھر دیا تو خون رک گیا۔''

واقعۂ افک اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا کردار

واقعۂ افک جس میں منافقین نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت لگائی تھی، اس کی تفصیل میں ہے کہ جب اس واقعہ کے متعلق کثرت سے چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور نبی کریم ﷺ کو سخت قلق و اضطراب لاحق ہوا تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی اور سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کو بلایا، کیونکہ وحی اترنے میں دیر ہو رہی تھی اور آپ ﷺ ان سے اپنی اہلیہ سے علیحدگی کے متعلق مشورہ چاہتے تھے۔ چنانچہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے تو اسی طرف اشارہ کیا جو وہ آپ ﷺ کی اہلیہ کی براءت اور ان کی (یعنی ہماری آپس کی) محبت کے بارے میں جانتے تھے، انھوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! وہ آپ کی اہلیہ ہیں اور ہم خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے۔'' سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! لَمْ يُضَيِّقِ اللّٰهُ عَلَيْكَ، وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيْرٌ، وَإِنْ تَسْأَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ »

''اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی اور عورتیں ان کے علاوہ بھی بہت ہیں اور اگر آپ (ان کی) خادمہ (بریرہ) سے پوچھیں تو وہ آپ کو ٹھیک ٹھیک بتا دے گی۔''

چنانچہ آپ ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے پوچھا: ''اے بریرہ! کیا تم نے کوئی ایسی بات دیکھی ہے کہ عائشہ کے متعلق تمھیں کچھ شک ہو؟'' بریرہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: ''اس

ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے ان میں کوئی بات نہیں دیکھی جسے میں ان کا عیب سمجھوں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ وہ ایک نوعمر لڑکی ہیں، گھر والوں کا آٹا گندھا ہوا چھوڑ کر سو جاتی ہیں اور بکری آ کر اسے کھا جاتی ہے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ لولا إذ سمعتموه ... ﴾ : ٤٧٥٠۔ مسلم: ٢٧٧٠]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کردار پر حملہ کیا اور نہ ان کی طرف کسی برائی کی نسبت کی، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کی رائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہی کہا تھا کہ اے اللہ کے رسول! اگر آپ اس الجھن و مصیبت سے نجات چاہتے ہیں تو ان کے علاوہ اور بھی بہت سی عورتیں ہیں اور اگر حقیقت تک رسائی مطلوب ہے تو بریرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ لیجیے، وہ آپ کو صحیح حقیقت بتا دے گی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کیسی ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کا اعلان کیا اور فرمایا کہ جو شخص ظلم و جھوٹ کے سہارے عزت رسول پر بٹا لگانا چاہے گا اس کا انجام برا ہوگا۔ سیدنا علی اور سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہما کے مشورے اپنی اپنی جگہ بہتر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں تھے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیوی کی پاک دامنی پر مزید قناعت حاصل ہوئی۔

غزوۂ خندق میں کردار

ثقہ وصدوق تابعی امام محمد بن شہاب الزہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''غزوۂ خندق کے دن مشرکین میں سے عمرو بن عبد وَدّ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جہنم واصل کیا۔'' [مستدرك حاكم : ٣٢/٣، ح : ٤٣٢٨، وإسناده حسن لذاته إلى الزهري]

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَلَأَ اللّٰهُ قُبُوْرَهُمْ وَقُلُوْبَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطٰى وَهِيَ صَلَاةُ الْعَصْرِ » [التفسير من سنن سعيد بن منصور : ٨٩٢/٣، ح :

۳۹۲، وإسناده حسن لذاته]

''اللہ تعالیٰ ان (دشمنوں) کی قبروں اور ان کے دلوں کو آگ سے بھر دے، انھوں نے ہمیں درمیانی نماز سے مشغول کر دیا اور وہ نمازِ عصر تھی۔''

صلح حدیبیہ میں کردار رضی اللہ عنہ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''حدیبیہ والے دن (مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان) معاہدۂ صلح کی تحریر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تحریر کی تھی۔''

[فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل : ۲/ ۵۹۰ ، ح : ۱۰۰۱، و إسناده حسن لذاته]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس صلح نامے کو تحریر کیا جو صلح حدیبیہ کے دن رسول اللہ ﷺ اور مشرکین مکہ کے درمیان ہوئی تھی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا:

« هٰذَا مَا كَاتَبَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ »

''یہ (معاہدہ) ہے جس پر تحریری صلح کی اللہ کے رسول محمد (ﷺ) نے۔''

تو مشرکین مکہ نے کہا: ''لفظ ''رسول اللہ'' مت لکھیے، اس لیے کہ اگر ہمیں یقین ہوتا کہ آپ ''اللہ کے رسول'' ہیں تو ہم آپ سے نہ لڑتے۔'' نبی ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

« أُمْحُهُ » ''اس لفظ کو مٹا دو۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

« مَا أَنَا بِالَّذِيْ أَمْحَاهُ ، فَمَحَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ »

[مسلم ، كتاب الجهاد والسير، باب صلح الحديبية : ۱۷۸۳]

''میں تو اس لفظ کو نہیں مٹاؤں گا۔'' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دیا۔''

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور مشرکین مکہ کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر صلح کے معاہدے کی تحریر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لکھی۔ رسول اللہ ﷺ

نے کاتب (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کو بلا کر ان سے فرمایا: ''لکھو ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.''
اس پر سہیل بن عمرو نے (تعجب کے انداز سے) کہا: ''رحمٰن! اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ رحمٰن کون ہے، آپ اس طرح لکھوائیں: '' بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ '' جیسا کہ آپ پہلے لکھا کرتے تھے۔'' مسلمانوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! ہم تو '' بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ '' ہی لکھیں گے۔'' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ '' ہی لکھ دو۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لکھو کہ یہ وہ تحریر ہے جس کی بنیاد پر ''محمد رسول اللہ'' نے صلح کی۔'' سہیل بن عمرو نے کہا: ''اللہ کی قسم! اگر ہم یہ یقین رکھتے کہ آپ ''رسول اللہ'' ہیں تو ہم نہ تو آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ سے جنگ ہی کرتے، لہٰذا آپ محمد بن عبداللہ لکھیں۔'' اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، اگرچہ تم میری تکذیب کرو، اچھا ''محمد بن عبداللہ'' ہی لکھو۔'' [بخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد...... الخ : ٢٧٣١، ٢٧٣٢۔ مسند أحمد : ٤/ ٣٢٨ تا ٣٣١، ح : ١٨٩٥٢۔ ابن حبان : ٤٨٧٢]

دیگر اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعتِ رضوان کا شرف حاصل کیا اور اللہ تعالیٰ کی اس بشارت کے مستحق قرار پائے:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾ [الفتح : ١٨]

''بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل کر دی اور انھیں بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی۔''

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ)) [مسند أحمد : ٣/ ٣٥٠، ح : ١٤٧٩٠، وإسناده صحيح۔ ترمذي : ٣٨٦٠۔ ابن حبان : ٤٨٠٢]

''جس نے اس درخت کے نیچے بیعت کی وہ کسی صورت جہنم میں داخل نہیں ہو گا۔''

غزوۂ خیبر میں کردار

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ »

''میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عنایت کرے گا۔''

راوی بیان کرتا ہے کہ لوگ رات بھر اسی سوچ بچار میں رہے کہ دیکھیں جھنڈا کسے ملتا ہے؟ صبح ہوئی تو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہر ایک کی خواہش تھی کہ جھنڈا اسے دیا جائے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟'' لوگوں نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انھیں پیغام بھیج کر میرے پاس بلاؤ۔'' جب وہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور ان کے لیے دعا فرمائی، چنانچہ اس سے انھیں ایسی شفا ملی کہ گویا انھیں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا ؟ »

''اے اللہ کے رسول! میں ان سے جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ سارے ہم جیسے (مسلمان) ہو جائیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اُنْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ، فَوَاللّٰهِ! لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا، خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ »

[بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب علي بن أبي طالب القرشي الهاشمي ...... الخ : ٣٧٠١۔ مسلم : ٢٤٠٦]

''ابھی یوں ہی چلتے رہو، یہاں تک کہ ان کے میدان میں اترو، تو پہلے انھیں اسلام کی دعوت دو اور انھیں بتاؤ کہ اللہ کے ان پر کیا حقوق (واجب) ہیں؟ اللہ کی قسم! اگر تمھاری کوشش سے کسی ایک شخص کو بھی اللہ تعالیٰ ہدایت دے دے تو یہ تمھارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔''

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ خیبر کے موقع پر نبی ﷺ سے پیچھے رہ گئے، کیوں کہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے، تو وہ (دل میں) کہنے لگے : « أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ » ''بھلا میں رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر پیچھے رہ جاؤں؟ (نہیں، میں پیچھے نہیں رہوں گا)۔'' چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے اور نبی ﷺ (کے لشکر) سے جا ملے۔ پھر جب وہ رات آئی جس کی صبح خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْ لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَوْ قَالَ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ »

''کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا، یا (فرمایا) کل وہ شخص جھنڈا لے گا جس سے اللہ اور اس کے رسول کو محبت ہے، یا فرمایا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح نصیب کرے گا۔''

پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ آ گئے، حالانکہ ان کے آنے کی توقع نہیں تھی۔ لوگوں نے کہا کہ یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں جھنڈا دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں (خیبر کی) فتح عنایت فرمائی۔'' [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب علي بن أبي طالب ...... الخ : ٣٧٠٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں

(کل) ضرور بالضرور یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے اس دن سے پہلے کبھی امارت کی خواہش نہیں کی، میں (اس دن) اپنی گردن کو لمبا کر کے جھانکتا بھی رہا، اس امید پر کہ شاید جھنڈا مجھے تھما دیا جائے، لیکن جب دوسرا دن ہوا تو آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور جھنڈا انھیں دیتے ہوئے فرمایا:

«قَاتِلْ، وَلَا تَلْتَفِتْ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكَ، فَسَارَ قَلِيْلًا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! عَلٰى مَا أُقَاتِلُ؟ قَالَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ، فَقَدْ مَنَعُوْا مِنِّيْ دِمَاءَ هُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ»

[مسند أبي داوٗد الطيالسي : ٤/ ١٨٧، ح : ٢٥٦٣، و إسناده صحيح۔ مسند أحمد : ٢/ ٣٨٤، ح : ٨٩٩٠]

''(ان سے پوری دل جمعی سے) لڑائی کرو اور (لڑائی سے) توجہ نہیں ہٹانی، یہاں تک کہ اللہ عز وجل تمھیں فتح عطا فرما دے۔'' پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ انھوں نے آپ ﷺ سے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! میں کس چیز پر قتال کروں (یعنی کب تک ان سے لڑوں)؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، جب وہ یہ کام کرنے لگیں تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال محفوظ کر لیے، سوائے اسلام کے کسی حق کے اور (پوشیدہ معاملات میں) ان کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا۔''

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''غزوۂ خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے جھنڈا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا، تو مرحب یہودی میدان میں نکلا اور کہنے لگا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
إِذَا الْحُرُوْبُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

”سارا خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، پوری طرح ہتھیار بند، بہادر، آزمودہ کار جب لڑائیاں شعلے اڑاتی ہوئی آتی ہیں۔“

تو مقابلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نکلے اور اسے یوں للکارنے لگے:

أَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَهْ
كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَهْ
أُوْفِيْهِمُ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَهْ

”میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے، کچھار کے شیر کی طرح ہوں، جسے دیکھنے سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ میں انھیں (اپنے دشمنوں کو) ایک صاع (برابر حملے) کے بدلے میں تیروں کا پورا درخت ماپ کر دیتا ہوں (یعنی میں اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا ہوں)۔“

پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کے سر پر تلوار سے وار کیا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد ان کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے (خیبر کی) فتح عطا فرمائی۔“ [مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة ذي قرد وغيرها: ١٨٠٧]

فتح مکہ سے پہلے قریش کے مفاد کی جاسوسی کو ناکام بنانے میں کردار

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ فَقَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰى تَأْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ، فَإِنَّ بِهَا ظَعِيْنَةً، مَعَهَا كِتَابٌ

فَخُذُوْا مِنْهَا، قَالَ فَانْطَلَقْنَا تَعَادٰى بِنَا خَيْلُنَا حَتّٰى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ، فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِيْنَةِ، قُلْنَا لَهَا أَخْرِجِي الْكِتَابَ، قَالَتْ مَا مَعِيَ كِتَابٌ، فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ، قَالَ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا، فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا فِيْهِ: مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِيْ بَلْتَعَةَ إِلٰى نَاسٍ بِمَكَّةَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حَاطِبُ! مَا هٰذَا ؟ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ، إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ، يَقُوْلُ كُنْتُ حَلِيْفًا، وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ مَنْ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُوْنَ بِهَا أَهْلِيْهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ، فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيْهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُوْنَ بِهَا قَرَابَتِي وَلَمْ أَفْعَلْهُ ارْتِدَادًا عَنْ دِيْنِي وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ، فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ، فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى مَنْ شَهِدَ بَدْرًا، فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ السُّوْرَةَ: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾»

[بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الفتح: ٤٢٧٤، ٣٩٨٣، ٣٠٠٧ـ مسلم: ٢٤٩٤]

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے، زبیر اور مقداد (رضی اللہ عنہم) کو روانہ کیا اور حکم دیا: "تم چلتے

رہو یہاں تک کہ روضۂ خاخ کے مقام پر پہنچو، وہاں تمھیں اونٹنی پر سوار ایک عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہے، تم اس سے (وہ خط) حاصل کر کے لے آؤ۔'' انھوں نے کہا: ''ہم وہاں سے چل پڑے، ہمارے گھوڑے ہمیں بڑی تیزی سے لے جا رہے تھے۔ جب ہم روضۂ خاخ پہنچے تو واقعی وہاں ہمیں اونٹنی پر سوار ایک عورت ملی، ہم نے اس سے کہا: ''خط نکال دے۔'' وہ کہنے لگی: ''میرے پاس کوئی خط نہیں۔'' ہم نے کہا: ''تجھے خط نکالنا ہوگا بصورت دیگر ہم تیرے کپڑے اتار پھینکیں گے۔'' تو (وہ ڈر گئی اور) اس نے اپنے بالوں کے جوڑے سے خط نکال کر ہمارے حوالے کر دیا، جسے لے کر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ خط حاطب بن ابی بلتعہ (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے مکہ کے چند مشرکوں کے نام تھا۔ اس خط کے ذریعے سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ راز مشرکین کو بتا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے حاطب! یہ کیا ہے؟'' حاطب (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! میرے معاملے میں جلد بازی نہ کرنا، دراصل بات یہ ہے کہ میں قریش کے خاندان سے نہیں تھا، بلکہ میں ان کا حلیف تھا اور آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی مکہ مکرمہ میں قرابت داری ہے، جس کی وجہ سے اہل مکہ ان کے اہل وعیال اور اموال و متاع کی حفاظت کریں گے، میں نے خیال کیا کہ جب میرا ان سے کوئی نسبی رشتہ نہیں ہے تو میں ان پر کوئی احسان کر دوں جس کی وجہ سے وہ میرے رشتے داروں کی نگہبانی کریں۔ میں نے یہ کام اپنے دین سے برگشتہ ہو کر نہیں کیا اور نہ اسلام کے بعد کفر کو پسند کرنے کی وجہ سے کیا ہے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ اس شخص نے سچ سچ کہہ دیا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! آپ مجھے اجازت دیں، میں اس منافق کی گردن اڑاتا ہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ شخص بدر کی جنگ

میں شریک ہو چکا ہے اور (اے عمر!) تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں حاضر ہونے والوں سے فرمایا ہے: ''تم جو چاہو عمل کرو، یقیناً میں تمھیں بخش چکا ہوں۔'' پھر (اس موقع پر) اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖۗ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖۗ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ [الممتحنة : ١]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔''

فتح مکہ کے موقع پر جعدہ کو قتل کرنے کی کوشش کرنا

سیدہ ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''فتح مکہ کے موقع پر میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے آپ ﷺ کو غسل کرتے ہوئے پایا اور آپ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو پردہ کیے ہوئے تھیں۔ میں نے آپ کو سلام عرض

کیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ کون ہے؟'' میں نے کہا: ''ابو طالب کی بیٹی ام ہانی ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''خوش آمدید ام ہانی!'' جب آپ ﷺ غسل سے فارغ ہوئے تو اٹھے اور ایک ہی کپڑا لپیٹ کر آٹھ رکعات ادا کیں۔ میں نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! میرا ماں جایا بھائی علی کہتا ہے کہ وہ فلاں شخص کو قتل کرے گا جسے میں نے پناہ دے رکھی ہے اور وہ ہبیرہ کا فلاں بیٹا (جعدہ) ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ام ہانی! جسے تو نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی۔'' سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''وہ چاشت کا وقت تھا۔'' [بخاري، كتاب الجزية والموادعة، باب أمان النساء و جوارهن: ۳۱۷۱۔ مسلم: ۳۳٦/۸۲، بعد، ح: ۷۲۰]

اس واقعہ سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ اگر کوئی مسلمان کسی حربی کافر کو امان دے دے تو اس کا امان دینا درست ہوگا اور کسی دوسرے مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہوگا کہ وہ اسے کسی طرح بھی تکلیف پہنچائے۔ لیکن اس امان کو ضرر رسانی سے پاک رکھنے کے لیے علماء نے یہ شرط لگائی ہے کہ امان دینے والا کسی جانب داری سے متہم نہ ہو اور وہ امان مزید نقصانات کا باعث نہ بنے، یا اس معاملے کو حاکم وقت کے پاس پیش کر دیا جائے، تاکہ وہ اپنی صواب دید سے مناسب فیصلہ کرے۔

غزوۂ حنین میں

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''قبیلہ ہوازن کے آگے آگے ایک طاقتور شخص سرخ اونٹ پر سوار سیاہ جھنڈا لیے ہوئے تھا، یہ شخص جب کسی کو زد میں لیتا تو نیزے سے اس پر حملہ کرتا، پھر اگر کوئی بچ کر نکل جاتا تھا تو اس کے پیچھے سے اس پر حملہ کرتا اور نیزہ اس کے آر پار کر دیتا۔ تو سیدنا علی اور ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہما دونوں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کے اونٹ کی پچھلی ٹانگوں پر وار کیا جو اس کی سرین تک جا پہنچا، پھر انصاری صحابی نے بھی اس کے اونٹ کی پنڈلی پر وار کر کے آدھی پنڈلی تک اس کا

پاؤں کاٹ دیا، تو وہ سوار گر پڑا (اور اسے قتل کر دیا گیا)۔ پھر لوگ آپس میں جنگ کرنے لگے۔'' [مسند أبي يعلى : ٣/٣٨٨ ، ح : ١٨٦٣ ، و إسناده حسن لذاته]

غزوۂ تبوک میں کردار

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک کے لیے نکلے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو (مدینہ میں) اپنا جانشین مقرر کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

« أَتُخَلِّفُنِي فِي الصِّبْيَانِ وَ النِّسَاءِ؟ قَالَ أَلَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِيْ » [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة تبوك وهي غزوة العسرة : ٤٤١٦]

''(اے اللہ کے رسول!) کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے پاس تمھارا وہی درجہ ہو جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاں ہارون علیہ السلام کا تھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔''



سیدنا علی رضی اللہ عنہ عمرۃ القضا میں

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عمرۃ القضا کے موقع پر جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (عمرہ کرنے کے بعد) مکہ سے واپس ہونے لگے تو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی چچا چچا کہتی ہوئی پیچھا کرنے لگی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ''اسے اٹھا لو، یہ تمھاری چچازاد ہے اور اسے اپنے ساتھ سوار کر لو۔'' پھر اس لڑکی کے متعلق سیدنا علی، زید اور جعفر رضی اللہ عنہم نے جھگڑا کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: « أَنَا أَحَقُّ بِهَا وَهِيَ ابْنَةُ عَمِّيْ » ''میں اس کا زیادہ حق دار ہوں، کیونکہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔'' سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''(نہیں، میں زیادہ حق دار ہوں، کیونکہ) یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔'' سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''(میں زیادہ حق دار ہوں، کیونکہ) یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا: « اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ » ''خالہ ماں کی جگہ ہوتی ہے۔'' اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: « أَنْتَ مِنِّيْ وَ أَنَا مِنْكَ » ''تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔'' پھر سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: « أَشْبَهْتَ خَلْقِيْ وَ خُلُقِيْ » ''تم صورت اور سیرت میں میری مانند ہو۔'' پھر سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: « أَنْتَ أَخُوْنَا وَمَوْلَانَا » ''تم ہمارے بھائی اور ہمارے مولا (آزاد کردہ غلام) ہو۔'' [بخاري، كتاب الصلح، باب كيف يكتب هذا ما صالح ...... الخ : ٢٦٩٩]

پہلا حج اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا کردار

فتح مکہ کے بعد ۹ ہجری میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں پہلا حج ادا کیا گیا، رسول اللہ ﷺ اس حج میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حج کے بارے میں بیان کرتے ہیں: ''مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں میں بھیجا جو قربانی والے دن اعلانِ براءت کے لیے بھیجے گئے تھے، وہ منیٰ میں اعلان کر رہے تھے: ''اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرنے کے لیے نہ آئے اور نہ کوئی شخص برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔'' (راوی) حمید بیان کرتے ہیں کہ پھر نبی ﷺ نے پیچھے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور انھیں حکم دیا کہ سورۂ براءت کا اعلان کریں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں ہمارے ساتھ (ذوالحجہ کی) دس تاریخ کو اعلانِ براءت کیا، نیز یہ اعلان بھی کیا:

« أَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ » [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿ و أذان من الله و رسوله ...... ﴾ : ٤٦٥٦۔ مسلم : ١٣٤٧]

''آئندہ سال سے کوئی مشرک حج کے لیے نہ آئے اور نہ ہی کوئی شخص برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''جب رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مکہ والوں کی طرف براءت کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔'' کسی نے پوچھا: ''تم کیا اعلان کرتے تھے؟'' تو انھوں نے فرمایا:

« كُنَّا نُنَادِي أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ، وَمَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ، فَإِنَّ أَجَلَهُ أَوْ أَمَدَهُ إِلٰى أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ، فَإِذَا مَضَتِ الْأَرْبَعَةُ الْأَشْهُرِ فَإِنَّ اللّٰهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَ رَسُولُهُ، وَلَا يَحُجُّ هٰذَا الْبَيْتَ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، قَالَ فَكُنْتُ أُنَادِي حَتّٰى صَحِلَ صَوْتِي »

[مسند أحمد: ۲/ ۲۹۹، ح: ۷۹۷۷۔ نسائي: ۲۹۶۱۔ مستدرك حاكم: ۲/ ۳۳۱، ح: ۳۲۷۵]

”ہم اعلان کرتے تھے کہ جنت میں صرف مومن شخص ہی داخل ہوگا اور کوئی شخص برہنہ حالت میں بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گا اور جس کا اللہ کے رسول ﷺ سے عہد و پیمان ہے اس کے لیے چار ماہ کی مدت ہے۔ اس کے گزر جانے کے بعد اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بری ہیں اور نہ ہی اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کا حج کرے۔“ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”میں یہ اعلان کرتا رہا، یہاں تک کہ میری آواز بیٹھ گئی۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور وفدِ نجران کو دعوتِ مباہلہ

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴾ [آل عمران : ٦١]

”آؤ! ہم اپنے بیٹوں اور تمھارے بیٹوں کو بلا لیں اور اپنی عورتوں اور تمھاری عورتوں کو بھی اور اپنے آپ کو اور تمھیں بھی، پھر گڑ گڑا کر دعا کریں، پس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔“

تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا:

« اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِيْ » [ترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة آل عمران : ٢٩٩٩]

”اے اللہ! یہ (بھی) میرے اہل ہیں۔“



سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن میں بطورِ داعی و قاضی

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یمن کی طرف روانہ کیا، پھر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جگہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تعینات فرمایا اور انھیں حکم دیا:

« مُرْ أَصْحَابَ خَالِدٍ مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ أَنْ يُعَقِّبَ مَعَكَ فَلْيُعَقِّبْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُقْبِلْ »

''خالد (رضی اللہ عنہ) کے ساتھیوں سے کہہ دو کہ ان میں سے جو تمھارے ساتھ (یمن میں) رہنا چاہے وہ تمھارے ساتھ (یمن) لوٹ جائے اور جو چاہے (مدینہ) واپس چلا آئے۔''

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''میں بھی انھی لوگوں میں سے تھا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن لوٹ گئے تھے اور مجھے کئی اوقیہ چاندی مال غنیمت میں سے حاصل ہوئی تھی۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب بعث علي بن أبي طالب و خالد بن الوليد رضي الله عنهما إلى اليمن ...... الخ : ٤٣٤٩]

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر یمن کی طرف روانہ کیا اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس کا سپہ سالار مقرر کیا، کفار سے جنگ ہوئی اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی، بہت سا مالِ غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ چنانچہ سیدنا بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس (یمن) بھیجا، تاکہ وہ مالِ غنیمت میں

سے خمس (پانچویں حصے) کو اپنی تحویل میں لے لیں (اور تقسیم کر دیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خمس میں سے ایک لونڈی خود لے لی، مجھے یہ بات ناگوار گزری اور) مجھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بہت بغض پیدا ہوگیا، پھر (کچھ دیر بعد) میں نے انھیں غسل کرتے دیکھا تو میں نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ سے کہا: ''کیا آپ نے علی (رضی اللہ عنہ) کی طرف نہیں دیکھا (کہ انھوں نے اپنے حصے سے زائد لے لیا اور ایک لونڈی سے صحبت کی)؟'' پھر جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے آپ ﷺ سے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''اے بریدہ! کیا تمھیں علی (رضی اللہ عنہ) سے بغض ہے؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں!'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''علی (رضی اللہ عنہ) سے بغض نہ رکھو، کیونکہ مالِ خمس میں اس کا اس سے بھی زیادہ حق ہے۔'' [بخاري ، كتاب المغازي، باب بعث علي بن أبي طالب...... الخ : ٤٣٥٠]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیری کے پتوں سے صاف کردہ چمڑے (کے تھیلے) میں تھوڑا سا سونا بھیجا جو ابھی مٹی سے علیحدہ نہیں کیا گیا تھا، آپ ﷺ نے اسے چار اشخاص عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید الخیل اور چوتھے علقمہ بن علاثہ یا عامر بن طفیل (رضی اللہ عنہم) میں تقسیم کر دیا، تو آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا: ''ہم ان لوگوں سے زیادہ اس سونے کے حق دار تھے۔'' نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا تَأْمَنُوْنِيْ وَأَنَا أَمِينُ مَنْ فِي السَّمَاءِ، يَأْتِيْنِيْ خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً ؟»

''تم لوگ مجھ پر اعتماد نہیں کرتے، حالانکہ اس پروردگار کو مجھ پر اعتماد ہے جو آسمانوں پر ہے اور صبح و شام میرے پاس آسمانی خبر آتی رہتی ہے۔''

اس دوران میں ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا جس کی آنکھیں دھنسی ہوئیں، رخسار پھولے ہوئے، پیشانی ابھری ہوئی، گھنی ڈاڑھی، سر منڈا اور اونچی ازار باندھے ہوئے تھا، وہ کہنے لگا:

''اللہ کے رسول! آپ اللہ سے ڈریں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « وَيْلَكَ، أَوَ لَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ يَتَّقِيَ اللّٰهَ » ''تو ہلاک ہو جائے، کیا میں روئے زمین کے لوگوں میں اللہ سے ڈرنے کا زیادہ حق دار نہیں ہوں؟'' پھر وہ شخص چلا گیا تو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! کیا میں اس کی گردن نہ اڑا دوں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « لَا، لَعَلَّهُ أَنْ يَكُوْنَ يُصَلِّيْ » ''نہیں، شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔'' سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: ''بہت سے نمازی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ منہ سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتیں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنِّيْ لَمْ أُوْمَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ »

[بخاري، كتاب المغازي، باب بعث علي بن أبي طالب...... الخ : ٤٣٥١]

''مجھے لوگوں کے دل ٹٹولنے یا ان کے پیٹ چیرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی تحصیل داری (یعنی یمن کی ذمہ داری) سے واپس آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا: « بِمَ أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ!؟ » ''اے علی! تم نے احرام کس طرح باندھا ہے؟'' انھوں نے کہا: « بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ » ''جس طرح (میرے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « فَأَهْدِ وَ امْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ » ''تم قربانی کا جانور بھیج دو اور جس طرح احرام باندھا ہے اسی کے مطابق عمل کرو۔'' سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قربانی کے جانور لائے تھے۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب بعث علي بن أبي طالب...... الخ : ٤٣٥٢]

بکر بن عبداللہ بصری سے روایت ہے، انھوں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ اور حج دونوں کا احرام باندھا تھا، تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کا احرام

باندھا تھا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ حج ہی کا احرام باندھا تھا، پھر جب ہم مکہ مکرمہ آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو وہ اپنے حج کے احرام کو عمرے میں تبدیل کر لے (اور طواف اور سعی کر کے احرام کھول دے)۔'' چونکہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ قربانی کا جانور تھا اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی یمن سے حج کے ارادے سے آئے تھے، تو نبی کریم ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: ''تم نے احرام باندھتے وقت کیا نیت کی تھی؟ ہمارے ساتھ تمھاری زوجہ (فاطمہ رضی اللہ عنہا) بھی ہیں۔'' انھوں نے عرض کی: ''میں نے نبی اکرم ﷺ کے احرام کے مطابق اپنے احرام کی نیت کی تھی۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تم اپنے احرام پر قائم رہو، کیونکہ ہمارے ساتھ قربانی کا جانور ہے۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب بعث علي بن أبي طالب......الخ : ٤٣٥٣، ٤٣٥٤]

حجۃ الوداع اور گوشت کی تقسیم کی ذمہ داری

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے گوشت کی تقسیم کی ذمہ داری سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ذمے تھی۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«بَعَثَنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْتُ عَلَى الْبُدْنِ فَأَمَرَنِيْ فَقَسَمْتُ لُحُوْمَهَا ثُمَّ أَمَرَنِيْ فَقَسَمْتُ جِلاَلَهَا وَجُلُوْدَهَا»

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع میں) مجھے قربانی کے اونٹوں کی نگرانی کے لیے روانہ کیا، جب میں گیا تو مجھے حکم دیا کہ میں ان کا گوشت تقسیم کروں، چنانچہ میں نے تقسیم کر دیا، پھر حکم دیا تو میں نے ان کی جھولیں اور کھالیں بھی تقسیم کر دیں۔''

صحیح بخاری کی اس روایت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

«أَمَرَنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْتُ عَلَى الْبُدْنِ وَلَا أُعْطِيَ عَلَيْهَا شَيْئًا فِيْ جِزَارَتِهَا» [بخاري، كتاب الحج، باب يعطي الجزّار من الهدي شيئًا : ١٧١٦]

''مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں کی نگرانی کروں اور قصاب کو ان کی کوئی چیز بطور اجرت نہ دوں۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةَ بَدَنَةٍ فَأَمَرَنِيْ بِلُحُوْمِهَا

فَقَسَمْتُهَا ثُمَّ أَمَرَنِيْ بِجِلَالِهَا فَقَسَمْتُهَا ثُمَّ بِجُلُوْدِهَا فَقَسَمْتُهَا »

[بخاري، كتاب الحج، باب يتصدق بجلال البدن : ١٧١٨]

”نبی کریم ﷺ نے (حجۃ الوداع میں) ایک سو اونٹوں کی قربانی دی، آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کا گوشت تقسیم کر دوں تو میں نے اسے تقسیم کر دیا، پھر آپ ﷺ نے مجھے ان کی جھولیں تقسیم کرنے کا حکم دیا تو میں نے انھیں بھی بانٹ دیا۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے ان کی کھالیں تقسیم کرنے کا حکم دیا تو میں نے وہ بھی تقسیم کر دیں۔“

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ”(حجۃ الوداع کے موقع پر) رسول اللہ ﷺ نے تریسٹھ (۶۳) اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر (یعنی قربان) کیے، باقی (۳۷) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیے، وہ انھوں نے نحر کیے۔ آپ ﷺ نے ان کو اپنی قربانیوں میں شریک کیا اور پھر ہر اونٹ سے گوشت کا ایک ٹکڑا لینے کا حکم فرمایا اور (آپ ﷺ کے حکم کے مطابق) اسے ایک ہنڈیا میں ڈال کر پکایا گیا، پھر آپ ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ دونوں نے اس گوشت میں سے کھایا اور اس کا شوربا پیا۔“ [مسلم ، كتاب الحج ، باب حجة النبى ﷺ : ١٢١٨]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ بِعَرَفَةَ وَهُوَ مُرْدِفٌ أُسَامَةَ ابْنَ زَيْدٍ فَقَالَ هٰذَا الْمَوْقِفُ وَكُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ، ثُمَّ دَفَعَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ وَجَعَلَ النَّاسُ يَضْرِبُوْنَ يَمِيْنًا وَشِمَالًا ، وَهُوَ يَلْتَفِتُ وَيَقُوْلُ السَّكِيْنَةَ أَيُّهَا النَّاسُ! السَّكِيْنَةَ أَيُّهَا النَّاسُ! حَتّٰى جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ، وَجَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ، ثُمَّ وَقَفَ بِالْمُزْدَلِفَةِ، فَوَقَفَ عَلٰى قُزَحَ، وَأَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ هٰذَا الْمَوْقِفُ، وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ، ثُمَّ دَفَعَ وَجَعَلَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ، وَالنَّاسُ يَضْرِبُوْنَ يَمِيْنًا

وَشِمَالًا، وَهُوَ يَلْتَفِتُ وَيَقُوْلُ السَّكِيْنَةَ، السَّكِيْنَةَ أَيُّهَا النَّاسُ! حَتّٰى جَاءَ مُحَسِّرًا فَقَرَعَ رَاحِلَتَهُ فَخَبَّتْ، حَتّٰى خَرَجَ، ثُمَّ عَادَ لِسَيْرِهِ الْأَوَّلِ، حَتّٰى رَمَى الْجَمْرَةَ ، ثُمَّ جَاءَ الْمَنْحَرَ، فَقَالَ هٰذَا الْمَنْحَرُ، وَكُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ، ثُمَّ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ شَابَّةٌ مِنْ خَثْعَمَ، فَقَالَتْ إِنَّ أَبِيْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ، وَقَدْ أَفْنَدَ، وَأَدْرَكَتْهُ فَرِيْضَةُ اللّٰهِ فِي الْحَجِّ، وَلَا يَسْتَطِيْعُ أَدَاءَ هَا، فَيُجْزِئُ عَنْهُ أَنْ أُؤَدِّيَهَا عَنْهُ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ، وَجَعَلَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ عَنْهَا، ثُمَّ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنِّيْ رَمَيْتُ الْجَمْرَةَ، وَأَفَضْتُ وَلَبِسْتُ وَلَمْ أَحْلِقْ؟ قَالَ فَلَا حَرَجَ، فَاحْلِقْ ثُمَّ أَتَاهُ رَجُلٌ آخَرُ، فَقَالَ إِنِّيْ رَمَيْتُ وَحَلَقْتُ وَلَبِسْتُ وَلَمْ أَنْحَرْ؟ فَقَالَ لَا حَرَجَ فَانْحَرْ، ثُمَّ أَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَعَا بِسَجْلٍ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ، فَشَرِبَ مِنْهُ وَتَوَضَّأَ، ثُمَّ قَالَ انْزِعُوْا يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَلَوْلَا أَنْ تُغْلَبُوْا عَلَيْهَا لَنَزَعْتُ، قَالَ الْعَبَّاسُ! يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ رَأَيْتُكَ تَصْرِفُ وَجْهَ ابْنِ أَخِيْكَ؟ قَالَ إِنِّيْ رَأَيْتُ غُلَامًا شَابًّا، وَجَارِيَةً شَابَّةً، فَخَشِيْتُ عَلَيْهِمَا الشَّيْطَانَ » [مسند أحمد : ١/ ٧٥، ٧٦، ح : ٥٦٤، و إسناده حسن لذاته]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں ٹھہرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہما) کو بٹھائے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ وقوف (ٹھہرنے) کی جگہ ہے اور عرفہ مکمل وقوف (ٹھہرنے) کی جگہ ہے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ سے اپنی سواری کو تیزی سے ہانکتے ہوئے نکلے اور لوگ بھی آپ کے دائیں بائیں اپنے اونٹوں

کو تیزی سے ہانکتے ہوئے چلے، تو آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے: ''اے لوگو! آرام سے چلو۔ اے لوگو! آرام سے چلو۔'' یہاں تک کہ آپ ﷺ مزدلفہ پہنچے اور دو نمازوں (مغرب اور عشاء) کو جمع کیا اور مزدلفہ ہی میں ایک بلند مقام پر قیام فرمایا، پھر فضل بن عباس (رضی اللہ عنہما) کو اپنے پیچھے سوار کیا اور فرمایا: ''یہ وقوف (ٹھہرنے) کی جگہ ہے اور پورا مزدلفہ وقوف (ٹھہرنے) کی جگہ ہے۔'' پھر آپ ﷺ مزدلفہ سے اپنی سواری کو تیزی سے ہانکتے ہوئے نکلے اور لوگ بھی آپ کے دائیں بائیں اونٹوں کو تیزی سے ہانکتے ہوئے چلے، تو آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے: ''آرام سے اے لوگو!'' یہاں تک کہ آپ ﷺ جب وادیٔ محسر پہنچے تو اپنی سواری کو کوڑا مارا، جس سے وہ اور تیز ہوگئی یہاں تک کہ آپ ﷺ اس وادی کو پار کر گئے۔ پھر آپ ﷺ اپنی پہلی رفتار پر واپس لوٹ آئے اور منیٰ پہنچ کر جمرہ کی رمی کی، پھر قربان گاہ آئے اور فرمایا: ''یہ قربانی کی جگہ ہے اور پورا منیٰ قربانی کرنے کی جگہ ہے۔'' اس دوران آپ ﷺ کے پاس قبیلۂ خثعم کی ایک نوجوان عورت آئی اور کہنے لگی: ''میرا باپ بہت بوڑھا اور لاغر ہو چکا ہے اور اس پر فریضۂ حج بھی واجب ہو چکا ہے، لیکن وہ حج کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتا، تو کیا اگر میں اس کی طرف سے حج کروں تو اس کے لیے کافی ہو جائے گا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!'' اور آپ ﷺ فضل بن عباس (رضی اللہ عنہما) کا چہرہ اس عورت سے (دوسری طرف) پھیرنے لگے۔ پھر ایک اور آدمی آیا اور کہنے لگا: ''میں نے رمی کر لی ہے اور طواف افاضہ سے فارغ ہو کر (عام) کپڑے پہن چکا ہوں لیکن ابھی سر نہیں منڈوایا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں، سر منڈوا لو۔'' پھر ایک اور آدمی آیا اور کہنے لگا: ''میں نے رمی کی، سر منڈوایا اور (عام) لباس پہن لیا ہے،

لیکن ابھی تک قربانی نہیں کی ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں، قربانی کر لو۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے (مکہ کے لیے) روانہ ہوئے، (مکہ پہنچ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زم زم کے پانی کا ایک ڈول منگوایا، اس میں سے پانی پیا اور وضو کیا اور فرمایا: ''اے بنوعبدالمطلب! اب تم پانی نکال لو، اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ (اسے مناسک حج کا حصہ سمجھ کر) تم پر غالب آنے لگیں گے تو میں خود پانی نکالتا۔'' عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''اے اللہ کے رسول! میں نے دیکھا کہ آپ اپنے بھتیجے فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیر رہے تھے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے ایک نوجوان لڑکے اور نوجوان لڑکی کو دیکھا تو میں ان پر شیطان کے حملے سے ڈر گیا۔''

شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((كَانَ عَلِيٌّ يُكَبِّرُ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ غَدَاةَ عَرَفَةَ، ثُمَّ لَا يَقْطَعُ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْإِمَامُ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ بَعْدَ الْعَصْرِ))

[مستدرك حاكم : ۲۹۹/۱ ، ح : ۱۱۱۳ ، وإسنادہٗ حسن لذاته]

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ عرفہ کے دن نماز فجر سے تکبیرات شروع کرتے تھے اور اس وقت تک کہتے رہتے تھے جب تک کہ امام ایام تشریق کے آخری دن کی نماز نہ پڑھا لیتا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نماز عصر کے بعد بھی تکبیرات کہتے تھے۔''

حجۃ الوداع کے موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی تنفیذ میں ترجمان کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ عمرو بن سُلیم اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ میدان منیٰ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہ اعلان کر رہے تھے:

((إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ هٰذِهِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ، فَلَا يَصُوْمُهَا أَحَدٌ))

"یہ (ایام منیٰ) کھانے پینے کے ایام ہیں، لہٰذا ان میں کوئی شخص روزہ نہ رکھے۔"

وہ بیان کرتی ہیں: "سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ پر سوار لوگوں کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور بلند آواز سے یہ اعلان کر رہے تھے۔" [مسند أحمد : ١/٧٦، ح : ٥٦٧، و إسناده صحيح]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت سے متعلق سوال نہ کرنا

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا:

«أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجَعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَقَالَ النَّاسُ يَا أَبَا حَسَنٍ! كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا، فَأَخَذَ بِيَدِهِ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ أَنْتَ وَاللّٰهِ! بَعْدَ ثَلَاثٍ عَبْدُ الْعَصَا وَإِنِّيْ وَاللّٰهِ! لَأَرَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْفَ يُتَوَفَّى مِنْ وَجَعِهِ هٰذَا، إِنِّيْ لَأَعْرِفُ وُجُوْهَ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ، اذْهَبْ بِنَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْنَسْأَلْهُ فِيْمَنْ هٰذَا الْأَمْرُ؟ إِنْ كَانَ فِيْنَا عَلِمْنَا ذٰلِكَ وَإِنْ كَانَ فِيْ غَيْرِنَا عَلِمْنَاهُ فَأَوْصٰى بِنَا، فَقَالَ عَلِيٌّ إِنَّا وَاللّٰهِ! لَئِنْ سَأَلْنَاهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنَعَنَاهَا لَا يُعْطِيْنَاهَا النَّاسُ بَعْدَهُ، وَإِنِّيْ وَاللّٰهِ! لَا أَسْأَلُهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» [بخاري، كتاب المغازي، باب مرض النبي ﷺ و وفاته : ٤٤٤٧]

”ایک دن سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر آئے،

جبکہ آپ ﷺ مرضِ وفات میں مبتلا تھے، تو لوگوں نے پوچھا: ''اے ابو الحسن! رسول اللہ ﷺ اب کیسے ہیں؟'' انھوں نے کہا: ''الحمدللہ، اب اچھے ہیں۔'' سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا: ''اللہ کی قسم! تم تین دن کے بعد لاٹھی کے غلام (یعنی محکوم) بن جاؤ گے، کیونکہ اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب آپ اس مرض سے وفات پا جائیں گے، اس لیے کہ میں بنو عبدالمطلب کے چہرے ان کی موت کے وقت پہچانتا ہوں۔ آؤ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر اس امر کے متعلق دریافت کریں کہ آپ کے بعد کون آپ کا خلیفہ ہوگا؟ اگر آپ نے ہم لوگوں کو خلافت دی تو معلوم ہو جائے گا اور اگر آپ نے کسی دوسرے کو خلافت سونپی تو بھی معلوم ہو جائے گا اور تب آپ اسے ہمارے متعلق حسن سلوک کی وصیت فرما دیں گے۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! اگر ہم نے آپ سے اس امر سے متعلق دریافت کیا اور آپ نے ہمیں محروم فرما دیا تو آپ کے بعد لوگ ہمیں کبھی خلیفہ نامزد نہیں کریں گے، اللہ کی قسم! میں تو رسول اللہ ﷺ سے خلافت کے متعلق سوال نہیں کروں گا۔''

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نہ تو خلیفہ بنایا، نہ وصی بنایا اور نہ ہی ان کے لیے کسی قسم کی کوئی وصیت کی تھی۔ لہٰذا یہ دعویٰ کرنا کہ رسول اللہ ﷺ نے دوران سفر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا صحیح نہیں۔ نیز اس واقعہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کمال دانائی اور دانش مندی بھی ظاہر ہوتی ہے کہ انھوں نے ایک ایسا خیال ظاہر فرمایا جس سے کئی فتنوں کا دروازہ بند ہو گیا۔

باب 2

عہدِ صدیقی، فاروقی اور عثمانی میں کردار

- سیدنا علی رضی اللہ عنہ عہدِ صدیقی میں
- علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت
- میراثِ نبوی، ابوبکر اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ عہدِ فاروقی میں
- سیدنا علی اور عباس رضی اللہ عنہما عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں
- خلافت کے لیے منتخب کمیٹی میں علی رضی اللہ عنہ کا نام
- علی رضی اللہ عنہ کے عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں کلمات خیر
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ عہدِ عثمانی میں
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا مقام
- آلِ علی رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے ہوئے



ثقہ و متقن تابعی ابان بن عثمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر مسلسل سنگ باری کی جانے لگی تو میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: ''چچا جان! ہمیں تو پتھروں نے مار ڈالا۔'' انھوں نے فرمایا: ''میرے بھتیجے! چلو۔'' میں باہر نکلا تو وہ بھی میرے ساتھ باہر آگئے، پھر ان پر بھی اس قدر پتھر برسائے گئے کہ ان کے کندھے بے حس ہو کر رہ گئے، تو انھوں نے فرمایا:

«يَا ابْنَ أَخِيْ ! اِجْمَعْ حَشَمَكَ وَافْعَلْ كَمَا تَرَانِيْ أَفْعَلُ »

[تاريخ دمشق : ٣٦٨/٣٩ ، ٣٦٩، و إسنادهٔ حسن لذاته۔ تاريخ المدينة المنورة : ١٢٢٠/٤ ، ١٢٢١]

''میرے بھتیجے! اپنے رعب و وقار کو قائم رکھو اور ایسے ہی کرو جیسے میں کر رہا ہوں۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ عہدِ صدیقی میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور خلیفہ کا انتخاب

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک تفصیلی روایت ہے، جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے۔ مہاجرین کو اس بات کا علم ہوا تو وہ سب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ تو میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ہمیں اپنے ان انصار بھائیوں کے پاس لے چلیے۔ چنانچہ ہم ان سے ملاقات کے ارادے سے چل پڑے۔ انصار بھائیوں کے پاس سیدنا علی، سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھی ہمارے ساتھ نہیں گئے۔ مختصر یہ کہ مہاجرین اور انصار کے اس اجتماع میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر کیے گئے۔ [بخاري، كتاب الحدود ، باب رجم الحبلى من الزنا إذا أحصنت : ٦٨٣٠، ٢٤٦٢]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیدہ فاطمہ علیہا السلام نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیجا اور اپنی میراث کا مطالبہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مال میں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ اور فدک میں عنایت فرمایا تھا اور خیبر کا جو پانچواں حصہ رہ گیا تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

« لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَ سَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْمَالِ»

''ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے، البتہ آل محمد ﷺ اسی مال سے کھاتی رہے گی۔''

اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« وَإِنِّيْ وَاللّٰهِ ! لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِيْ كَانَ عَلَيْهَا فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَأَعْمَلَنَّ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

''اللہ کی قسم ! جو صدقہ رسول اللہ ﷺ چھوڑ گئے ہیں میں اس میں کسی قسم کا تغیّر نہیں کروں گا، جس حال میں وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تھا اب بھی اسی طرح رہے گا اور اس میں (یعنی اس کی تقسیم وغیرہ میں) میں بھی وہی طرز عمل اختیار کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کا اپنی زندگی میں تھا۔''

غرض سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ بھی دینا منظور نہ کیا۔ اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خفا ہوگئیں، ان سے میل جول ختم کر دیا اور اس کے بعد وفات تک ان سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انھیں رات کے وقت دفن کر دیا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہیں دی اور خود ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب تک زندہ رہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف لوگ بہت متوجہ رہے، لیکن ان کی وفات کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اب لوگ ان سے اعراض کیے ہوئے ہیں، تو اس وقت انھوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے صلح کر لینا اور ان کی بیعت کر لینا بہتر سمجھا۔ اس سے پہلے چھ ماہ تک انھوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی، پھر انھوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور

کہا کہ آپ تنہا میرے پاس تشریف لائیں، اور کسی کو اپنے ساتھ نہ لائیں۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ آئیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اللہ کی قسم! آپ تنہا ان کے پاس نہ جانا۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ((وَمَا عَسَيْتَهُمْ أَنْ يَّفْعَلُوْا بِيْ؟ وَاللّٰهِ! لَآتِيَنَّهُمْ)) ''مجھے ان سے امید نہیں کہ وہ میرے ساتھ کوئی بدسلوکی کریں گے؟ میں تو اللہ کی قسم! ضرور ان کے پاس جاؤں گا۔'' آخر آپ علی رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے۔ علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا، اس کے بعد فرمایا: ''ہمیں آپ کے فضل و کمال اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا ہے، سب کا اقرار ہے، جو خیر و امتیاز آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا ہم نے اس میں کوئی رِیس بھی نہیں کی، لیکن آپ نے خلافت کے معاملہ میں ہمارے ساتھ زیادتی کی (کہ ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا)، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت کی وجہ سے اپنا حق سمجھتے تھے (کہ آپ ہم سے مشورہ کرتے)۔'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کلام کیا تو فرمایا:

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ وَ أَمَّا الَّذِيْ شَجَرَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْأَمْوَالِ فَلَمْ آلُ فِيْهَا عَنِ الْخَيْرِ وَلَمْ أَتْرُكْ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ فِيْهَا إِلَّا صَنَعْتُهُ))

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی مجھے اپنی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی سے زیادہ عزیز ہے اور رہا یہ کہ میرے اور آپ لوگوں کے درمیان ان اموال کے سلسلے میں جو اختلاف ہوا ہے، تو میں اس میں حق اور خیر سے نہیں ہٹا ہوں اور اس سلسلے میں جو راستہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا میں نے بھی اسی کو اختیار کیا۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں دوپہر کے بعد آپ کی

بیعت کروں گا۔ چنانچہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے اور خطبہ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے معاملے کا اور ان کے اب تک بیعت نہ کرنے کا ذکر کیا اور وہ عذر بھی بیان کیا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے استغفار اور خطبہ مسنونہ کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حق اور ان کی بزرگی بیان کی اور فرمایا:

﴿ أَنَّهُ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِيْ صَنَعَ نَفَاسَةٌ عَلَى أَبِيْ بَكْرٍ، وَلَا إِنْكَارًا لِلَّذِيْ فَضَّلَهُ اللّٰهُ بِهِ وَ لٰكِنَّا نُرٰى لَنَا فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ نَصِيْبًا فَاسْتَبَدَّ عَلَيْنَا فَوَجَدْنَا فِيْ أَنْفُسِنَا ﴾

''جو کچھ انھوں نے (یعنی میں نے) کیا ہے اس کا باعث سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حسد نہیں تھا اور نہ ان کے اس فضل و کمال کا انکار مقصود تھا جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عنایت فرمایا۔ ہاں، یہ بات ضرور تھی کہ ہم اس معاملۂ خلافت میں اپنا حق سمجھتے تھے (کہ ہم سے مشورہ لیا جاتا)، ہمارے ساتھ یہی زیادتی ہوئی تھی جس سے ہمیں رنج پہنچا۔''

مسلمان اس واقعہ سے بہت خوش ہوئے اور انھوں نے (علی رضی اللہ عنہ سے) کہا کہ آپ نے درست کیا، تو جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں یہ مناسب راستہ اختیار کر لیا تو مسلمان ان کے بہت قریب ہو گئے۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر : ٤٢٤٠، ٤٢٤١۔ مسلم: ١٧٥٩۔ ابن حبان : ٤٨٢٣۔ مسند الشاميين للطبراني : ٤/ ١٩٨، ح : ٣٠٩٧۔ تاريخ دمشق : ٣٠/ ٢٨٧، ٢٨٨، و سنده حسن لذاته]

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: '' جو شخص بھی سیدنا ابوبکر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کی ناراضی اور پھر معذرت والے معاملے کو دیکھے گا اور اس ضمن میں جو انصاف تھا اسے دیکھے گا وہ جان لے گا کہ دونوں ہی ایک دوسرے کی فضیلت کے قائل تھے اور دونوں باہمی محبت و احترام پر متفق تھے۔ انسانی طبیعت اگرچہ کبھی کبھی خواہشات سے مغلوب ہو جایا کرتی ہے، لیکن دین

پسندی اس کا انکار کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی (اس کی) توفیق دینے والا ہے۔'' [فتح الباري : ٤٩٥/٧]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات کبھی نہیں کہی کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کا حق دار ہوں، بلکہ کسی نے بھی کسی خاص شخص کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کا حق دار ہے۔ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختصاصِ خلافت کا وہی شخص قائل ہو سکتا ہے جس میں جاہلیت کے آثار باقی ہوں، خواہ وہ عربی النسل ہو یا فارسی، کیونکہ اہلِ عرب زمانۂ جاہلیت میں سرداروں کی آل ہی کو قیادت کے لیے مقدم کرتے تھے۔ ایسے ہی اہل فارس بھی شاہِ عجم کی آل ہی کو آگے رکھتے تھے۔ پس آلِ نبوت کے بارے میں بھی ایسی باتیں کسی سے منقول ہیں تو اس کا اشارہ اسی طرف ہے۔'' [منهاج السنة : ٢٦٩/٣]

علاوہ ازیں ایسے بہت سے اخبار و آثار ہیں جن سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان خوشگوار اور قلبی تعلقات ثابت ہوتے ہیں، جیسا کہ سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« صَلَّى أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِيْ فَرَأَى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَحَمَلَهُ عَلٰى عَاتِقِهِ وَقَالَ بِأَبِيْ ، شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ لَا شَبِيْهٌ بِعَلِيٍّ وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ » [بخاري، كتاب المناقب ، باب صفة النبي ﷺ : ٣٥٤٢]

''ایک دفعہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز عصر پڑھانے کے بعد (مسجد سے) باہر نکلے تو دیکھا کہ حسن (رضی اللہ عنہ) بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں، تو انھوں نے حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا اور فرمایا: ''میرا باپ (تجھ پر) قربان ہو، تیری شکل و صورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے، (تیرے باپ) علی (رضی اللہ عنہ) سے نہیں ملتی۔'' اور اس

وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ (پاس کھڑے) ہنس رہے تھے۔"

سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« خَرَجْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَيَالٍ، وَعَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَمْشِيْ إِلٰى جَنْبِهِ، فَمَرَّ بِحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ يَلْعَبُ مَعَ غِلْمَانٍ، فَاحْتَمَلَهُ عَلٰى رَقَبَتِهِ وَهُوَ يَقُوْلُ وَ بِأَبِيْ، شَبِيْهُ النَّبِيِّ، لَيْسَ شَبِيْهًا بِعَلِيٍّ، قَالَ وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ » [مسند أحمد : ١/٨، ح : ٤١، و إسناده حسن لذاته۔ مسند أبي يعلى : ١/٤١، ٤٢، ح : ٣٨۔ تاريخ دمشق : ١٣/ ١٧٤، ١٧٥]

"میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز عصر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کچھ ہی دن بعد نکلا اور سیدنا علی علیہ السلام سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک جانب (دائیں یا بائیں طرف) چل رہے تھے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا گزر حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) کے پاس سے ہوا، وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حسن (رضی اللہ عنہ) کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور فرمایا: "میرا باپ (تجھ پر) قربان ہو، تُو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے نہ کہ علی (رضی اللہ عنہ) کے۔" راوی حدیث کہتا ہے کہ اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ (یہ سن کر) مسکرا رہے تھے۔"

علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ (علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا:

((أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ؟ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ، قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ، وَخَشِيْتُ أَنْ يَقُوْلَ عُثْمَانُ، قُلْتُ ثُمَّ أَنْتَ، قَالَ مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ)) [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ : " لو كنت متخذا خليلا " : ٣٦٧١]

”رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل کون ہیں؟“ انھوں نے جواب دیا: ”ابوبکر (رضی اللہ عنہ)۔“ میں نے پوچھا: ”پھر کون؟“ انھوں نے جواب دیا: ”پھر عمر (رضی اللہ عنہ)۔“ اور میں ڈر گیا کہ اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لے لیں، اس لیے میں نے کہا: ”پھر آپ ہیں؟“ انھوں نے کہا: ”میں تو صرف مسلمانوں کا ایک فرد ہوں۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

((يَا أَبَا جُحَيْفَةَ ! أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَفْضَلِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟ قَالَ قُلْتُ بَلٰى، قَالَ وَلَمْ أَكُنْ أَرٰى أَنَّ أَحَدًا أَفْضَلُ مِنْهُ، قَالَ أَفْضَلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُوْ بَكْرٍ، وَبَعْدَ أَبِيْ بَكْرٍ، عُمَرُ، وَبَعْدَهُمَا آخَرُ ثَالِثٌ

وَلَمْ يُسَمِّهِ» [مسند أحمد : ۱/ ۱۰٦، ح : ۸۳۸، و إسناده حسن لذاته]

''اے ابو جحیفہ! کیا میں تمھیں یہ نہ بتاؤں کہ اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟'' سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ''کیوں نہیں۔'' اور فرماتے ہیں: ''میں سمجھتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علی رضی اللہ عنہ سے افضل اس امت میں کوئی بھی نہیں ہے۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اس امت میں صاحب امت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہستی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہے اور ان کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں اور ان دونوں کے بعد تیسرا ہے۔'' اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا نام نہیں لیا۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں کے ساتھ کھڑا تھا جو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں کر رہے تھے۔ اس وقت ان کی میت چارپائی پر رکھی ہوئی تھی، اتنے میں ایک صاحب نے میرے پیچھے سے آ کر میرے شانوں پر اپنی کہنیاں رکھ دیں اور (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر) کہنے لگے:

« يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ! إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُوْ أَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ لِأَنِّيْ كَثِيْرًا مِمَّا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُنْتُ وَ أَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ ، وَ فَعَلْتُ وَ أَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ ، وَانْطَلَقْتُ وَ أَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ ، فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُوْ أَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَهُمَا »

''اللہ آپ پر رحم کرے! مجھے یہی امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ دفن کروائے گا، کیونکہ میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا: ''میں اور ابوبکر و عمر تھے'' ''میں نے اور ابوبکر و عمر نے یہ کام کیا'' ''میں اور ابوبکر و عمر گئے۔'' اس لیے مجھے یہی امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو انھی دونوں بزرگوں کے ساتھ رکھے گا۔''

میں نے جو پلٹ کر دیکھا تو وہ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ : "لو كنت متخذا خليلا " : ٣٦٧٧]

اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بعض احادیث بھی روایت کی ہیں، چنانچہ اسماء بن حکم الفزاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

((كُنْتُ إِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَدِيْثًا نَفَعَنِي اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِمَا شَاءَ أَنْ يَّنْفَعَنِيْ مِنْهُ، وَ إِذَا حَدَّثَنِيْ غَيْرُهُ اسْتَحْلَفْتُهُ، فَإِذَا حَلَفَ لِيْ صَدَّقْتُهُ، فَحَدَّثَنِيْ أَبُوْبَكْرٍ، وَ صَدَقَ أَبُوْبَكْرٍ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَتَوَضَّأُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالٰى لِذٰلِكَ الذَّنْبِ، إِلَّا غَفَرَ لَهُ))

”جب میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی علم براہِ راست (یعنی خود) سنتا تو اللہ تعالیٰ اس سے مجھے جتنا چاہتا فائدہ دیتا اور جب کوئی دوسرا (رسول اللہ ﷺ کی بات) مجھے بتاتا تو میں اس سے قسم لیتا تھا، اگر وہ قسم کھا لیتا تو میں اسے صحیح مان لیتا تھا، تو ایک دفعہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی اور یقیناً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا (لہٰذا مجھے ان سے قسم لینے کی ضرورت نہیں)، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان بندہ اگر کوئی گناہ کرتا ہے، پھر وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھتا ہے اور اللہ سے اس گناہ کی بخشش طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اسے معاف فرما دیتا ہے۔“

پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ دو آیات تلاوت فرمائیں:

﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾

[النساء : ١١٠]

''اور جو بھی کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ کو بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان پائے گا۔''

اور دوسری یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ [آل عمران : ١٣٥]

''اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟'' [مسند أحمد : ١/ ٨، ٩، ح : ٤٨، وإسناده صحيح۔ مسند الحميدي : ١/ ١٤٨، ح : ١، وإسناده صحيح]

میراثِ نبوی، ابوبکر اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کا معاملہ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ دونوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فدک والی زمین اور خیبر کا حصہ طلب کر رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

« لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ »

[بخاري، كتاب الفرائض، باب قول النبي ﷺ: "لا نورث، ما تركنا صدقة" : ٦٧٢٥، ٦٧٢٦]

"ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے، لیکن آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی مال میں سے اپنا خرچ پورا کرے گی۔"

دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ، فَإِنِّيْ أَخْشٰى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيْغَ »

[بخاري، كتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس : ٣٠٩٣۔ مسلم : ٥٤/١٧٥٩]

"میں ایسا کوئی کام نہیں چھوڑ سکتا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے، میں وہ کام (ضرور) کروں گا، کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام کو چھوڑ

دیا تو کہیں گمراہ نہ ہو جاؤں۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، أَرَدْنَ أَنْ يَّبْعَثْنَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ إِلَى أَبِيْ بَكْرٍ فَيَسْأَلْنَهُ مِيْرَاثَهُنَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَهُنَّ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ ؟ » [مسلم، كتاب الجهاد، باب قول النبي ﷺ : " لا نورث ما تركنا فهو صدقة " : ١٧٥٨۔ بخاري : ٦٧٣٠]

"جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو نبی ﷺ کی بیویوں نے ارادہ کیا کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس نبی ﷺ کے ترکہ میں سے اپنا حصہ مانگنے کے لیے بھیجیں۔ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: "کیا اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد نہیں ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے؟"

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِيْنَارًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَ مَؤُوْنَةِ عَامِلِيْ، فَهُوَ صَدَقَةٌ » [مسلم، كتاب الجهاد، باب قول النبي ﷺ : " لا نورث ما تركنا فهو صدقة " : ١٧٦٠۔ بخاري : ٦٧٢٩]

"میرا ورثہ دینار کی شکل میں تقسیم نہیں ہوگا، میں نے اپنی بیویوں کے خرچ اور اپنے عاملوں کی اجرت کے بعد جو کچھ چھوڑا ہے وہ سب صدقہ ہے۔"

میراثِ نبوی ﷺ کی تقسیم کے متعلق سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو جواب دیا وہ انھی فرامینِ نبوی کی پیروی اور بجا آوری میں دیا۔ اسی لیے آپ یہ حوالہ دیتے رہے کہ میں

ایسی کوئی بات چھوڑ نہیں سکتا جو رسول اللہ ﷺ کرتے تھے، میں بھی وہی کروں گا، اور آپ رضی اللہ عنہ کہتے کہ واللہ! میں ایسی کوئی بات نہیں ہونے دوں گا جو رسول اللہ ﷺ نے نہ کی ہو، بلکہ جو کام میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہوگا وہ میں بھی کروں گا۔

چنانچہ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیثِ نبوی سے دلیل دی اور اسے واضح کیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اس سلسلے میں حجت و مطالبہ چھوڑ دیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حق اور فرمانِ نبوی ﷺ کے لیے سرِ تسلیم خم کر دینے والی خاتون تھیں۔ ثقہ محدث امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میراثِ نبوی کے متعلق سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جھگڑنا کوئی معیوب بات نہیں ہے، کیونکہ انھیں اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کے فرمان کا علم نہیں تھا۔ وہ یہی خیال کرتی تھیں کہ جس طرح دیگر لوگ اپنے آباء کی جائداد کے وارث ہوتے ہیں، میں بھی اسی طرح اپنے والد کی جائداد کی وارث ہوں، لیکن جب انھیں حدیثِ رسول ﷺ سنائی گئی تو وہ اپنے مطالبے سے رک گئیں۔'' [تأویل مختلف الحدیث: ۱/۹، وفي النسخة الأخرى، ص: ۳۰٤]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کا کسی کو وارث نہ بنانا صحیح و قطعی سنت اور اجماعِ صحابہ سے ثابت ہے اور یہ دونوں دلیلیں قطعی ہیں۔ لہٰذا اپنے ظن پر مبنی عمومی مفہوم سے انھیں ٹکرانا اور دونوں میں تعارض پیدا کرنا جائز نہیں ہے اور اگر عمومی مفہوم کو درست مان لیا جائے تو اس میں تخصیص سے کوئی چیز مانع نہیں ہے، بہر حال یہ دلیل ظنی ہوگی جو قطعی دلیل کے معارض نہیں ہو سکتی، کیونکہ ظنی دلیل قطعی دلیل کی معارض نہیں ہوتی۔ اسی طرح ہماری دلیل کے قطعی ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ''ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا'' والی روایت کو مختلف اوقات اور مختلف مجالس میں کئی صحابہ

نے روایت کیا ہے اور کسی نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، بلکہ اسے قبول کیا اور سچ جانا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی نے میراث نبوی کے مطالبے پر اصرار نہیں کیا، نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا (عباس رضی اللہ عنہ) نے اس مطالبے پر اصرار کیا، بلکہ اگر کسی نے مطالبہ کیا اور اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنایا گیا تو وہ اپنے مطالبے سے فوراً باز آ گیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک تمام خلفائے راشدین کے عہد میں یہی حالت برقرار رہی، کسی نے نہ کوئی تبدیلی کی اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ تقسیم کیا۔'' [منهاج السنة : ٤/ ٢٢٠]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالا اور فدک وغیرہ کی زمینیں آپ کی حکومت کی زیر نگرانی آ گئیں، لیکن آپ نے اس میں سے کچھ بھی نہ اولادِ فاطمہ کو دیا، نہ ازواج مطہرات کو اور نہ ہی عباس رضی اللہ عنہ کی آل اولاد کو۔ پس اگر گزشتہ تینوں خلفاء کے دور میں یہ چیز ظلم تھی اور اب سیدنا علی رضی اللہ عنہ اسے ختم کرنے کی طاقت رکھتے تھے، تو آپ رضی اللہ عنہ کے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی فوج سے لڑنے کے بالمقابل یہ کام آسان اور مقدم تھا کہ گزشتہ تین ادوار سے چلے آ رہے ظلم کا خاتمہ کر دیں۔ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی فوج سے جنگ تو کریں کہ فتنہ وفساد نہ پھیلے اور ''حق بحق دار رسید'' (جس کا حق تھا اسے مل گیا) کے تحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محروم ورثاء کو ان کا تھوڑا سا مال نہ دلائیں؟ جب کہ یہ بہت معمولی بات تھی۔'' [منهاج السنة : ٦/ ٣٤٧]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ عہدِ فاروقی میں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ عہد فاروقی میں مجلس شوریٰ کے نمایاں ممبر تھے، بلکہ اگر کہا جائے کہ آپ ہی مشیر اول تھے تو بے جا نہ ہوگا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت، فقاہت اور حکمت کے معترف تھے اور ان کے بارے میں بہترین رائے رکھتے تھے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« أَقْرَؤُنَا أُبَيٌّ، وَأَقْضَانَا عَلِيٌّ » [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ ما ننسخ من آيه ...... ﴾: ٤٤٨١۔ الاستيعاب لابن عبد البر : ٣/ ١١٠٤]

''ہم میں قرآن کے بہترین قاری سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں اور ہم میں سب سے زیادہ فیصلے کرنے کی صلاحیت سیدنا علی رضی اللہ عنہ رکھتے ہیں۔''

ثقہ و متقن تابعی امام مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« شَامَمْتُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ عِلْمَهُمُ انْتَهٰى إِلٰى عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وعَبْدِ اللّٰهِ، وَمُعَاذٍ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، ثُمَّ شَامَمْتُ السِّتَّ فَوَجَدْتُ عِلْمَهُمُ انْتَهٰى إِلٰى عَلِيٍّ، وَعَبْدِ اللّٰهِ » [المنتقى من مسموعات مرو للضياء المقدسي : ١/ ٢٠٤، ٢٠٥، ح : ٣٥٤، و إسناده حسن لذاته]

''میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جائزہ لیا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان کا علم سیدنا عمر، علی، عبداللہ بن مسعود، معاذ، ابو درداء اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم پر ختم ہوگیا، پھر میں نے

ان چھ افراد کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ان کا علم سیدنا علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما پر ختم ہو گیا ہے۔"

سیدنا علی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے تعلقات

ثقہ و متقن مخضرم تابعی قیس بن عباد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میں علم و شرف کے حصول کے لیے مدینہ منورہ آیا تو وہاں میں نے دو سبز کپڑوں میں ملبوس ایک شخص کو دیکھا، اس نے اپنا ہاتھ ایک دوسرے آدمی کے کندھے پر رکھا ہوا تھا اور اس کے بالوں کی مینڈیاں تھیں۔ میں نے پوچھا: "یہ کون ہیں؟" تو لوگوں نے جواب دیا: "یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔" اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔" [المعرفة والتاريخ للإمام يعقوب ابن سفيان الفارسي : ١/ ٤٤٥، و إسنادهٔ صحيح]

عہدِ فاروقی میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عدالتی فیصلے

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مجنون و دیوانی حاملہ عورت لائی گئی، (وہ نطفۂ حرام سے حاملہ تھی) تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کرنے کا فیصلہ دیا، یہ دیکھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

((أَوَ مَا عَلِمْتَ أَنَّ الْقَلَمَ قَدْ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثٍ، عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يَعْقِلَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَحْتَلِمَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ فَخَلّٰى عَنْهَا)) [مستدرك حاكم : ٤/ ٣٨٩، ح : ٨١٦٩، و إسنادهٔ صحيح۔ مسند الشاشي : ٣/ ٤١٧، ح : ١٥٣٣۔ مسند علي بن الجعد : ١/ ١٢٠، ح : ٧٤١، وصححه الضياء المقدسي (٢/ ٢٢٨، ح : ٦٠٧)]

"(امیر المومنین!) کیا آپ یہ بات نہیں جانتے کہ تین قسم کے لوگوں سے قلم کو اٹھا لیا گیا ہے، مجنوں سے یہاں تک کہ اسے عقل آ جائے، بچے سے یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائے اور سوئے ہوئے آدمی سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے۔"

(یہ سن کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے آزاد کر دیا (یعنی وہ اسے رجم کرنے سے باز آ گئے)۔"

آلِ علی رضی اللہ عنہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے تعلقات

ثقہ و متقن تابعی عبید بن حنین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، وہ اس وقت منبر پر تشریف فرما تھے، میں نے کہا: "میرے باپ کے منبر سے اتریں اور اپنے باپ کے منبر کی طرف جائیں۔" تو انھوں نے کہا: ((إِنَّ أَبِي لَمْ يَكُنْ لَهُ مِنْبَرٌ)) "میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں ہے۔" پھر انھوں نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ اس وقت میرے ہاتھ میں کنکری تھی جسے میں الٹ پلٹ کرنے لگا، پھر جب وہ منبر سے نیچے اترے تو مجھے اپنے گھر لے گئے اور مجھ سے فرمایا: "اے میرے بیٹے! تمھیں یہ کس نے سکھایا ہے؟" میں نے کہا: "مجھے تو کسی نے نہیں سکھایا۔" تو انھوں نے فرمایا: "اے میرے بیٹے! میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم (کسی وقت) ہمارے پاس آنا، میں (پھر) قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم (کسی وقت) ہمارے پاس آنا۔" تو ایک دن میں ان کے ہاں گیا تو دیکھا کہ آپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تخلیے میں ہیں اور (خود ان کے بیٹے) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی (اجازت نہ ملنے کی وجہ سے) دروازے پر کھڑے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما اندر نہیں گئے، بلکہ (اجازت نہ ملنے کی وجہ سے) واپس لوٹ گئے، انھیں واپس جاتے ہوئے دیکھ کر میں بھی واپس آ گیا۔ بعد ازاں جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے تو فرمانے لگے: "بیٹا! تم ہمارے پاس آئے نہیں؟" میں نے عرض کی: "میں حاضر ہوا تھا اور آپ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تخلیے میں تھے، میں نے آپ کے بیٹے عبداللہ کو (اجازت نہ ملنے کی وجہ سے) واپس جاتے ہوئے دیکھا تو میں بھی واپس چلا گیا۔" تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((أَنْتَ أَحَقُّ بِالْإِذْنِ مِنَ ابْنِ عُمَرَ، إِنَّمَا أَنْبَتَ فِي رُؤُوْسِنَا مَا هَدَى اللّٰهُ وَأَنْتُمْ وَوَضَعَ يَدَهُ عَلٰى رَأْسِهِ)) [تاريخ المدينة النبوية للنميري :

١١/٢، ح : ١٣٥٩، وإسنادهٗ صحيح۔ تاريخ بغداد : ١/ ١١٤، ت : ٣، وإسنادهٗ صحيح۔ سير أعلام النبلاء : ٣/ ٢٨٥۔ تاريخ دمشق : ١٤/ ١٧٦]

''تم عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے زیادہ اجازت دیے جانے کے مستحق ہو۔ ہمارے سر پر جو عزت اور ہدایت کا تاج ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور تم اہل بیت کی برکت ہی کی وجہ سے ہے۔'' اور انھوں نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا۔''

سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نکاح

سیدنا ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں : ''ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم کیں اور ایک عمدہ چادر بچ گئی، تو بعض لوگوں نے عرض کی: ''اے امیر المومنین ! یہ چادر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی ام کلثوم بنت علی (رضی اللہ عنہا) کو دے دیجیے جو آپ کے نکاح میں ہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((أُمُّ سَلِيْطٍ أَحَقُّ بِهِ مِنْهَا، وَأُمُّ سَلِيْطٍ مِنْ نِّسَاءِ الْأَنْصَارِ، مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ عُمَرُ فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُلَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ)) [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب حمل النساء القرب إلى الناس في الغزو : ٢٨٨١، ٤٠٧١۔ نسائي : ١٩٨٠]

''(نہیں) ام سلیط رضی اللہ عنہا اس چادر کی (میری بیوی) ام کلثوم سے زیادہ مستحق ہیں۔'' ام سلیط رضی اللہ عنہا ان (انصاری) خواتین میں سے تھیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''غزوۂ احد کے موقع پر ام سلیط رضی اللہ عنہا ہمارے لیے پانی کی مشکیں بھر بھر کر لاتی تھیں۔''

سیدنا علی اور عباس رضی اللہ عنہما عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں

مالک بن اوس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا، میں دن چڑھے ان کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں ایک چوکی پر بیٹھے ہیں، اس پر کوئی کپڑا وغیرہ نہیں تھا، آپ چمڑے کے ایک تکیے کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا:

« يَا مَالُ ! إِنَّهُ قَدْ دَفَّ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْ قَوْمِكَ وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَضْخٍ فَخُذْهُ فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ »

''اے مالک! تمھاری قوم میں سے کئی گھر والے آئے ہیں، میں نے انھیں کچھ مال دیا ہے، تم اسے لے کر ان میں تقسیم کر دو۔''

میں نے کہا: ''اچھا ہوتا، اگر آپ یہ کام کسی اور کو سونپتے۔'' آپ نے فرمایا: « خُذْهُ يَا مَالُ ! » ''(نہیں) اے مالک! تم اسے قبضے میں لے لو (اور تقسیم کر دو)۔'' کہتے ہیں، اتنے میں (آپ کا دربان) یرفا آیا اور کہنے لگا: ''اے امیر المومنین! سیدنا عثمان، عبدالرحمن بن عوف، زبیر بن عوام اور سعد رضی اللہ عنہم تشریف لائے ہیں، کیا انھیں اجازت ہے؟'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہاں! (آنے دو)۔'' چنانچہ آپ نے انھیں اجازت دی تو وہ سب تشریف لائے، یرفا پھر آیا اور کہنے لگا: ''سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما اجازت طلب کر رہے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''اجازت ہے۔'' آپ نے انھیں اجازت دی، وہ اندر آئے اور سلام کے بعد سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے امیر المومنین! میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کیجیے۔'' وہ دونوں

اس جائداد کے بارے میں جھگڑ رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بنونضیر کے مال سے بطور فے دی تھی۔ اس موقع پر سیدنا علی اور عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے کو سخت الفاظ کہے، (جب انھوں نے ایک دوسرے پر تنقید کی) تو حاضرین بولے: ''ہاں، امیر المومنین! ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیجیے اور انھیں راحت پہنچایئے۔'' مالک بن اوس کہتے ہیں: ''میں جانتا ہوں کہ ان چاروں بزرگوں کو ان دونوں حضرات ہی نے اپنے سے پہلے یہاں اس کام کے لیے بھیجا تھا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« اِتَّئِدَا، أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِيْ بِإِذْنِهِ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ! أَتَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ نَفْسَهُ؟ »

''تم دونوں ذرا ٹھہرو! (پھر ان چاروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا) میں تمھیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں! کیا تمھیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے'' اور اس سے رسول اللہ ﷺ کی مراد خود اپنی ذات کریمہ تھی؟''

انھوں نے کہا: ''یقیناً آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔'' پھر آپ رضی اللہ عنہ سیدنا علی اور عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا: ''میں آپ دونوں کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا آپ کو بھی معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا؟'' ان دونوں نے کہا: ''ہاں!'' اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اب میں آپ لوگوں سے اس معاملے کے متعلق گفتگو کرتا ہوں، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس مالِ فے میں سے (جو بنونضیر سے ملا تھا) خاص طور پر کچھ مال عطا فرما دیا تھا جو آپ ﷺ کے سوا کسی اور کو عطا نہیں کیا تھا، اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَاۤ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [الحشر : ٦]

''اور جو (مال) اللہ نے ان (بنونضیر) سے اپنے رسول پر لوٹایا تو تم نے اس پر نہ کوئی گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو مسلط کر دیتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔''

پھر فرمایا: ''تو بنونضیر کا یہ مال خاص رسول اللہ ﷺ کے لیے تھا، لیکن اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے تمھیں نظر انداز کر کے اسے اپنے لیے مخصوص نہیں فرمایا اور نہ تم پر اپنی ذات ہی کو ترجیح دی تھی، بلکہ آپ نے وہ مال تمھیں دیا اور تم پر تقسیم کر دیا، حتیٰ کہ اس میں سے صرف یہ مال باقی رہا جس (کی پیداوار) میں سے رسول اللہ ﷺ اپنے اہل و عیال پر سال بھر خرچ کرتے تھے اور جو باقی بچ جاتا تھا اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیا کرتے تھے۔'' پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں تم (چاروں) کو قسم دیتا ہوں اس اللہ کی جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں! کیا تمھیں یہ سب معلوم ہے؟'' انھوں نے کہا: ''ہاں!'' پھر عباس و علی رضی اللہ عنہما سے بھی یہی بات قسم دے کر پوچھی اور انھوں نے بھی اس بات کا اقرار کیا، پھر فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ کا یہی معمول رہا۔ پھر جب نبی ﷺ کی وفات ہوگئی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں رسول اللہ ﷺ کا جانشین ہوں اور اس مال کو انھوں نے اپنے قبضے میں کر لیا اور اسے انھی مصارف میں خرچ کرتے رہے جن میں رسول اللہ ﷺ خرچ کیا کرتے تھے اور آپ لوگ یہیں موجود تھے۔'' اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا، جیسا کہ آپ لوگوں کو بھی اس کا اقرار ہے اور اللہ کی قسم! وہ اپنے طرزِ عمل میں سچے، مخلص، صحیح راستے پر اور حق کی پیروی کرنے والے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ

کو بھی اٹھا لیا تو میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جانشین ہوں اور میں اپنی امارت کے دو سال تک اس مال پر قابض رہا اور اسے انھی مصارف میں خرچ کرتا رہا جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خرچ کیا تھا اور اللہ جانتا ہے کہ میں بھی اپنے طرز عمل میں سچا، مخلص، صحیح راستے پر گامزن اور حق کی پیروی کرنے والا تھا۔ پھر آپ دونوں میرے پاس آئے، آپ دونوں ایک ہیں اور آپ کا معاملہ بھی ایک ہے۔ اے عباس! تم میرے پاس آئے تو میں نے تم دونوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''ہمارا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔'' پھر میں نے سوچا کہ وہ جائداد تمھارے حوالے کر دوں تو میں نے تمھیں کہا کہ اگر تم چاہتے ہو تو میں یہ جائداد اس شرط پر تمھارے حوالے کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے سامنے کیے ہوئے عہد کی تمام ذمہ داریوں کو پورا کرو گے اور اس میں وہی طرز عمل اختیار کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور جیسا آغاز خلافت سے میرا ہے۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو مجھ سے اس کے متعلق گفتگو نہ کرو۔ اس وقت تم نے کہا کہ جائداد کو ہمارے حوالے کر دو، تو میں نے اسے اس شرط پر تمھارے سپرد کر دیا۔ کیا اب تم مجھ سے اس کے سوا کوئی اور فیصلہ طلب کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، قیامت تک میں اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔ اگر تم ان شرائط کو پورا کرنے سے عاجز ہو تو جائداد مجھے واپس کر دو، میں خود اس کا انتظام کروں گا۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب حديث بني النضير و مخرج رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ..... الخ : ٤٠٣٣ـ مسلم، كتاب الجهاد، باب حكم الفيء: ٤٩/ ١٧٥٧]

خلافت کے لیے منتخب کمیٹی میں علی رضی اللہ عنہ کا نام

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شہادت سے قبل خلافت کے لیے جن چھ آدمیوں کو نامزد کیا تھا ان میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام بھی شامل تھا۔ چنانچہ ثقہ ومتقن تابعی عمرو بن میمون رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملے کے بعد جب یقین ہوگیا کہ آپ رضی اللہ عنہ زندہ نہیں رہیں گے تو لوگوں نے عرض کی: ''اے امیر المومنین! خلافت کے متعلق کوئی وصیت کر دیں۔'' تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« مَا أَجِدُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ أَوِ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ »

''میں خلافت کا ان حضرات سے زیادہ کسی کو حق دار نہیں پاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک جن پر خوش تھے۔''

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم کا نام لیا اور یہ بھی فرمایا: ''عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کو بھی مشورے کی حد تک شریک رکھا جائے، لیکن خلافت کے معاملات سے انھیں کوئی سروکار نہیں ہوگا۔'' [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب قصة البيعة ...... الخ : ٣٧٠٠]

عمرو بن میمون رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''جب لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین سے فارغ ہوئے تو (خلافت کے لیے) نامزد کردہ صحابہ کرام جمع ہوئے۔ تو سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''تمھیں اپنا معاملہ اپنے میں سے تین آدمیوں کے سپرد کر دینا

چاہیے۔'' اس پر زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے اپنا معاملہ علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔'' طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں اپنا معاملہ عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتا ہوں۔'' سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے اپنا معاملہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔'' اس کے بعد سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے (سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کو مخاطب کر کے) کہا: ''آپ دونوں حضرات میں سے جو بھی خلافت سے اپنی براءت ظاہر کرے گا ہم اسے خلافت دے دیں گے اور اللہ اس کا نگہبان ہوگا اور اسلام کے حقوق کی ذمہ داری اس پر لازم ہوگی۔ دونوں میں سے ہر ایک کو غور کرنا چاہیے کہ اس کے خیال میں کون افضل ہے۔'' اس پر یہ دونوں حضرات خاموش ہو گئے، تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: ''کیا آپ حضرات اس انتخاب کی ذمہ داری مجھ پر ڈالتے ہیں؟ اللہ کی قسم! میں تم میں سے افضل کا انتخاب کرنے میں کوتاہی نہیں کروں گا۔'' تو ان دونوں حضرات نے کہا: ''جی ہاں۔'' پھر آپ نے ان دونوں میں سے ایک کا ہاتھ پکڑا اور (اسے الگ لے جا کر) فرمایا: ''آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری اور ابتدا میں اسلام لانے کا شرف حاصل ہے، جسے آپ جانتے ہیں، پس اللہ آپ کا نگہبان ہے، اگر میں آپ کو خلیفہ بنادوں تو آپ نے عدل و انصاف کرنا ہوگا اور اگر عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دوں تو آپ کو ان کے احکام سننا ہوں گے اور ان کی اطاعت کرنا ہوگی۔'' اس کے بعد دوسرے صاحب (عثمان رضی اللہ عنہ) کو تنہائی میں لے گئے اور ان سے بھی یہی کہا اور جب ان دونوں سے وعدہ لے لیا تو فرمایا: ''اے عثمان! اپنا ہاتھ بڑھائیے!'' چنانچہ انھوں نے ان سے بیعت کی اور علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے بیعت کی، پھر اہل الدار آئے اور انھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی (الغرض، سب نے بیعت کی)۔ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب قصة البيعة والاتفاق على عثمان بن عفان: ٣٧٠٠ ـ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ١٢/ ٧١، ٧٢، ح: ١٦٤٤٥ـ مصنف ابن أبي شيبة: ٧/ ٤٣٥، ٤٣٧، ح: ٣٧٠٤٨ـ صحيح ابن حبان: ٦٩١٧ـ شرح السنة: ١٠/ ٨٢، ح: ٢٤٩٠ ـ الطبقات لابن سعد: ٣/ ٢٥٦، ٢٥٧]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ عہدِ عثمانی میں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ لوگ جنھیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مقرر کرنے کا اختیار دیا تھا (یعنی عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم) وہ جمع ہوئے اور باہم مشورہ کیا، تو سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''میں خلافت کے سلسلے میں آپ لوگوں سے کوئی مقابلہ نہیں کروں گا، البتہ اگر آپ لوگ چاہیں تو میں آپ لوگوں کے لیے خلیفہ آپ ہی میں سے مقرر کر دوں۔'' چنانچہ سب نے مل کر خلافت کا اختیار سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ جب انھوں نے انتخاب کی ذمہ داری سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی تو سب لوگ ان کی طرف مائل ہو گئے، یہاں تک کہ میں نے کسی کو نہ دیکھا جو باقی (پانچ) حضرات کا پیچھا کرتا ہو یا ان کی ایڑی روندتا ہو۔ تمام لوگوں کا میلان عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی طرف ہو گیا اور وہ انھیں ان راتوں میں مشورہ دیتے رہے، حتیٰ کہ وہ رات آ گئی جس کی صبح ہم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ سیدنا مسور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ رات گئے میرے ہاں آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، یہاں تک کہ میں بیدار ہو گیا۔ انھوں نے کہا: ''میرا خیال ہے کہ آپ سو رہے تھے، اللہ کی قسم! میں ان راتوں میں بہت کم سو سکا ہوں۔ جایئے! زبیر اور سعد کو بلا لایئے۔'' میں ان دونوں کو بلا لایا، انھوں نے ان سے مشورہ کیا، پھر مجھے بلایا اور کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ۔ میں نے

انھیں بلایا تو آپ ان کے ساتھ مشورہ کرتے رہے، یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی۔ پھر علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے اس حالت میں اٹھ کر گئے کہ وہ خلافت کے خواہش مند تھے۔ سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی ان کی طرف سے یہی ڈر تھا۔ پھر انھوں نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔ میں انھیں بلا لایا تو آپ ان سے سرگوشی کرتے رہے، یہاں تک کہ صبح کے مؤذن نے ان کے درمیان جدائی کی۔ جب لوگوں نے صبح کی نماز پڑھ لی اور سب لوگ منبر کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے موجود مہاجرین، انصار اور لشکروں کے قائدین کو بلایا۔ ان سب لوگوں نے اس سال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تھا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا، پھر کہا:

«أَمَّا بَعْدُ، يَا عَلِيُّ! إِنِّي قَدْ نَظَرْتُ فِي أَمْرِ النَّاسِ، فَلَمْ أَرَهُمْ يَعْدِلُوْنَ بِعُثْمَانَ، فَلَا تَجْعَلَنَّ عَلٰى نَفْسِكَ سَبِيْلًا، فَقَالَ أُبَايِعُكَ عَلٰى سُنَّةِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، وَالْخَلِيْفَتَيْنِ مِنْ بَعْدِهِ»

''اما بعد! اے علی! میں نے لوگوں کے خیالات معلوم کیے ہیں، میں نے دیکھا ہے کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ (کو مقدم سمجھتے ہیں اور ان) کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے، اس لیے آپ اپنے دل میں کوئی میل پیدا نہ کریں۔'' پھر کہا: ''میں آپ (عثمان رضی اللہ عنہ) سے اللہ کے دین اور اس کے رسول کی سنت اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں خلفاء کے طریق کے مطابق بیعت کرتا ہوں۔''

چنانچہ سب سے پہلے ان سے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیعت کی، پھر سب لوگوں یعنی مہاجرین و انصار اور لشکروں کے امراء اور تمام مسلمانوں نے بیعت کی۔[بخاري، كتاب الأحكام، باب كيف يبايع الإمام الناس؟ : ۷۲۰۷]

عمرو بن میمون رحمہ اللہ یہی واقعہ بیان کرتے ہیں اور یہ روایت پیچھے گزر چکی ہے، اس کے آخر میں ہے کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے عثمان! اپنا ہاتھ بڑھایئے!'' چنانچہ انھوں نے ان سے بیعت کی اور علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے بیعت کی،

پھر اہل الدار آئے اور انھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی (الغرض، سب نے بیعت کی)۔
[دیکھیے بخاري، کتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قصة البیعة والاتفاق علی عثمان بن عفان : ۳۷۰۰]

عہدِ عثمانی میں حدود کی تنفیذ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سپرد

ابوساسان حضین بن منذر بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مجلس میں موجود تھا کہ اس دوران (آپ کے اخیافی بھائی) ولید بن عقبہ کو لایا گیا۔ انھوں نے صبح کی دو رکعتیں پڑھائیں، پھر کہنے لگا: ''میں آپ کو اور پڑھاؤں؟'' تو دو آدمیوں نے ان کے خلاف گواہی دی۔ ان میں سے ایک حمران تھا، اس نے کہا کہ اس نے شراب پی ہے اور دوسرے شخص نے بطور گواہی کہا کہ میں نے اسے شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔
سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: « إِنَّهُ لَمْ يَتَقَيَّأْ حَتّٰى شَرِبَهَا » ''یقیناً اس نے شراب پی ہو گی، تب ہی تو قے کی ہے۔'' پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: « يَا عَلِيُّ ! قُمْ فَاجْلِدْهُ » ''علی! اٹھو اور اسے کوڑے لگاؤ۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے (اپنے بیٹے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے) کہا: ''اے حسن! اٹھو اور اسے کوڑے مارو۔'' تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« وَلِّ حَارَّهَا مَنْ تَوَلّٰى قَارَّهَا »

''اس کی گرمی اسی کے حوالے کریں جو اس کی ٹھنڈک سے لطف اندوز ہوتا ہے۔''

(یعنی جو خلافت کی لذت سے مستفید ہوتا ہے مشکلات بھی وہی برداشت کرے) گویا انھوں نے اس پر اظہار ناپسندیدگی کیا۔ اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے عبد اللہ بن جعفر! تو کھڑا ہو اور اسے کوڑے لگا۔'' تو انھوں نے اسے کوڑے لگائے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ شمار کرتے رہے، جب چالیس تک پہنچے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''رک جاؤ۔'' پھر فرمایا:

« جَلَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِيْنَ، وَجَلَدَ أَبُوْ بَكْرٍ أَرْبَعِيْنَ، وَعُمَرُ ثَمَانِيْنَ، وَكُلٌّ سُنَّةٌ، وَهٰذَا أَحَبُّ إِلَيَّ » [مسلم، کتاب الحدود،

باب حد الخمر : ١٧٠٧۔ أبو داوٗد : ٤٤٨٠]

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس (۴۰) کوڑے لگوائے اور اتنے ہی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لگوائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی (۸۰) کوڑے لگوائے اور یہ سب سنت ہیں، لیکن مجھے یہ (چالیس) زیادہ پسند ہیں۔“

عمیر بن سعید سے روایت ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« مَا كُنْتُ أُقِيْمُ عَلٰى أَحَدٍ حَدًّا فَيَمُوْتَ فِيْهِ ، فَأَجِدَ مِنْهُ فِيْ نَفْسِيْ إِلَّا صَاحِبَ الْخَمْرِ، لِأَنَّهُ إِنْ مَّاتَ وَدَيْتُهُ ، لِأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّهُ » [مسلم، كتاب الحدود، باب حد الخمر : ٣٩/ ١٧٠٧]

”اگر میں کسی پر کوئی حد نافذ کروں اور وہ اس کی وجہ سے مر جائے تو میں اس کی موت کا اپنے دل میں کوئی ملال محسوس نہیں کروں گا، لیکن اگر میں کسی شرابی پر حد نافذ کروں اور وہ اس کی وجہ سے مر جائے تو میں اس کی (موت کا اپنے دل میں ملال محسوس کروں گا اور اس کی) دیت ادا کروں گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقے (اسّی کوڑوں کی سزا) کو جاری نہیں کیا۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا مقام

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور تمام اہل بیت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بڑا احترام کرتے تھے اور ان کے حق (خلافت) کے معترف تھے۔ اس کی تائید درج ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ثقہ تابعی عمرو بن میمون رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو) سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی تھے کہ جنھوں نے سب سے پہلے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔ [دیکھیے بخاري، کتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قصة البیعة والاتفاق ...... الخ : ۳۷۰۰]

محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ لوگوں کو بتا دو کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں میری رائے جو سب سے اچھی ہے، یہ ہے:

« إِنَّ عُثْمَانَ كَانَ مَعَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ، ثُمَّ اتَّقَوْا وَ آمَنُوْا، ثُمَّ اتَّقَوْا وَ أَحْسَنُوْا، وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ » [مصنف ابن أبي شيبة : ۷/ ۵۳۲، ۵۳۳، ح : ۳۷۷٤٦، و إسناده صحيح، و ٦/ ۳٦۷، ح : ۳۲۰۵۱۔ مجموع فيه مصنفات أبي جعفر ابن البختري : ۱/ ۳۷۸، ح : ۵۵۳]

"یقیناً عثمان (رضی اللہ عنہ) ان لوگوں کے ساتھ ہیں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، پھر وہ متقی بنے اور ایمان لائے، پھر وہ متقی بنے اور انھوں نے نیکی کی اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

ثقہ وصدوق تابعی جُری بن کلیب سدوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو

دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کسی ایسے کام کے کرنے کا حکم دے رہے تھے جس سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ منع کرتے تھے، تو میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ''یقیناً تم دونوں میں برائی ہے (کہ تم ایک چیز پر متفق نہیں ہو)۔'' تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((مَا بَيْنَنَا إِلَّا خَيْرٌ، وَلٰكِنْ خَيْرُنَا أَتْبَعُنَا لِهٰذَا الدِّيْنِ)) [مسند مسدد/ المطالب العالية : ١١/ ٢٣٣، ح : ٤٠٤٦، و إسناده صحيح۔ مسند البزار : ٣/ ٦٣، ح : ٧٩۔ مسند أبي عوانة : ٢/ ٣٣٨، ح : ٣٣٥]

''ہم دونوں میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں ہے، لیکن ہم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اس دین (اسلام) کی (سب سے زیادہ) پیروی کرتا ہے۔''

اس صحیح روایت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک زبردست نقطہ سمجھایا ہے کہ خاندانی جاہ و جلال کسی آدمی کے اچھا ہونے کا معیار نہیں، بلکہ کسی بھی انسان کے اچھا ہونے کا معیار و کسوٹی اتباع کتاب و سنت ہے۔ جو آدمی جتنا متبع کتاب و سنت ہے وہ اتنا ہی بہتر ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بلوائیوں کے ساتھ مذاکرات

ثقہ تابعی محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی منقطع و مرسل روایت میں ہے کہ جب اہل مصر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف آمادۂ بغاوت ہو کر آئے تو سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''(باغی) لوگ الگ الگ ٹولیوں میں بٹے ہوئے ہیں، لہٰذا ان کا معاملہ کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا، اگر یہ متحد ہو کر آئیں گے تو پھر ان کا معاملہ خطرے کی علامت بن جائے گا۔'' امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بعد ازاں وہ متحد ہو کر آئے تو سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے۔ جب انھوں نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو کہنے لگے:

((إِلَيْكَ عَنَّا يَا أَعْوَرَ ثَقِيْفٍ !))

''بنو ثقیف کے کانے! ہم سے دور رہو۔''

اس پر مغیرہ رضی اللہ عنہ واپس آ گئے اور صورتِ حال سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا۔ انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا: « آتِ هٰؤُلَاءِ فَأَعْطِهِمْ كِتَابَ اللّٰهِ » ''ان لوگوں کے پاس جا کر ان کے سامنے کتاب اللہ کو پیش کرو۔''

چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور ان پر کتاب اللہ کو پیش کیا مگر انھوں نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، تو وہ بھی واپس چلے گئے۔ اس پر وہ (آپس میں) کہنے لگے: ''تمھارے پاس تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد تشریف لائے اور تم پر کتاب اللہ کو پیش کیا مگر تم نے انھیں واپس لوٹا دیا۔'' اس پر انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا اور ان کی پیش کش کو چند شرائط کے ساتھ قبول کر لیا۔ ابن عون امام ابن سیرین سے ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے ان شرائط میں سے بعض کو لکھ لیا اور بعض کو نہ لکھا۔ [تاريخ المدينة المنورة : ۱۱۳۸/۳ ، وإسناده صحيح إلى ابن سيرين]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع میں پتھر کھاتے ہوئے

ثقہ و متقن تابعی ابان بن عثمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر مسلسل سنگ باری کی جانے لگی تو میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: ''چچا جان! ہمیں تو پتھروں نے مار ڈالا۔'' انھوں نے فرمایا: ''میرے بھتیجے! چلو۔'' میں باہر نکلا تو وہ بھی میرے ساتھ باہر آ گئے، پھر ان پر بھی اس قدر پتھر برسائے گئے کہ ان کے کندھے بے حس ہو کر رہ گئے، تو انھوں نے فرمایا:

« يَا ابْنَ أَخِيْ ! اِجْمَعْ حَشَمَكَ وَافْعَلْ كَمَا تَرَانِيْ أَفْعَلُ » [تاريخ دمشق : ۳۶۸/۳۹ ، ۳۶۹، و إسنادہ حسن لذاته۔ تاريخ المدينة المنورة : ۱۲۲۰/۴ ، ۱۲۲۱]

''میرے بھتیجے! اپنے رعب و وقار کو قائم رکھو اور ایسے ہی کرو جیسے میں کر رہا ہوں۔''

ثقہ تابعی راشد بن کیسان ابو فزارہ عبسی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جب

اپنے گھر میں محصور تھے تو انھوں نے پیغام بھیج کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا، لیکن ان کے اہل خانہ میں سے بعض افراد نے انھیں باہر جانے سے روک دیا۔ ان کا موقف تھا کہ بیتِ خلافت کے راستے میں باغیوں کے کئی دستے موجود ہیں، ان کی موجودگی میں تمھارا وہاں پہنچنا ممکن نہیں۔ اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیاہ رنگ کی پگڑی باندھ رکھی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے اسے سر سے اتارا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاصد کی طرف پھینک دیا اور فرمایا: ''جو کچھ تو نے (یہ معاملہ) دیکھا ہے اس سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو مطلع کر دینا۔'' پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ مسجد سے نکل کر مدینہ منورہ کے بازار ''احجار الزیت'' پہنچے تو انھیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی، جسے سن کر وہ کہنے لگے:

﴿ اَللّٰهُمَّ ! إِنِّيْ أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِنْ دَمِهِ أَنْ أَكُوْنَ قَتَلْتُ، أَوْ مَالَأْتُ عَلٰى قَتْلِهِ ﴾ [الطبقات لابن سعد : ٣/ ٥٠، وإسناده صحيح إلى راشد بن كيسان۔ تاريخ المدينة المنورة : ٤/ ١٢٢١]

''اے اللہ! میں تیرے سامنے عثمان رضی اللہ عنہ کے (ناحق) خون سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ میں نے نہ تو انھیں قتل کیا ہے اور نہ ہی کسی کو ان کے قتل پر ابھارا ہے۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نہ صرف یہ کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے بری ہیں بلکہ آپ رضی اللہ عنہ تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (بصرہ سے تین میل کے فاصلے پر مقام) ''مِربد'' میں قاتلینِ عثمان پر لعنت کر رہی ہیں تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ چہرے تک بلند کرتے ہوئے (یعنی ہاتھ اٹھا کر) دو یا تین مرتبہ فرمایا:

﴿ وَ أَنَا أَلْعَنُ قَتَلَةَ عُثْمَانَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي السَّهْلِ وَالْجَبَلِ ﴾ [فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل : ١/ ٤٥٥، ٤٥٦، ح : ٧٣٣، وإسناده صحيح۔

مصنف ابن أبي شيبة : ٥٣٨/٧ ، ٥٣٩ ، ح : ٣٧٧٨٢ ، و إسنادۂ صحيح]

’’اور میں بھی قاتلینِ عثمان پر لعنت کرتا ہوں، ان لوگوں پر میدانوں اور پہاڑوں میں (ہر جگہ) اللہ کی لعنت ہو۔‘‘

آلِ علی رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے ہوئے

سیدنا ابو محمد انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« شَهِدْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ يُقْتَلُ بِالدَّارِ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَهُوَ يُضَارِبُ عَنْهُ حَتّٰى جُرِحَ فَرُفِعَ فِي بَنِيْ زَمْعَةَ جَرِيْحًا » [تاريخ المدينة المنورة : ١١٣١/٣ ، ١٢٧٥/٤ ، و إسناده صحيح]

’’میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو انھیں ان کے گھر میں قتل کرنے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں اور سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما ان کا دفاع کر رہے تھے، یہاں تک کہ انھیں بھی زخمی کر دیا گیا۔ پھر انھیں زخمی حالت ہی میں بنو زمعہ کے ہاں منتقل کر دیا گیا۔‘‘

صرف سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ہی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے ہوئے شدید زخمی نہیں ہوئے تھے، بلکہ ان کے چھوٹے بھائی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بھی شدید زخمی ہو گئے تھے۔ [ديكهيے تاريخ المدينة المنورة: ١١٣١/٣ ، و إسناده حسن لذاته، كنانة صدوق حسن الحديث وثقه الجمهور]

ثقہ تابعی امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ’’سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اس حال میں شہید کیا گیا کہ اس وقت ان کے پاس بیتِ خلافت میں سات سو (٧٠٠) لوگ موجود تھے، جن میں حسین بن علی اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ اگر امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ انھیں اجازت دیتے تو وہ باغیوں کو مار مار کر شہر کے گلی کوچوں سے باہر نکال دیتے۔‘‘ [تثبيت الإمامة لأبي نعيم الأصبهاني : ٣٣٢/١ ، ح : ١٤٤ ، وإسناده حسن

لذاته إلى ابن سيرين۔ و أبوحامد بن جبلة صدوق حسن الحديث، وثقه الضياء المقدسي، وأبو نعيم وابن حجر بتصحيح حديثه، انظر المختارة (٢/ ١٠٣، ح: ٦٩٢) و الإصابة في تمييز الصحابة (٤/ ٢٣٩٢) ترجمة أبي هريرة رضي الله عنه]

سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''جن دنوں ہمیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی ان دنوں میں بھرپور جوان تھا، میں سمجھتا تھا کہ میں دشمن سے قتال کر سکتا ہوں۔ لہٰذا میں باہر نکلا اور میں نے دل میں سوچا کہ چلو لوگوں کے پاس جا کر ان کے حالات و واقعات سے آگاہ ہوتے ہیں۔ جب میں مقام ''ربذہ'' پہنچا تو دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو عصر کی نماز پڑھا رہے ہیں۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ اس دوران سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما اٹھے اور کہنے لگے: ''امیر المومنین! میں آپ سے بات کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔'' پھر وہ رونے لگے، تو اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«لَا تَبْكِ وَتَكَلَّمْ وَلَا تَحِنَّ حَنِيْنَ الْجَارِيَةِ»

''روؤ مت، بات کرو اور لڑکیوں کی طرح غم ناک انداز میں سسکیاں نہ لو۔''

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

« إِنَّ النَّاسَ حَصَرُوْا عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَطْلُبُوْنَهُ بِمَا يَطْلُبُوْنَ، إِمَّا ظَالِمِيْنَ وَ إِمَّا مَظْلُوْمِيْنَ، فَأَمَرْتُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ النَّاسَ وَتَلْحَقَ بِمَكَّةَ حَتّٰى تَؤُوْبَ إِلَى الْعَرَبِ غَيْرَ آذَنٍ لِكَلَامِهَا، فَأَبَيْتَ ثُمَّ حَصَرُوْهُ فَقَتَلُوْهُ فَأَمَرْتُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ النَّاسَ، فَوَاللّٰهِ! لَوْ كُنْتَ فِيْ جُحْرِ ضَبٍّ لَضَرَبَتِ الْعَرَبُ إِلَيْكَ آبَاطَ الْإِبِلِ حَتّٰى تَسْتَخْرِجَ مِنْهُ، فَغَلَبْتَنِيْ، وَأَنَا آمُرُكَ الْيَوْمَ أَنْ لَا تَقْدَمَ الْعِرَاقَ، وَأُذَكِّرُكَ اللّٰهَ أَنْ

تُقْتَلَ بِمَضْيَعَةٍ»

''لوگوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا اور وہ ان سے مطالبہ کرتے تھے جو بھی مطالبہ کرتے تھے، وہ لوگ یا تو ظالم ہیں یا پھر مظلوم۔ میں نے آپ سے عرض کی کہ آپ لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیں اور مکہ چلے جائیں، جہاں آپ ان کی باتوں کی طرف توجہ دیے بغیر (اپنی قوم) عرب سے جا ملیں، مگر آپ نے اس سے انکار کر دیا۔ پھر باغیوں نے ان کا محاصرہ کر کے انھیں قتل کر دیا تو میں نے آپ سے عرض کی کہ آپ لوگوں سے الگ رہیں، اللہ کی قسم! اگر آپ گوہ کے بل میں بھی ہوں گے تو عرب لوگ آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے اور آپ کو اس سے باہر نکال لیں گے۔ مگر آپ نے میری یہ بات بھی تسلیم نہیں کی۔ آج میں آپ سے یہ گزارش کر رہا ہوں کہ عراق جانے کا ارادہ ختم کر دیں، ورنہ آپ کو اس ہلاکت خیز مقام پر قتل کر دیا جائے گا۔''

اس کے جواب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« أَمَّا قَوْلُكَ تَأْتِيْ مَكَّةَ، فَوَاللّٰهِ ! مَا كُنْتُ لِأَكُوْنَ الرَّجُلَ تُسْتَحَلُّ بِهِ مَكَّةُ، وَأَمَّا قَوْلُكَ حَصَرَ النَّاسُ عُثْمَانَ، فَمَا ذَنْبِيْ إِنْ كَانَ بَيْنَ النَّاسِ وَ بَيْنَ عُثْمَانَ مَا كَانَ، وَأَمَّا قَوْلُكَ اعْتَزِلِ الْعِرَاقَ، فَوَاللّٰهِ ! مَا كُنْتُ لِأَكُوْنَ مِثْلَ الضَّبُعِ تَسْتَمِعُ لِلَّدْمِ » [تاريخ المدينة المنورة للنميري : ١٢٥٦/٤، ١٢٥٧، و إسناده حسن لذاته]

''جہاں تک آپ کے اس قول کا تعلق ہے کہ میں مکہ چلا جاؤں تو اللہ کی قسم! میں ایسا انسان نہیں بننا چاہتا جس کی وجہ سے مکہ مکرمہ کی حرمت پامال کر دی جائے اور تم نے جو یہ کہا کہ لوگوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا تو اگر ان میں اور

عثمان رضی اللہ عنہ میں کوئی تنازعہ کھڑا ہو گیا ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ باقی رہا تمھارا یہ مشورہ کہ میں عراق جانے سے احتراز کروں تو اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں ہوں کہ کسی بزدل کی طرح (موت کے خوف سے) بیٹھا رہوں۔"



باب 3

منصبِ خلافت اور فضائل ومناقب

- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا منصبِ خلافت کے لیے انتخاب
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی علمی ودینی بصیرت
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول چند مسنون دعائیں
- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فقاہت
- اگر گواہی دینے میں غلطی ہو جائے

ثقہ تابعی زِر بن حبیش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، إِنَّهُ لَعَهِدَ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ أَنْ لَا يُحِبَّنِيْ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضَنِيْ إِلَّا مُنَافِقٌ » [مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن ...... الخ: ٧٨]

''قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ پھاڑا اور جس نے انسان کو پیدا کیا! نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ مجھ سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور صرف منافق ہی مجھ سے نفرت کرے گا۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا منصبِ خلافت کے لیے انتخاب

ثقہ تابعی محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (اپنے ہی گھر میں) محصور تھے اس وقت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ ایک آدمی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''امیر المومنین (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) شہید کر دیے گئے ہیں۔'' پھر ایک دوسرا آدمی آیا اور کہنے لگا: ''امیرالمومنین ابھی ابھی شہید کر دیے گئے ہیں۔'' تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، لیکن میں نے انھیں کمر سے پکڑ کر روکنا چاہا، مجھے ان کے بارے میں (بلوائیوں کے حملے کا) ڈر تھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: « خَلِّ، لَا أُمَّ لَكَ » ''تمھاری ماں نہ رہے! مجھے چھوڑو۔'' پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر گئے، وہ شہید کیے جا چکے تھے، تو آپ رضی اللہ عنہ اپنے گھر آ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے (اندر) داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے بہت سے لوگ آ گئے، انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھول دیا اور وہ سب لوگ اندر داخل ہو گئے اور کہنے لگے: ''یقیناً سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے ہیں، اب لوگوں کے لیے خلیفہ کا ہونا اشد ضروری ہے اور ہم آپ سے زیادہ کسی کو بھی خلافت کا حق دار نہیں جانتے۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: « لَا تُرِيْدُوْنِيْ، فَإِنِّيْ لَكُمْ وَزِيْرٌ خَيْرٌ مِنِّيْ لَكُمْ أَمِيْرٌ » ''تم (خلافت کے لیے) میری طرف نہ دیکھو، کیونکہ میں تمھارے لیے وزیر ہوں اور تمھارے لیے میرا وزیر ہونا میرے خلیفہ ہونے سے بہتر ہے۔''

لوگوں نے پھر کہا: ''نہیں، اللہ کی قسم! ہم آپ سے زیادہ کسی کو بھی خلافت کا حق دار

نہیں جانتے۔'' تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« فَإِنْ أَبَيْتُمْ عَلَيَّ فَإِنَّ بَيْعَتِيْ لَا تَكُوْنُ سِرًّا وَلٰكِنْ أَخْرُجُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَمَنْ شَاءَ أَنْ يُبَايِعَنِيْ بَايَعَنِيْ، قَالَ فَخَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَبَايَعَهُ النَّاسُ » [السنة للخلال : ٢/٤١٥ ، ح : ٦٢٠، و إسنادهٗ صحيح۔ عبد الملك هو ابن أبي سليمان وهو الثقة]

''اگر تم میری بات کا انکار کرتے ہو تو پھر میری بیعت خفیہ نہیں ہوگی، میں مسجد کی طرف نکلتا ہوں، وہاں جو چاہے میری بیعت کر لے۔'' محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: '' پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ مسجد میں گئے اور لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی خلافت کے سب سے زیادہ مستحق اور موزوں تھے

یقیناً سیدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ یہی عقیدہ صحیح ہے اور خلافت راشدہ کی ترتیب شمار کرتے ہوئے تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے۔ یہاں ہم ان دلائل کا تذکرہ کرتے ہیں جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلیفۂ راشد اور خلیفۂ برحق ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام) سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً، ثُمَّ يُؤْتِي اللّٰهُ الْمُلْكَ أَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ »

''نبوت کی (طرز پر) خلافت تیس سال رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ اپنا ملک جسے چاہے گا عنایت فرما دے گا۔''

سعید بن جُمہان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: ''حساب لگا لو، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دو سال، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دس سال، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ سال اور اسی طرح کچھ (سال) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے۔'' سعید کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

"یہ بنو مروان سمجھتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں تھے۔" تو انھوں نے کہا: "بنو زرقاء کے پچھلے حصوں نے جھوٹ بولا ہے (یہ ایک محاورہ ہے جو اپنے مفاد کے لیے من گھڑت بات پھیلانے والوں کے بارے میں بولا جاتا ہے اور بنو زرقاء سے مراد بنو مروان ہی ہیں، زرقاء خاتون ان کے نسب میں آتی ہے، جس کی یہ اولاد ہیں)۔" [أبو داوٗد، كتاب السنة، باب في الخلفاء : ٤٦٤٦ و إسنادهٗ حسن لذاته۔ ترمذي، كتاب الفتن، باب ما جاء في الخلافة : ٢٢٢٦۔ صحيح ابن حبان : ٦٩٤٣]

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھانے کے بعد اپنے صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے: "آج رات تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟" ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی اور فرمایا: "(آج رات) تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟" تو ایک آدمی کہنے لگا: "اے اللہ کے رسول! میں نے خواب دیکھا ہے، گویا کہ ایک ترازو کو آسمان سے لٹکایا گیا، پھر اس کے ایک پلڑے میں آپ کو بٹھایا گیا اور دوسرے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو، تو (اے اللہ کے رسول!) آپ کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پھر آپ کو اتار لیا گیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ (یعنی پلڑے ہی میں) چھوڑ دیا گیا۔ پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لایا گیا اور انھیں دوسرے پلڑے میں بٹھا دیا گیا، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ اب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اتار لیا گیا، پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو لایا گیا اور انھیں دوسرے پلڑے میں بٹھا دیا گیا تو عمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ پر بھاری ثابت ہوئے۔ پھر سیدنا عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کو اٹھا لیا گیا اور ترازو کو بھی اٹھا لیا گیا۔"

راوی کہتا ہے کہ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُوْنَ عَامًا ، ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا))

"نبوت کی (طرز پر) خلافت تیس سال ہوگی، پھر بادشاہت قائم ہوگی۔"

سعید بن جمہان نے کہا کہ سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا:

« أَمْسِكْ سَنَتَيْ أَبِي بَكْرٍ، وَعَشْرَ عُمَرَ، وَاثْنَتَيْ عَشْرَةَ عُثْمَانَ، وَسِتَّ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ » [مستدرك حاكم : ۷۱/۳، ح : ۴۴۳۸، و إسناده حسن لذاته]

''حساب لگا لو، ابوبکر رضی اللہ عنہ (کی خلافت) کے دو سال، عمر رضی اللہ عنہ کے دس سال، عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ سال اور علی رضی اللہ عنہ (کی خلافت) کے چھ سال، اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔''

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے اور (اپنے بیٹے) علی بن عبداللہ سے فرمایا: ''تم دونوں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے احادیث سنو۔ چنانچہ وہ دونوں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس وقت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی اپنے باغ کو پانی دے رہے تھے۔ انھوں نے جب ہمیں دیکھا تو تشریف لائے اور اپنی چادر لپیٹ کر بیٹھ گئے، تو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے، جبکہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے۔ اس دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ان کے پاس سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر سے غبار جھاڑتے ہوئے فرمایا:

« وَيْحَ عَمَّارٍ! تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، عَمَّارٌ يَدْعُوْهُمْ إِلَى اللّٰهِ وَيَدْعُوْنَهُ إِلَى النَّارِ » [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب مسح الغبار عن الرأس في السبيل : ۲۸۱۲]

''افسوس! عمار (رضی اللہ عنہ) کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، عمار انھیں اللہ کی طرف دعوت دیں گے اور وہ انھیں آگ کی طرف بلائیں گے۔''

دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ (یہ سن کر اکثر) فرمایا کرتے تھے:

((أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ)) [بخاري، كتاب المساجد ، باب التعاون في بناء المسجد : ٤٤٧]

''میں فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی ''تَقْتُلُ عَمَّارًا الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ'' (عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا) کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''یہ حدیث سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی درستی اور ان کی اطاعت کے وجوب کی دلیل ہے، لہٰذا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی (امامت کی) اطاعت کی طرف بلانے والا جنت کی طرف بلانے والا ہے اور ان کے ساتھ لڑائی کے لیے بلانے والا جہنم کی طرف بلانے والا ہے، خواہ وہ کوئی تاویل ہی پیش کرے۔ یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال جائز نہیں ہے، لہٰذا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے قتال کرے گا وہ غلطی پر ہے خواہ وہ یہ کام کسی تاویل کی بنیاد پر کرے یا بغیر کسی تاویل کے بغاوت کے طور پر کرے۔ ہمارے اصحاب و اسلاف کے دو اقوال میں سے صحیح ترین قول یہی ہے کہ جن لوگوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا انھیں غلطی کا مرتکب قرار دیا جائے۔ یہی ائمۂ فقہاء کا بھی مسلک ہے کہ جنھوں نے اسی واقعہ کو بنیاد بنا کر یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ جو لوگ تاویل کے نتیجہ میں حکام و ائمۃ المسلمین سے بغاوت کرتے ہیں ان سے قتال کرنا جائز ہے۔ تو یحییٰ بن معین نے امام شافعی رحمہ اللہ پر اعتراض کیا اور کہا کہ کیا طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما بھی باغیوں کے حکم میں ہوں گے؟ لیکن امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ نے یحییٰ ابن معین کے اس اشکال کی تردید کی اور کہا کہ آپ پر حیرت ہے! اس مقام پر اگر امام شافعی رحمہ اللہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے موقف اور ان کے طرزِ عمل کی اقتدا نہ کرتے تو اس کا حل کہاں ڈھونڈتے، بالخصوص جب کہ باغیوں سے قتال کے سلسلہ میں ان کے سامنے خلفائے راشدین میں سے اور کسی کی کوئی سنت موجود نہ تھی۔'' پھر آگے چل کر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حالانکہ امام احمد اور ائمۂ سنت میں سے کسی کو اس بات میں کوئی تردّد

نہیں۔'' [مجموع الفتاوی : ٤/ ٤٣٧، ٤٣٨]

ہاں اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت معرکہ صفین میں ہوئی اور وہ اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، جب کہ ان کے مقابلے میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت تھی جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شریک تھے۔ لہٰذا ان کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ جہنم کی طرف بلا رہے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے علم اور اجتہاد کے مطابق یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ فریق مخالف کو جنت کی طرف بلا رہے ہیں۔ اپنے علم اور اجتہاد کے مطابق عمل پیرا ہونے میں وہ ہرگز قابل ملامت نہیں ہو سکتے اور جنت کی طرف بلانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس عمل کی طرف دعوت دے رہے تھے جو دخولِ جنت کا سبب تھا، یعنی امام کی اطاعت ۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت ہی کی طرف بلا رہے تھے، کیونکہ وہی اس وقت مسلمانوں کے امام تھے، جن کی اطاعت واجب تھی، جب کہ فریق مخالف کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ لیکن چونکہ یہ لوگ اپنے اجتہاد و تاویل کی بنا پر ایسا کر رہے تھے، اس لیے معذور سمجھے جائیں گے، ان پر کوئی ملامت نہیں۔

[دیکھیے فتح الباري : ١/ ٥٤٢]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جو مجھ سے بہتر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خندق کھودنے کا آغاز کیا تو عمار رضی اللہ عنہ سے ایک بات ارشاد فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے اور فرمانے لگے:

((بُؤْسَ ابْنِ سُمَيَّةَ! تَقْتُلُكَ فِئَةٌ بَاغِيَةٌ)) [مسلم، کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة ...... الخ : ٢٩١٥]

''سمیہ کے بیٹے (عمار) کی مصیبت! تمھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔''

امام نووی رحمہ اللہ مذکورہ بالا فرمان نبوی ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''علماء کا کہنا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی قوی اور ٹھوس دلیل ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے فیصلہ میں برحق تھے اور دوسری جماعت باغی تھی، لیکن دوسری جماعت کا یہ اقدام ان کی اجتہادی غلطی تھی، اس

لیے ان پر کوئی گناہ نہیں اور اس کی وضاحت گزر چکی ہے۔ نیز اس حدیث میں کئی طرح سے رسول اللہ ﷺ کے معجزے کا ظہور ہے، مثلاً آپ ﷺ نے یہ پیشین گوئی فرمائی کہ عمار رضی اللہ عنہ کی موت قتل کے ذریعے سے ہوگی اور قاتلین بھی مسلمان ہی ہوں گے اور وہ بغاوت کرنے والے ہوں گے۔ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دو گروہوں میں تقسیم ہو کر آپس میں لڑیں گے، ایک گروہ باغی ہوگا اور ایک حق پر۔ چنانچہ یہ ساری باتیں صبح کی سفیدی کی طرح صاف منظر عام پر آئیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں رسول اللہ ﷺ پر جو اپنی خواہش سے نہیں بولتے، وہ تو صرف وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔'' [شرح النووي على مسلم، تحت الحديث: ٢٩١٥]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، يَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ)) [مسلم، كتاب الزكاة ، باب ذكر الخوارج...... الخ : ١٥٠/ ١٠٦٥]

''مسلمانوں میں پھوٹ پڑ جانے کے وقت ایک فرقہ جدا ہو جائے گا، اس (خارجی فرقے) کو دونوں گروہوں میں سے جو حق سے زیادہ قریب ہوگا وہی قتل کرے گا۔''

دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

((يَكُوْنُ فِي أُمَّتِي فِرْقَتَانِ فَيَخْرُجُ مِنْ بَيْنِهِمَا مَارِقَةٌ، يَلِي قَتْلَهُمْ أَوْلَاهُمْ بِالْحَقِّ)) [مسلم، كتاب الزكاة ، باب ذكر الخوارج...... الخ : ١٥١/ ١٠٦٥]

''میری امت میں دو گروہ بن جائیں گے اور ان دونوں میں سے ایک فرقہ جدا ہو جائے گا، اس (خارجی) فرقے کو وہ گروہ قتل کرے گا جو حق سے قریب تر ہوگا۔''

تیسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

« تَمْرُقُ مَارِقَةٌ فِي فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ، فَيَلِي قَتْلَهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ » [مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج ...... الخ : ۱۰۶۵/۱۵۲]

''جب لوگوں میں پھوٹ پڑ جائے گی تو ایک (خارجی) فرقہ ظاہر ہوگا، اسے (مسلمانوں کے) دو گروہوں میں سے وہ گروہ قتل کرے گا جو حق سے قریب تر ہوگا۔''

چوتھی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

« يَخْرُجُونَ عَلَى فِرْقَةٍ مُخْتَلِفَةٍ، يَقْتُلُهُمْ أَقْرَبُ الطَّائِفَتَيْنِ مِنَ الْحَقِّ » [مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج...... الخ : ۱۰۶۵/۱۵۳]

''وہ (خارجی لوگ امت کے) اختلاف کے وقت نکلیں گے، انھیں وہ جماعت قتل کرے گی جو دونوں میں سے حق سے زیادہ قریب ہوگی۔''

ان تمام احادیث میں نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کی جماعت سے خروج کرنے والے فرقے کے ظہور کا یہ وقت بتایا ہے کہ اس وقت مسلمانوں میں اختلاف رونما ہوگا اور اس اختلاف سے مراد سیدنا علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان واقع ہونے والا اختلاف ہے۔

[دیکھیے شرح النووي علی مسلم]

جو فرقہ اس جماعت سے سب سے پہلے الگ ہوا وہ اہلِ نہروان کا تھا، یہ معرکۂ صفین کی جنگ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھے، لیکن جب ''حکمین'' کو فیصل ماننے کے لیے سیدنا علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما باہم متفق ہو گئے تو اہلِ نہروان نے یہ کہتے ہوئے بغاوت کا اعلان کر دیا کہ سیدنا علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں ہی نے کفر کی طرف سبقت کی ہے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا کفر یہ ہے کہ انھوں نے علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا کفر یہ ہے کہ انھوں نے تحکیم کو قبول کر لیا۔ پھر انھوں نے سیدنا طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کی بھی تکفیر کی۔ چنانچہ ان خوارج سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جنگ کی اور انھیں کیفرِ کردار تک پہنچایا۔ چنانچہ نبوی پیشین گوئی

کی روشنی میں خوارج سے جنگ کرنے والی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی جماعت ہی حق کے زیادہ قریب تھی۔ گویا سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کے برحق ہونے کی یہ نبوی شہادت ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ رہا، کیونکہ آپ کی پیشین گوئی کے مطابق حرف بہ حرف واقعہ اسی طرح پیش آیا۔ پس تمام قرائن و دلائل اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح تھی اور .... مخالفت کرنے والے غلطی پر تھے۔ [دیکھیے منهاج القاصدين في فضل الخلفاء الراشدين لابن قدامة، ص : ٧٥ ، ٧٦]

یہاں یہ حقیقت بھی واضح رہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔ سیدنا معاویہ، طلحہ، زبیر اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم آپ کی خلافت کے مخالف نہیں تھے، بلکہ وہ اختلاف جو ان کے درمیان رونما ہوا وہ قاتلینِ عثمان سے قصاص لینے کا مسئلہ تھا۔ یہ حضرات خلیفۂ وقت سے قاتلینِ عثمان پر نفاذِ قصاص کا مطالبہ کر رہے تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کے فوری نفاذ کو صورت حال کے پیشِ نظر مصلحت کے خلاف سمجھ رہے تھے۔ قاتلینِ عثمان آپ رضی اللہ عنہ کے پرچم تلے جمع تھے اور امتِ مسلمہ کا شیرازہ منتشر کرنے کے درپے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ صورت حال سے بخوبی واقف تھے اور آپ کو قصاص کا نفاذ آسان نظر نہیں آرہا تھا اور یہ قاتلینِ عثمان ہی تھے جنھوں نے اپنے بچاؤ کے لیے دونوں جماعتوں کو آپس میں ٹکرا دیا، ورنہ دونوں کا دعویٰ ایک ہی تھا۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيْمَتَانِ، يَكُوْنُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ، دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ))[بخاري، كتاب الفتن، باب : ٧١٢١۔ مسلم : ١٥٧، بعد الحديث : ٢٨٨٨]

”قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک (مسلمانوں کی) دو بڑی جماعتیں باہم سخت لڑائی نہ کریں۔ ان دونوں جماعتوں کے درمیان بڑی خون ریز لڑائی ہوگی، حالانکہ دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

امام اہل السنہ احمد ابن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل سے متعلق جس قدر روایات وارد ہوئی ہیں کسی اور صحابی کے فضائل سے متعلق نہیں ہوئیں۔'' [تاریخ دمشق : ٤١٨/٤٢، و إسنادہ صحیح۔ مستدرك حاكم : ١٠٧/٣، ح : ٤٥٧٢]

ثقہ محدث شیخ الاسلام امام احمد بن حسین بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس کی وجہ یہ ہے کہ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں سے آخری خلیفہ ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے بہت سے مخالفین پیدا ہو گئے تھے، خارجیوں نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کر دیا تھا، تو ان حالات میں اس وقت موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجبور ہو گئے تھے ہر اس روایت کو بیان کرنے پر جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب اور محاسن کے بارے میں سنی تھی، تاکہ وہ ان روایات کے ذریعے سے ہر اس پروپیگنڈے کا رد کر سکیں جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ہو رہا تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ حقیقت میں ان فضائل ومناقب کے مستحق بھی تھے (یعنی یہ کوئی فرضی فضائل نہیں تھے)۔ (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد) سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس وقت خلافت کے سب سے زیادہ مستحق بھی تھے۔ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے خلافت نہ طلب کرنے کے معاملہ میں وہ حق پر تھے اور اس کے بعد وہ خلافت طلب کرنے کے مستحق تھے۔'' [تاریخ دمشق : ٤٢/ ٤١٨، ٤١٩، وإسنادہ صحیح]

ثقہ تابعی زِر بن حبیش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، إِنَّهُ لَعَهِدَ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ أَنْ لَا يُحِبَّنِيْ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضَنِيْ إِلَّا مُنَافِقٌ ﴾ [مسلم، كتاب الإيمان ، باب الدليل على أن ...... الخ : ٧٨]

”قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ پھاڑا اور جس نے انسان کو پیدا کیا! نبی اُمی ﷺ نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ مجھ سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور صرف منافق ہی مجھ سے نفرت کرے گا۔“

ابو اسحاق سبیعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے کسی شخص نے پوچھا، جبکہ میں سن رہا تھا: ”کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ بدر کی جنگ میں شریک ہوئے تھے؟“ انھوں نے جواب دیا: ”ہاں! انھوں نے تو مبارزت کی تھی اور غالب رہے تھے۔“ [بخاري، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل : ٣٩٧٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلٰى حِرَاءٍ هُوَ وَأَبُوْ بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعَلِيٌّ، وَعُثْمَانُ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اهْدَئِيْ فَمَا عَلَيْكِ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيْقٌ، أَوْ شَهِيْدٌ ﴾ [فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل : ١/٤١٣ ، ح : ٦٤١ ، و إسناده صحيح]

”رسول اللہ ﷺ حراء پہاڑ پر تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ سیدنا ابوبکر، عمر، علی، عثمان، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے، تو اچانک (جس پر آپ تھے وہ) چٹان ہلنے لگی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ٹھہر جا! تیرے اوپر صرف نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے۔“

سعد بن عبیدہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کے

کچھ اچھے اعمال ذکر کیے، پھر فرمایا: ''شاید یہ باتیں تیرے لیے ناگوار ہوں؟'' اس نے کہا: ''ہاں!'' تو انھوں نے فرمایا: ''اللہ تیری ناک خاک آلود کرے۔'' پھر اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے ان کی کچھ خوبیاں بیان کیں اور فرمایا:

((هُوَ ذَاكَ ، بَيْتُهُ أَوْسَطُ بُيُوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))

''وہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) ایسے ہی ہیں، ان کا گھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے درمیان ہے۔''

پھر کہا: ''شاید یہ باتیں بھی تجھے بری لگتی ہوں گی؟'' اس نے کہا: ''ہاں!'' تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((فَأَرْغَمَ اللّٰهُ بِأَنْفِكَ، انْطَلِقْ فَاجْهَدْ عَلَيَّ جَهْدَكَ)) [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ ، باب مناقب علي بن أبي طالب ...... الخ : ٣٧٠٤]

''اللہ تیری ناک خاک آلود کرے! یہاں سے دفع ہو جا اور میرے خلاف تو جو کرنا چاہتا ہے کر لے۔''

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى؟)) [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب علي بن أبي طالب......الخ : ٣٧٠٦۔ مسلم : ٢٤٠٤]

''کیا تم اس امر پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے قائم مقام ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے جانشین تھے؟''

ثقہ و متقن تابعی عمرو بن میمون رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''ایک دفعہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس نو (خارجی) افراد آئے، انھوں نے کہا: ''اے ابوعباس! یا تو آپ ہمارے ساتھ آ جائیں یا پھر یہ لوگ ہم سے الگ ہو جائیں (ہم

آپ سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں)۔'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''بلکہ میں تمھارے ساتھ (الگ) ہو جاتا ہوں۔'' عمرو بن میمون رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ ان کے نابینا ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ وہ لوگ ان سے باتیں کرنے لگے، ہم نہیں جانتے کہ انھوں نے کیا کہا۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے آئے اور فرمانے لگے: ''اُف، افسوس (ان پر)، انھوں نے اس شخص کے بارے میں زبان درازی کی ہے جو ایسے دس فضائل کا مالک ہے جو اس کے علاوہ کسی اور کے نہیں ہیں، (اُفّ) انھوں نے اس شخص کے بارے میں زبان درازی کی ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

«لَأَبْعَثَنَّ رَجُلًا لَا يُخْزِيهِ اللّٰهُ أَبَدًا، يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ»

''میں (کل) اس آدمی کو بھیجوں گا جسے اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔''

پھر ہر کوئی اس سعادت کی آس لگائے بیٹھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''علی کہاں ہیں؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ''وہ تو چکی پیس رہے ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص چکی نہیں پیس سکتا؟'' پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے، ان کی آنکھیں خراب تھیں اور وہ (صحیح طرح) دیکھ نہیں سکتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا (تو وہ شفا یاب ہو گئے) پھر آپ نے تین مرتبہ جھنڈے کو لہرایا اور وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ صفیہ بنت حیی کو لے کر آئے۔ (دوسری فضیلت یہ کہ) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں شخص کو سورۂ توبہ کے ساتھ بھیجا (کہ وہ مکہ میں پہلے حج کے موقع پر مشرکین سے براءت کا اعلان کریں گے، مگر) پھر اس کے پیچھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا تو انھوں نے جا کر اس سے وہ سورت لے لی (یعنی وہ ذمہ داری خود اٹھائی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے (اس موقع پر) فرمایا تھا:

« لَا يَذْهَبُ بِهَا إِلَّا رَجُلٌ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُ »

''اس سورت کو وہی آدمی لے کر جائے گا جو مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (تیسری فضیلت کے بارے میں) بیان کرتے ہیں کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائیوں سے فرمایا:

« أَيُّكُمْ يُوَالِيْنِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ؟ »

''تم میں سے کون ہے جو دنیا اور آخرت میں مجھ سے موالات کرے گا؟''

اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی ان میں موجود تھے، انھوں نے انکار کر دیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« أَنَا أُوَالِيْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ »

''میں آپ کے ساتھ دنیا اور آخرت میں موالات کرتا ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أَنْتَ وَلِيِّيْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ »

''تو دنیا اور آخرت میں میرا دوست ہے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور انھی میں سے ایک آدمی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

« أَيُّكُمْ يُوَالِيْنِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ؟ »

''تم میں سے کون ہے جو دنیا اور آخرت میں مجھ سے موالات کرے گا؟''

انھوں نے اس سے انکار کر دیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ پھر گویا ہوئے:

« أَنَا أُوَالِيْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ »

''میں آپ کے ساتھ دنیا اور آخرت میں موالات کرتا ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

« أَنْتَ وَلِيِّيْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ »

"تو دنیا اور آخرت میں میرا دوست ہے۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (چوتھی فضیلت کے بارے میں) بیان کرتے ہیں:

« وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ خَدِيْجَةَ »

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام قبول کرنے والے پہلے شخص تھے۔"

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما (پانچویں فضیلت کے بارے میں) بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی چادر لی اور اسے سیدنا علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم پر ڈالا اور یہ آیت تلاوت کی:

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾ [الأحزاب: ۳۳]

"اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (چھٹی فضیلت کے بارے میں) فرماتے ہیں:

« وَشَرٰى عَلِيٌّ نَفْسَهُ، لَبِسَ ثَوْبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ نَامَ مَكَانَهُ »

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو فروخت کر دیا، (اس طرح کہ ہجرت کی رات) وہ نبی کریم ﷺ کی چادر اوڑھ کر ان کی جگہ سو گئے۔"

اس وقت مشرکین نبی کریم ﷺ کو پتھر مار رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ (نبی کریم ﷺ کے بستر پر) سو رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سمجھے کہ اللہ کے نبی ﷺ سو رہے ہیں، انھوں نے آواز دی: "اے اللہ کے نبی!" تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انھیں بتایا:

« إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِ انْطَلَقَ نَحْوَ بِئْرِ مَيْمُوْنٍ، فَأَدْرِكْهُ »

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم بئر میمون کی طرف چلے گئے ہیں، آپ وہاں ان سے مل لیں۔''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں داخل ہو گئے۔ ادھر (رات بھر) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف پتھر پھینکے جاتے رہے، جس طرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینکے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ تکلیف کی وجہ سے دوہرے ہوتے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا سر چادر سے ڈھانپ رکھا تھا اور صبح تک اسے چادر سے باہر نہ نکالا، پھر جب صبح ہونے پر اپنا سر باہر نکالا تو مشرکین مکہ نے کہا: ''تو تو بڑا گھٹیا انسان ہے، ہم تیرے ساتھی کو پتھر مارتے تھے مگر وہ تو تکلیف برداشت کرتا تھا جبکہ تو تکلیف کی وجہ سے دوہرا ہو جاتا ہے اور ہمیں یہ چیز ناپسند ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (ساتویں فضیلت کے بارے میں) فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: ''کیا میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا؟'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں!'' تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

« أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى؟ إِلَّا أَنَّكَ لَسْتَ بِنَبِيٍّ، إِنَّهُ لَا يَنْبَغِيْ أَنْ أَذْهَبَ إِلَّا وَأَنْتَ خَلِيْفَتِيْ »

''کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ تمھاری مجھ سے وہی نسبت ہو جو موسیٰ علیہ السلام سے ہارون علیہ السلام کو تھی، مگر تم نبی نہیں ہو اور (میرے لیے) یہ لائق نہیں کہ میں (مدینہ سے باہر) جاؤں مگر تم میرے نائب ہو۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (آٹھویں فضیلت کے بارے میں) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

« أَنْتَ وَلِيِّيْ فِيْ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِيْ »

''تو میرے بعد ہر مومن (مرد و عورت) کا ولی و دوست ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (نویں فضیلت کے بارے میں) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ مسجد کے تمام دروازے بند کر دیے تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ جنابت کی حالت میں بھی مسجد میں داخل ہو جایا کرتے تھے، کیونکہ وہی ان کا راستہ تھا، اس کے علاوہ ان کا کوئی اور راستہ نہیں تھا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (دسویں فضیلت کے بارے میں) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَإِنَّ مَوْلَاهُ عَلِيٌّ »

''جس کا میں مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہے۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (ان دس فضائل کے علاوہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اصحاب الشجرہ میں سے بھی ہیں اور) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمیں اس بات سے آگاہ فرما دیا کہ وہ اصحاب الشجرہ (یعنی بیعت رضوان والوں) سے راضی ہو چکا اور ان کے دلوں میں جو کچھ ہے اس سے آگاہ ہو چکا، مگر کیا اس نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ وہ اس کے بعد اصحاب الشجرہ سے ناراض بھی ہوگا؟ (اس کے برعکس) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا جب انھوں نے (اجازت طلب کرتے ہوئے) کہا تھا کہ (یا رسول اللہ!) مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس (حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ) کی گردن اڑا دوں:

« وَكُنْتَ فَاعِلاً؟ وَمَا يُدْرِيْكَ، لَعَلَّ اللّٰهَ قَدِ اطَّلَعَ إِلٰى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ » [مسند أحمد : ١/ ٣٣٠، ٣٣١، ح : ٣٠٦١، و إسناده حسن لذاته۔ مستدرك حاكم : ٣/ ١٣٢، ١٣٣، ح : ٤٦٥٢۔ الأحاديث المختارة للضياء المقدسي : ١٣/ ٢٦ ، ح : ٣٢ ، أبو بلج ثقة، صدوق حسن

الحديث إلا عن عبيد الله وفي غير ما أنكر عليه الجهابذة]

''کیا تو ایسا کرے گا؟ تجھے کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف جھانک کر فرمایا تھا کہ (آج کے بعد) تم جو چاہو کرو۔''

ثقہ و متقن مخضرم تابعی ابو سلیمان زید بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سنا، وہ منبر پر فرما رہے تھے:

((أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَأَخُوْ رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمْ يَقُلْهَا أَحَدٌ قَبْلِيْ وَلَا يَقُوْلُهَا أَحَدٌ بَعْدِيْ إِلَّا كَذَّابٌ مُفْتَرٍ)) [مصنف ابن أبي شيبة : ٣٦٧/٦، ح : ٣٢٠٧٠، و إسناده حسن لذاته، الحارث بن حصيره صدوق حسن الحديث وثقه الجمهور]

''میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا (چچازاد) بھائی (اور داماد) ہوں، یہ دعویٰ نہ مجھ سے پہلے کسی کا ہے اور نہ میرے بعد، سوائے کذاب اور افترا باز کے۔''

ثقہ و متقن تابعی عمرو بن سلیم الزرقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے (اپنی پیٹھ پر) انگور کی بیل کی لکڑیاں اٹھائی ہوئی تھیں۔'' [شرح مشكل الآثار للطحاوي : ١٣٧/٢، و إسناده صحيح]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی علمی و دینی بصیرت

امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کبار علماء صحابہ کرام میں سے تھے، حصول علم کے لیے آپ رضی اللہ عنہ کی کوشش اور تڑپ منفرد تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نصوصِ شریعت کو حرف بہ حرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھتے اور یاد کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اگر کسی دوسرے سے حدیث سنتے تو اسے قبول کرنے میں سخت احتیاط برتتے، مبادا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات منسوب ہو جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کہی ہو۔ چنانچہ اسماء بن حکم الفزاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

«كُنْتُ إِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَدِيْثًا نَفَعَنِيَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِمَا شَاءَ أَنْ يَّنْفَعَنِيْ مِنْهُ، وَ إِذَا حَدَّثَنِيْ غَيْرُهُ اسْتَحْلَفْتُهُ، فَإِذَا حَلَفَ لِيْ صَدَّقْتُهُ، فَحَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرٍ وَ صَدَقَ أَبُوْ بَكْرٍ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَتَوَضَّأُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالٰى لِذٰلِكَ الذَّنْبِ، إِلَّا غَفَرَ لَهُ»

"جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی علم براہِ راست (یعنی خود) سنتا تو اللہ تعالیٰ اس سے مجھے جتنا چاہتا فائدہ دیتا اور جب کوئی دوسرا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات) مجھے بتاتا تو میں اس سے قسم لیتا تھا، اگر وہ قسم کھا لیتا تو میں اسے صحیح مان لیتا تھا۔

تو ایک دفعہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک حدیث بیان کی اور یقیناً سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا (لہٰذا مجھے ان سے قسم لینے کی ضرورت نہیں)، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان بندہ اگر کوئی گناہ کرتا ہے، پھر وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھتا ہے اور اللہ سے اس گناہ کی بخشش طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اسے معاف فرما دیتا ہے۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دو آیات تلاوت فرمائیں:

﴿وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

[النساء: ١١٠]

''اور جو بھی کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ کو بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان پائے گا۔''

اور دوسری یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ [آل عمران: ١٣٥]

''اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟'' [مسند أحمد: ١/ ٨، ٩، ح: ٤٨، وإسناده صحيح۔ مسند الحميدي: ١/ ١٤٨، ح: ١، و إسناده صحيح۔ ترمذي: ٤٠٦، و إسناده صحيح]

تمام قرآنی آیات کے نزول کا علم رکھنے والے

سیدنا ابوطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((سَلُوْنِي عَنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ آيَةٍ إِلَّا وَقَدْ عَرَفْتُ بِلَيْلٍ نُزِلَتْ أَمْ بِنَهَارٍ، أَمْ فِي سَهْلٍ أَمْ فِي جَبَلٍ)) [تاريخ دمشق: ٤٢/ ٣٩٨،

و إسناده صحيح۔ الطبقات الكبرى لابن سعد : ٢/ ٢٥٧۔ جامع بيان العلم و فضله لابن عبد البر : ١/ ٣٨٣، ٣٨٤، ح: ٧٢٦]

''مجھ سے قرآن مجید کے بارے میں پوچھ لو، یقیناً میں تمام قرآنی آیات کے بارے میں جانتا ہوں کہ کون سی آیت رات کے وقت نازل ہوئی اور کون سی دن کے وقت، کون سی عام جگہ میں اور کون سی کسی پہاڑ پر نازل ہوئی۔''

چنانچہ ابن الکواء نے (سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے) پوچھا: ''﴿وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا﴾ [الذاريات : ١ تا ٤] (قسم ہے ان (ہواؤں) کی جو اڑا کر بکھیرنے والی ہیں! پھر ایک بڑے بوجھ (بادل) کو اٹھانے والی ہیں۔ پھر آسانی سے چلنے والی ہیں۔ پھر ایک بڑے کام (بارش) کو تقسیم کرنے والی ہیں) سے کیا مراد ہے؟'' سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمھارا برا ہو، علم حاصل کرنے کے لیے پوچھو، کرید اور امتحان کی غرض سے نہ پوچھو۔'' پھر فرمایا: ''وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا'' سے مراد ہوائیں ہیں، ''فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا'' سے مراد بادل ہیں ''فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا'' سے مراد کشتیاں ہیں اور ''فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا'' سے فرشتے مراد ہیں۔'' [جامع بيان العلم و فضله لابن عبد البر : ١/ ٣٨٣، ٣٨٤، ح : ٧٢٦، و سنده صحيح۔ مستدرك حاكم : ٢/ ٤٦٦، ٤٦٧، ح : ٣٧٣٦]

سیدنا ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((سَلُوْنِيْ قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُوْنِيْ وَلَنْ تَسْأَلُوْا بَعْدِيْ مِثْلِيْ ، فَقَامَ ابْنُ الْكَوَّاءِ فَقَالَ مَنِ الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ؟ قَالَ مُنَافِقُوْ قُرَيْشٍ ، قَالَ فَمَنِ الَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا؟ قَالَ مِنْهُمْ أَهْلُ حَرُوْرَاءَ))

[مستدرك حاكم : ٢/ ٣٥٢ ، ح : ٣٣٤٢، و إسنادهٔ صحيح، و ٢/ ٤٦٦، ٤٦٧، ح : ٣٧٣٦، وإسنادهٔ صحيح]

''مجھ سے میرے مرنے سے پہلے پہلے جو پوچھنا ہے پوچھ لو، میرے بعد تم ایسی

باتیں میری مثل کسی سے نہیں پوچھ سکو گے۔" تو ابن الکواء نے سوال کیا: "وہ کون لوگ ہیں (جن کا ذکر سورۂ ابراہیم کی آیت ۲۸ میں ہے کہ) جنھوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور انھوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں اتارا؟" سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس سے مراد قریش کے منافق ہیں۔" ابن لکواء نے پھر سوال کیا: "وہ کون لوگ ہیں (جن کا ذکر سورۂ کہف کی آیت ۱۰۴ میں ہے کہ) جن کی محنتیں دنیا ہی کی زندگی میں ضائع ہوگئیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں؟" سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ان لوگوں میں اہلِ حروراء یعنی خارجی بھی شامل ہیں۔"

مسائل کے استفسار میں حیا مانع نہیں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ حساس طبیعت کے مالک تھے، اگر کسی مسئلہ کے استفسار میں ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان حیا مانع ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے کہتے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھو۔ چنانچہ محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً ، فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ أَنْ يَّسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ فِيْهِ الْوُضُوْءُ » [بخاري، كتاب العلم، باب من استحيا فأمر غيره بالسؤال : ۱۳۲۔ مسلم : ۳۰۳]

"مجھے بہت زیادہ مذی آتی تھی، تو میں نے مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حکم پوچھیں، چنانچہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس کا حکم) دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس صورتِ حال میں (صرف) وضو ہے۔"

ایک دوسری روایت میں ہے، حصین بن قبیصہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَجَعَلْتُ أَغْتَسِلُ فِي الشِّتَاءِ حَتَّى تَشَقَّقَ ظَهْرِي، قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ ذُكِرَ لَهُ ، قَالَ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ، إِذَا رَأَيْتَ الْمَذْيَ فَاغْسِلْ ذَكَرَكَ وَ تَوَضَّأْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلَاةِ، فَإِذَا فَضَخْتَ الْمَاءَ فَاغْتَسِلْ » [مسند أحمد : ١/ ١٠٩، ح : ٨٦٨، و إسناده صحيح۔ ابن خزيمة : ١/ ١٥، ح : ٢٠۔ صحيح ابن حبان : ١١٠٧۔ المختارة للضياء المقدسي : ٢/ ٥٤، ح : ٤٣٣]

”مجھے بہت زیادہ مذی آتی تھی اور سردی کے موسم میں (بار بار) غسل کرنے کی وجہ سے میری کمر (کی جلد) پھٹ گئی تھی، تو یہ مسئلہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا، یا (میری طرف سے) کسی اور نے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایسا نہ کرو، بلکہ جب تم مذی دیکھو تو صرف اپنی شرم گاہ کو دھو لیا کرو اور نماز کے وضو کی طرح وضو کر لیا کرو، ہاں، اگر منی خارج ہو تو پھر غسل کرو۔“

علم اور عمل ساتھ ساتھ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ دین کا جو مسئلہ سیکھتے اس پر عمل بھی کرتے، آپ رضی اللہ عنہ پوری کوشش کرتے کہ زبانِ رسالت سے جو کچھ سنا ہے اس پر پوری طرح عمل کریں، اگرچہ حالات سخت ناساعد ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کی ایک جھلک اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے، چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ خَادِمًا فَقَالَ أَلَا أُخْبِرُكِ مَا هُوَ خَيْرٌ لَكِ مِنْهُ ؟ تُسَبِّحِيْنَ اللّٰهَ عِنْدَ مَنَامِكِ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَ تَحْمَدِيْنَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَتُكَبِّرِيْنَ اللّٰهَ أَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ، ثُمَّ قَالَ سُفْيَانُ إِحْدَاهُنَّ أَرْبَعٌ وَّثَلَاثُوْنَ فَمَا تَرَكْتُهَا بَعْدُ، قِيْلَ وَلَا لَيْلَةَ صِفِّيْنَ؟ قَالَ وَلَا لَيْلَةَ صِفِّيْنَ » [بخاري، كتاب

النفقات، باب خادم المرأة : ٥٣٦٢]

''سیدہ فاطمہ علیہا السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خادم کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں اس چیز کی خبر نہ دوں جو تمھارے لیے اس سے بہتر ہے؟ (وہ یہ ہے کہ) سوتے وقت ۳۳ مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہو، ۳۳ مرتبہ ''الحمدللہ'' کہو اور ۳۴ مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہو۔'' راویٔ حدیث سفیان کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک ۳۴ مرتبہ ہے۔ (پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) ''میں نے اس کے بعد ان (تسبیحات) کو کبھی ترک نہیں کیا۔'' کسی نے ان سے پوچھا: ''کیا جنگِ صفین کی رات بھی نہیں چھوڑا تھا؟'' انھوں نے فرمایا: ''(ہاں، میں نے) صفین کی رات بھی ان کی پابندی کی تھی۔''

لوگوں کو سوال پوچھنے کی دعوت دینے والے

سیدنا علی رضی اللہ عنہ علم کے اتنے اونچے مقام پر فائز تھے کہ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« مَا كَانَ أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يَقُوْلُ سَلُوْنِيْ غَيْرَ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ » [الاستيعاب في معرفة الصحابة لابن عبد البر : ١١٠٣/٣، والنسخة الأخرى: ٥٠/٢، و إسناده صحيح]

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا کہ جو کہتا ہو کہ مجھ سے سوال کرو۔''

لوگوں کی سہولت کے لیے حج تمتع کا احرام باندھتے ہوئے

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! ہم جحفہ کے مقام پر سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اہلِ شام میں سے ایک جماعت بھی تھی، ان میں حبیب بن مسلمہ فہری رحمہ اللہ بھی تھے، تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب آپ رضی اللہ عنہ کے

سامنے حج تمتع یعنی عمرہ اور حج اکٹھا ادا کرنے کا ذکر کیا گیا: ''حج اور عمرہ کی ادائی ایک ساتھ حج کے مہینوں میں نہیں ہونی چاہیے، اگر تم اس (یعنی حج کے مہینوں میں) عمرہ کو مؤخر کر دو اور دو بار اس گھر کی زیارت کرو (یعنی حج کے مہینوں کے علاوہ مہینوں میں عمرہ کے لیے آؤ) تو یہ بہتر ہوگا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے خیر کے کاموں میں وسعت رکھی ہے۔'' اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ وادی میں ایک جگہ اپنے اونٹ کے لیے چارہ تیار کر رہے تھے، جب انھیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بات کا علم ہوا تو وہ ان کے پاس آئے اور فرمایا:

((أَعَمَدْتَ إِلٰی سُنَّةٍ سَنَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُخْصَةٍ رَخَّصَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهَا لِلْعِبَادِ فِيْ كِتَابِهِ، تُضَيِّقُ عَلَيْهِمْ فِيْهَا وَتَنْهٰی عَنْهَا وَقَدْ كَانَتْ لِذِي الْحَاجَةِ وَ لِنَائِي الدَّارِ))

''وہ طریقہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری کیا ہے اور وہ رخصت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی کتاب میں عطا کی ہے، اس طریقے اور رخصت کے معاملہ میں آپ لوگوں پر تنگی کر رہے ہیں اور (انھیں) اس سے روکتے ہیں، حالانکہ کتنے ہی لوگ ضرورت مند ہوتے ہیں اور کتنے ہی دور دراز سے آئے ہوتے ہیں (وہ دوبارہ عمرہ کے لیے نہیں آسکتے)۔''

پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرے کا اکٹھا (یعنی حج تمتع کا) تلبیہ پڑھا، تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

((وَهَلْ نَهَيْتُ عَنْهَا؟ إِنِّيْ لَمْ أَنْهَ عَنْهَا، إِنَّمَا كَانَ رَأْيًا أَشَرْتُ بِهِ، فَمَنْ شَاءَ أَخَذَ بِهِ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ)) [مسند أحمد: ۱/ ۹۲، ح: ۷۰۷، و إسناده حسن لذاته]

''کیا میں نے تم لوگوں کو حج تمتع سے منع کیا ہے؟ میں نے تمھیں اس سے منع تو نہیں کیا، یہ تو صرف ایک رائے تھی جس کے بارے میں میں (تم سے) مشورہ

لے رہا تھا، لہٰذا جس کا دل کرے وہ اس پر عمل کرے (یعنی بعد میں آ کر عمرہ کرے) اور جو چاہے وہ اس رائے کو چھوڑ دے (یعنی وہ حج تمتع کرے)۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے بڑے عالم

ثقہ محدث عبدالملک ابن ابی سلیمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا:

« أَكَانَ فِيْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ أَعْلَمُ مِنْ عَلِيٍّ، قَالَ لَا، وَاللّٰهِ ! مَا أَعْلَمُهُ » [الاستيعاب في معرفة الصحابة لابن عبد البر : ٣/ ١١٠٤، و النسخة الأخرىٰ : ٢/ ٥٠، و إسناده صحيح]

"کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بڑا کوئی عالم تھا؟" تو انھوں نے فرمایا: "نہیں، اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا۔"

فتویٰ میں حجت کی حیثیت رکھنے والے

سوید بن غفلہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے آ کر ایک ایسے آدمی کے متعلق سوال کیا کہ جس نے اپنے ورثا میں ایک بیوی اور ایک بیٹی کو چھوڑا ہو (تو ان میں وراثت کیسے تقسیم ہوگی)؟ سوید نے کہا: "میں اس مسئلہ میں تمھیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بتاتا ہوں۔" اس نے کہا: "میرے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ کافی ہے۔" سوید نے کہا: "سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ میت کی بیوی کو آٹھواں حصہ (1/8) اور اس کی بیٹی کو آدھا حصہ (1/2) ملے گا اور پھر جو بچ جائے وہ بھی اس کی بیٹی کو دے دیا جائے۔"

[سنن الدارمي : ٤/ ١٩٦٥، ح : ٣٠٦٣، والنسخة الأخرىٰ: ٢/ ٤٧٠، ح: ٣٠٢٠، وإسناده صحيح]

افتا و قضا میں شیخین سے اختلاف کو ناپسند سمجھنے والے

عبیدہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ (جب ام ولد کی بیع میں اختلاف ہوا تو) سیدنا علی رضی اللہ عنہ

نے (عراق والوں سے) فرمایا:

« اقْضُوْا كَمَا كُنْتُمْ تَقْضُوْنَ، فَإِنِّي أَكْرَهُ الْاخْتِلَافَ، حَتّٰى يَكُوْنَ النَّاسُ جَمَاعَةً، أَوْ أَمُوْتَ كَمَا مَاتَ أَصْحَابِيْ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب علي بن أبي طالب...... الخ : ٣٧٠٧]

”جس طرح تم پہلے فیصلے کیا کرتے تھے اسی طرح فیصلے کرتے رہو، کیونکہ میں اختلاف کو پسند نہیں کرتا، اس وقت تک کہ لوگ سب جمع ہو جائیں، یا میں بھی اس دنیا سے اپنے ساتھیوں (صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما) کی طرح چلا جاؤں۔“

وتر ادا کرنے کا طریقہ

ثقہ و متقن تابعی حِطّان بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرما رہے تھے:

«اَلْوِتْرُ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَنْوَاعٍ : رَجُلٌ أَوْتَرَ أَوَّلَ اللَّيْلِ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَرَجُلٌ أَوْتَرَ أَوَّلَ اللَّيْلِ فَاسْتَيْقَظَ فَوَصَلَ إِلٰى وِتْرِهِ رَكْعَةً فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ، وَرَجُلٌ أَخَّرَ وِتْرَهُ إِلٰى آخِرِ اللَّيْلِ»

[شرح معاني الآثار للطحاوي : ١/ ٣٤٠، ح : ٣٠٠٣، وإسناده صحيح۔ مسند الشافعي : ١/ ١٩٥، ح : ٥٥٠، وسنده صحيح]

”نمازِ وتر ادا کرنے کے تین طریقے ہیں، ایک یہ کہ آدمی رات کی ابتدا میں (عشاء کے بعد) نمازِ وتر ادا کر لیتا ہے، پھر (رات کے وقت) وہ بیدار ہوتا ہے تو دو رکعتیں نماز ادا کرتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ کہ آدمی رات کی ابتدا میں (عشاء کے وقت) وتر ادا کر لیتا ہے، پھر وہ رات کے وقت بیدار ہوتا ہے اور ایک رکعت پڑھ کر اپنے (پڑھے ہوئے) وتر کو جفت بنا لیتا ہے، پھر وہ دو دو رکعتیں نماز (تہجد) ادا کرتا ہے، پھر (آخر میں) وتر ادا کرتا ہے اور تیسرا طریقہ یہ کہ آدمی نماز وتر کو (نماز تہجد کے بعد) رات کے آخری حصے میں ادا کرتا ہے۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول چند مسنون دعائیں

سواری کی دعا

علی بن ربیعہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے لیے سواری لائی گئی، تاکہ آپ اس پر سوار ہوں، جب آپ نے اپنا قدم رکاب میں رکھا تو ''بسم اللہ'' کہا، پھر جب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تو یہ دعا پڑھی:

«اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ»

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے لیے تابع کر دیا، حالانکہ ہم اسے قابو میں لانے والے نہیں تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

پھر تین مرتبہ ''الحمدللہ'' اور تین مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہا اور پھر یہ دعا پڑھی:

«سُبْحَانَكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ»

''(اے اللہ!) تو پاک ہے، تیرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، یقیناً میں اپنی جان پر ظلم کر بیٹھا ہوں، سو تو مجھے معاف فرما دے۔''

پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ مسکرائے، تو میں نے پوچھا: ''اے امیر المومنین! آپ کیوں مسکرائے؟''

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلْتُ، ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ مِمَّ ضَحِكْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ يَعْجَبُ الرَّبُّ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ، وَيَقُوْلُ عَلِمَ عَبْدِيْ أَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ غَيْرِيْ » [مسند أحمد : ١/ ٩٧، ح : ٧٥٣، صحيح۔ كتاب التوحيد لابن خزيمة : ٢/ ٥٧٨، ٥٧٩، ح: ٣٢١۔ مستدرك حاكم : ٢/ ٩٨، ٩٩، ح : ٢٤٨٢]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا جس طرح میں نے کیا، پھر رسول اللہ ﷺ مسکرانے لگے تو میں نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! آپ مسکرا کیوں رہے ہیں؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ اپنے بندے سے خوش ہوتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ ''اے اللہ! تو مجھے معاف فرما دے'' اور (اس موقع پر) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میرا بندہ جانتا ہے کہ گناہ کو میرے علاوہ کوئی معاف نہیں کر سکتا۔''

نماز کی مسنون دعائیں

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

« وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا، وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِيْ، وَنُسُكِيْ، وَمَحْيَايَ، وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ الْمَلِكُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَنْتَ رَبِّيْ وَأَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِيْ، وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ، فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ، وَاهْدِنِيْ لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ،

وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِيْ يَدَيْكَ، وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ، أَنَابِكَ وَ إِلَيْكَ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ))

''میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ہر طرف سے یکسو ہو کر اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز اور میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سے ہوں۔ اے اللہ ! تو ہی بادشاہ ہے، تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں، تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اپنے گناہ کا اعتراف کیا، لہٰذا تو میرے سارے گناہ بخش دے، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔ تو مجھے سب سے اچھے اخلاق کی ہدایت دے، کیونکہ سب سے اچھے اخلاق کی ہدایت تیرے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا اور برے اخلاق مجھ سے ہٹا دے، کیونکہ مجھ سے برے اخلاق تیرے علاوہ کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ میں تیرے حضور حاضر ہوں، دونوں جہاں کی سعادتیں تجھ سے ہیں، بھلائی سب تیرے ہاتھوں میں ہے اور برائی تیری طرف سے نہیں۔ میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے ہی سہارے ہوں اور تیری ہی طرف میرا رخ ہے، تو برکت والا اور رفعت و بلندی والا ہے، میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔''

پھر جب رسول اللہ ﷺ رکوع میں جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

((اَللّٰهُمَّ ! لَكَ رَكَعْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَلَكَ أَسْلَمْتُ، خَشَعَ لَكَ سَمْعِيْ وَ بَصَرِيْ وَمُخِّيْ وَعَظْمِيْ وَ عَصَبِيْ))

''اے اللہ! میں تیرے ہی لیے جھکا، تجھی پر ایمان لایا، تیرا ہی فرماں بردار بنا، تیرے ہی لیے ڈر کر عاجز ہو گئے میرے کان، میری آنکھیں، میرا مغز، میری ہڈیاں اور میرے پٹھے۔''

پھر جب رسول اللہ ﷺ رکوع سے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

((اَللّٰھُمَّ ! رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا، وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ))

''اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! تیرے ہی لیے تعریف ہے، اتنی جس سے آسمان بھر جائیں اور زمین بھر جائے، پھر جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے وہ بھر جائے اور اس کے بعد جو چیز تو چاہے اس کے بھرنے کے برابر۔''

اور جب آپ ﷺ سجدہ کرتے تو فرماتے:

((اَللّٰھُمَّ ! لَكَ سَجَدْتُّ وَبِكَ آمَنْتُ، وَلَكَ أَسْلَمْتُ، سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، تَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ))

''اے اللہ! میں نے تیرے ہی لیے سجدہ کیا، تجھی پر ایمان لایا، تیرا ہی فرماں بردار بنا، میرے چہرے نے اس ہستی کے لیے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا، اس کی صورت بنائی اور اس کے کانوں اور آنکھوں کے شگاف بنائے، برکت والا ہے اللہ جو تمام بنانے والوں سے اچھا ہے۔''

اور پھر آپ ﷺ آخری تشہد میں سلام پھیرنے سے پہلے یہ دعا کرتے:

((اَللّٰھُمَّ ! اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، وَمَا أَسْرَفْتُ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ،

لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ)) [مسلم ، كتاب صلاة المسافرين ، باب الدعاء في صلاة الليل و قيامه : ۷۷۱]

''اے اللہ! مجھے بخش دے جو میں نے پہلے کیا اور جو پیچھے کیا اور جو میں نے چھپا کر کیا اور جو میں نے علانیہ کیا اور جو میں نے زیادتی کی اور جسے تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، تو ہی آگے کرنے والا ہے اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں۔''

دفن کے بعد قبر پر دعا

ثقہ و متقن تابعی ابو یحییٰ عمیر بن سعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے یزید بن مکفف کی نماز جنازہ ادا کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے چار تکبیرات کے ساتھ ان کی نماز جنازہ ادا کی، پھر ان کی قبر پر آئے اور کھڑے ہو کر یہ دعا کی:

((اَللّٰهُمَّ! عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ نَزَلَ بِكَ وَأَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهِ، اَللّٰهُمَّ ! وَسِّعْ لَهُ مُدْخَلَهُ، وَاغْفِرْ لَهُ ذَنْبَهُ فَإِنَّا لَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ)) [المعرفة والتاريخ للإمام يعقوب بن سفيان الفارسي : ۶۵۸/۲، ۶۵۹، وإسناده صحيح۔ مصنف ابن أبي شيبة : ۲۰/۳ ، ح : ۱۱۷۰۹، ۱۰۷/۶، ح: ۲۹۸۴۳۔ السنن الكبرى للبيهقي : ۶۱/۴ ، ح : ۶۹۵۰]

''اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے۔ یہ تیرا مہمان ہے اور تو سب سے بہتر میزبان ہے۔ اے اللہ! اس کے لیے اس کی قبر کو وسیع کر دے اور اس کے گناہوں کو معاف فرما دے۔ یقیناً ہم تو اس کے بارے میں صرف خیر ہی جانتے ہیں اور تو اسے سب سے زیادہ جانتا ہے۔''

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یزید بن مکفف کی قبر پر اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈالی۔ [مصنف ابن أبي شيبة : ۲۰/۳ ، ح : ۱۱۷۱۳، و إسنادہ صحيح]

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور بت شکنی

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كُنْتُ أَنْطَلِقُ أَنَا وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ إِلَى أَصْنَامِ قُرَيْشٍ الَّتِي حَوْلَ الْكَعْبَةِ، فَنَأْتِي الْعَذِرَاتِ، فَنَأْخُذُ خَرِيْرَاتٍ فِي أَيْدِيْنَا فَنَنْطَلِقُ بِهِ إِلَى أَصْنَامِ قُرَيْشٍ فَنُلَطِّخُهَا فَيُصْبِحُوْنَ، فَيَقُوْلُوْنَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِآلِهَتِنَا؟ فَيَنْطَلِقُوْنَ إِلَيْهَا، وَيَغْسِلُوْنَهَا بِاللَّبَنِ وَالْمَاءِ)) [المطالب العالية للحافظ ابن حجر : ٤٥٧/٩ ، ح : ٤٦٩٥، و إسنادهٗ حسن لذاته، و قال ابن حجر "إسنادهٗ صحيح، والنسخة الأخرى: ٥١٨/٨، ح: ٤٢٢٠]

''میں اور اسامہ بن زید کعبہ کے گرد رکھے ہوئے قریش کے بتوں کی خبر لینے جایا کرتے تھے۔ ہم غلاظت لے کر قریش کے بتوں کے پاس جاتے اور ان بتوں کو غلاظت سے لت پت کر دیتے۔ قریش مکہ یہ دیکھ کر سیخ پا ہو جاتے اور کہتے: ''ہمارے مشکل کشاؤں کے ساتھ یہ کس نے کیا؟'' پھر وہ ان بتوں کے پاس جاتے اور انھیں دودھ اور پانی کے ساتھ دھو کر صاف کرتے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر بیت اللہ کے بتوں کو توڑتے ہوئے

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«اِنْطَلَقْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَيْنَا الْكَعْبَةَ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْلِسْ وَصَعِدَ عَلٰى مَنْكِبَيَّ، فَذَهَبْتُ لِأَنْهَضَ بِهِ، فَرَأَى مِنِّيْ ضُعْفًا، فَنَزَلَ، وَجَلَسَ لِيْ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اصْعَدْ عَلٰى مَنْكِبَيَّ قَالَ فَصَعِدْتُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ، قَالَ فَنَهَضَ بِيْ، قَالَ فَإِنَّهُ يُخَيَّلُ إِلَيَّ أَنِّيْ لَوْ شِئْتُ لَنِلْتُ أُفُقَ السَّمَاءِ، حَتَّى صَعِدْتُ عَلَى الْبَيْتِ، وَعَلَيْهِ تِمْثَالُ صُفْرٍ أَوْ نُحَاسٍ، فَجَعَلْتُ أُزَاوِلُهُ عَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ، حَتَّى إِذَا اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ، قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْذِفْ بِهِ فَقَذَفْتُ بِهِ، فَتَكَسَّرَ كَمَا تَتَكَسَّرُ الْقَوَارِيْرُ، ثُمَّ نَزَلْتُ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَبِقُ حَتَّى تَوَارَيْنَا بِالْبُيُوْتِ، خَشْيَةَ أَنْ يَلْقَانَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ» [مسند أحمد : ١/ ٨٤ ، ح : ٦٤٤، وإسناده حسن لذاته ـ مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ٤٠٤ ، ح : ٣٦٨٩٦ـ مسند أبي يعلى : ١/ ١٥٥، ح : ٢٨٧ـ السنن الكبرى للنسائي : ٥/ ١٤٢ ، ١٤٣ ـ مستدرك حاكم : ٣/ ٥ ، ح : ٤٢٦٥]

''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑا، یہاں تک کہ ہم کعبہ کے پاس آئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ!'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کندھوں پر چڑھ گئے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اٹھنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ میں کمزوری محسوس کی اور میرے کندھوں سے اتر گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود میرے لیے نیچے بیٹھے اور (مجھے) فرمایا: ''تم میرے کندھوں پر چڑھو'' سو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر چڑھ گیا، آپ مجھے لے کر اٹھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر چڑھ کر میں یہ سوچ رہا تھا کہ میں چاہوں تو آسمان کے افق پر جا پہنچوں، یہاں تک کہ میں خانہ کعبہ پر

چڑھ گیا، وہاں پیتل یا تانبے کے بت تھے، میں نے انھیں اپنے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے اکٹھا کر کے ایک جگہ ڈھیر لگا لیا۔ اب مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انھیں پھینک دو۔“ چنانچہ میں نے انھیں نیچے پھینک دیا تو وہ اس طرح ٹوٹ گئے جس طرح شیشہ ٹوٹتا ہے۔ پھر میں نیچے اتر آیا، اب میں اور اللہ کے رسول ﷺ دوڑنے لگے، حتیٰ کہ ہم آبادی میں چھپ گئے، اس ڈر سے کہ ہمیں کوئی دیکھ نہ لے۔“

جاہلیت کے نشانات مٹانے کے حریص

ابو الہیاج اسدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا:

« أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِيْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ » [مسلم، كتاب الجنائز، باب الأمر بتسوية القبر : ٩٦٩]

”کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا؟ (وہ کام یہ ہے) کہ تم کسی تصویر اور مجسمے کو نہ چھوڑنا مگر اسے مٹا دینا اور کسی اونچی قبر کو نہ چھوڑنا مگر اسے ہموار کر دینا۔“

زنادقہ اور مرتدین کو نذر آتش کرنا

عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زندیق (بے دین لوگ) لائے گئے (جو مرتد ہو چکے تھے) تو آپ رضی اللہ عنہ نے انھیں جلا دیا۔ یہ بات جب سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تک پہنچی تو انھوں نے فرمایا:

« لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحْرِقْهُمْ، لِنَهْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ، وَلَقَتَلْتُهُمْ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ ›› [بخاري، كتاب استتابة المرتدين و المعاندين و قتالهم، باب حكم المرتد...... الخ : ٦٩٢٢]

''اگر (ان کی جگہ) میں ہوتا تو انھیں (آگ میں) نہ جلاتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''تم اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو۔'' بلکہ میں انھیں قتل کرتا، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''جو (مسلمان) اپنا دین بدل لے اسے قتل کر دو۔''

ابوداود میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی تو انھوں نے فرمایا:

‹‹ وَيْحَ [أُمِّ] ابْنِ عَبَّاسٍ ! ›› [أبو داوٗد، كتاب الحدود، باب الحكم فيمن ارتد : ٤٣٥١، و إسناده صحيح]

''کیا خوب ہیں ابن عباس! (یا ابن عباس کی ماں!)۔''

گویا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اعتراض کو پسند نہیں کیا اور حدیث کا مطلب یہ سمجھا کہ نہی تنزیہی ہے۔[دیکھیے فتح الباري : ١٢/ ٢٧١]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وَیح'' کا لفظ رحمت کی دعا کرنے کے معنی میں مستعمل ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا عمل اس لیے پسند نہیں آیا کہ وہ حدیث میں ممانعت کو ظاہر پر محمول کر کے تحریم کے قائل تھے۔ اس لیے انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر اعتراض کیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بات سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس لفظ کے ذریعے سے ان کی رائے سے اتفاق کا اظہار کیا ہو کہ کیا ہی بہتر ہوا جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک بھولی ہوئی بات یاد دلا دی۔ یہ احتمال اس لیے درست ہے کہ ''وَیح'' کا لفظ تعریف اور تعجب کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔'' [فتح الباري : ١٢/ ٢٧٢]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: ''آگ سے سزا دینے کے بارے میں اسلاف میں اختلاف رہا ہے۔ سیدنا عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم مطلقاً اسے حرام سمجھتے تھے،

خواہ یہ سزا ارتداد کی وجہ سے دی جائے یا قصاص میں یا حالت جنگ میں، جب کہ سیدنا علی اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما اسے جائز سمجھتے تھے۔

مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں ممانعت تحریمی نہیں ہے، بلکہ بطور تواضع ہے۔ آگ کی سزا دینے کے جواز پر صحابہ کرام کا عمل ثابت ہے، بلکہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عرنیین'' کی آنکھوں میں لوہے کی گرم سلائیاں پھیریں اور صحابہ کرام کی موجودگی میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے باغیوں اور مرتدین کو آگ سے جلایا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی مرتدین کو آگ سے جلایا اور مدینہ منورہ کے اکثر علماء دشمن کے قلعوں اور ان کی سواریوں کو نذرِ آتش کرنے کی اجازت دیتے رہے ہیں۔ یہی مسلک امام ثوری اور امام اوزاعی رحمہما اللہ کا بھی ہے۔ جبکہ ابن المنیر وغیرہ مذکورہ دلائل سے جواز کے استدلال کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''عرنیین'' کے ساتھ جو کچھ کیا گیا وہ قصاص تھا، یا پھر شروع اسلام میں یہ کام جائز تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا۔ اور پھر اگر چند صحابہ کا عمل اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے تو کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی ممانعت کے بھی قائل ہیں اور رہی بات قلعوں اور سواریوں کو نذرِ آتش کرنے کی تو یہ چیز ضرورت پر منحصر ہے کہ دشمن کو زیر کرنے کا یہی طریقہ رہ گیا ہو۔ لہٰذا ان میں سے کوئی واقعہ جواز کی دلیل نہیں بن سکتا۔'' [فتح الباري : ٦/ ١٥٠]

مرتد بت پرستوں کو آگ میں جلانے والے

ثقہ و صدوق تابعی عبید بن نسطاس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ عطیات اور رزق مسلمانوں سے لیتے اور لوگوں کے ساتھ نماز بھی ادا کرتے، لیکن چھپ کر بتوں کی پرستش بھی کرتے، تو انھیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے انھیں مسجد میں باندھ دیا، یا (انھیں) جیل میں بند کر دیا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! مَا تَرَوْنَ فِيْ قَوْمٍ كَانُوْا يَأْخُذُوْنَ الْعَطَاءَ وَالرِّزْقَ وَيَعْبُدُوْنَ هٰذِهِ الْأَصْنَامَ ؟))

''لوگو! ان لوگوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے جو عطیات اور رزق (یعنی وظائف وغیرہ تو ہم سے) وصول کرتے ہیں اور عبادت ان بتوں کی کرتے ہیں؟''

لوگوں نے کہا: ''آپ انھیں قتل کر دیں۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«لَا، وَلٰكِنِّي أَصْنَعُ بِهِمْ كَمَا صُنِعَ بِأَبِينَا إِبْرَاهِيمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَحَرَّقَهُمْ بِالنَّارِ» [مصنف ابن أبي شيبة: ٥/٥٦٤، ح: ٢٩٠٠٣، وإسناده صحيح إلى عبيد بن نسطاس، والنسخة الأخرى: ٥/٥٥٨، ح: ٢٨٩٩٤]

''نہیں، میں ان کے ساتھ وہ کروں گا جو ہمارے باپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا۔'' چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے انھیں جلا دیا۔''

مرتدین کی طرف لشکر روانہ کرتے ہوئے

سیدنا ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں اس لشکر میں موجود تھا جسے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بنوناجیہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ جب ہم ان لوگوں کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کے تین گروہ تھے۔ ہمارے امیر نے ان میں سے ایک گروہ سے پوچھا: ''آپ کون ہیں؟'' تو انھوں نے کہا: ''ہم پہلے نصاریٰ تھے، پھر ہم نے اسلام قبول کیا اور ہم اسلام پر قائم ہیں (یعنی ہم مسلمان ہیں)۔'' امیر نے (ان سے) کہا: ''تم الگ ہو جاؤ۔'' پھر امیر نے دوسرے گروہ سے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' انھوں نے جواب دیا: ''ہم نصاریٰ ہیں، ہم کسی دین کو اپنے دین سے افضل نہیں سمجھتے، سو ہم اسی پر ثابت قدم ہیں۔'' تو امیر نے کہا: ''تم بھی الگ ہو جاؤ۔'' پھر ان کے تیسرے گروہ سے پوچھا: ''تم کون لوگ ہو؟'' انھوں نے کہا: ''ہم نصاریٰ تھے، پھر ہم نے اسلام قبول کیا، پھر نصاریٰ بن گئے، کیونکہ ہم اپنے اس (پہلے) دین سے کوئی دین افضل نہیں پاتے، سو اس لیے ہم پھر نصاریٰ ہو گئے۔'' تو ہمارے امیر نے ان سے کہا: ''تم اسلام قبول کر لو۔'' انھوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا، تو ہمارے امیر محترم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ''جب میں اپنے سر پر تین مرتبہ

ہاتھ پھیروں تو تم ان پر پوری قوت سے حملہ آور ہو جانا۔'' تو مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا اور ان میں سے لڑنے والوں سے لڑے اور ان کی اولادوں کو قیدی بنایا۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ٦/ ٤٤٢، ح: ٣٢٧٢٨، إسناده حسن لذاته۔ السنن الكبرى للبيهقي: ٨/ ٣٦١، ح : ١٦٨٩٥۔ إنساب الأشراف للبلاذري: ٢/ ٤١٧۔ تاريخ طبري : ٥/ ١٢٥۔]

حدود اللہ کے قیام کا حکم دیتے ہوئے

ثقہ ومتقن تابعی عبداللہ بن حبیب ابوعبدالرحمٰن السلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَقِيْمُوا الْحُدُوْدَ عَلٰى أَرِقَّائِكُمْ مَنْ أَحْصَنَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَمْ يُحْصِنْ))

''اے لوگو! اپنے (زانی) غلاموں اور لونڈیوں پر حد قائم کرو، جو شادی شدہ ہیں ان پر بھی اور جو غیر شادی شدہ ہیں ان پر بھی۔''

پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لونڈی نے زنا کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے کوڑے لگاؤں۔ جب میں اس کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ حالت نفاس میں تھی، میں ڈر گیا کہ اگر میں نے اسے کوڑے لگائے تو کہیں وہ مر نہ جائے۔ لہٰذا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو نے ٹھیک کیا۔'' [ترمذي، كتاب الحدود، باب ما جاء في إقامة الحد على الإماء : ١٤٤١، و إسنادهٗ حسن لذاته۔ مسند أبي داوٗد الطيالسي : ١/ ١٠٧، ح : ١١٤۔ مسند البزار: ٢/ ٢٠٦، ح: ٥٩١۔ المنتقى لابن الجارود ، ح : ٨١٦۔ مسند أبي عوانة : ٤/ ١٤٩، ح : ٦٣٢٩۔ مستدرك حاكم : ٤/ ٤١٠، ح : ٨١٠٦]

رعایا سے عدل وانصاف

ثقہ ومتقن مخضرم تابعی رِبعی بن حراش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاں بیٹھا ہوا تھا کہ اس دوران (ان کے پاس) سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا آیا اور اس نے انھیں سلام

کہا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے مرحبا کہا۔ اس نے کہا: ''اے امیر المومنین! آپ مجھے مرحبا بھی کہہ رہے ہیں اور آپ نے میرے والد کو شہید بھی کیا ہے اور میرا مال بھی ضبط کیا ہوا ہے؟''
سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((أَمَّا مَالُكَ فَهُوَ ذَا مَعْزُوْلٌ فِيْ بَيْتِ الْمَالِ، فَاغْدُ إِلَى مَالِكَ فَخُذْهُ، وَأَمَّا قَوْلُكَ قَتَلْتَ أَبِيْ، فَإِنِّي أَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ أَنَا وَأَبُوْكَ مِنَ الَّذِيْنَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿ وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴾))

''جہاں تک آپ کے مال کی بات ہے تو وہ بیت المال میں علیحدہ پڑا ہوا ہے، جاؤ اور اسے لے لو اور جہاں تک تمھاری یہ بات ہے کہ میں نے تمھارے والد کو شہید کیا ہے تو مجھے امید ہے کہ میں اور آپ کے والد ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں اللہ عزوجل فرماتے ہیں: ﴿ وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴾ [الحجر : ٤٧] ''اور ہم ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہے نکال دیں گے، بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔''

(سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سن کر) قبیلۂ ہمدان کے ایک آدمی نے کہا: ''اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ انصاف کرنے والا ہے۔'' تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس بات پر اتنی اونچی آواز سے گویا ہوئے کہ کمرے میں گونج پیدا ہوگئی، فرمایا:

((فَمَنْ إِذًا إِذَا لَمْ نَكُنْ نَحْنُ أُولٰئِكَ)) [مستدرك حاكم : ٣٥٣/٢، ٣٥٤، ح : ٣٣٤٨، وإسناده حسن لذاته، أبان بن عبد الله صدوق ثقة في غير ما أنكر عليه۔ الطبقات لابن سعد : ١٦٩/٣، و إسناده صحيح]
''اگر ہم اس کے مصداق نہیں تو کون ہیں؟''

مریض کی عیادت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے

عبداللہ بن نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« عَادَ أَبُوْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيُّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ أَعَائِدًا جِئْتَ أَمْ زَائِرًا؟ فَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى بَلْ جِئْتُ عَائِدًا، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ عَادَ مَرِيْضًا بَكَرًا شَيَّعَهُ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ، كُلُّهُمْ يَسْتَغْفِرُ لَهُ حَتّٰى يُمْسِيَ وَكَانَ لَهُ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ وَ إِنْ كَانَ عَادَهُ مَسَاءً شَيَّعَهُ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ، كُلُّهُمْ يَسْتَغْفِرُ لَهُ، حَتّٰى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهُ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ » [مسند أحمد : ۱/ ۱۲۰، ۱۲۱، ح : ۹۷۵۔ صحيح ابن حبان : ۲۹۵۸، و إسناده حسن لذاته]

”ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی عیادت کے لیے تشریف لائے، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: ”آپ عیادت کے لیے آئے ہیں یا زیارت (ملاقات) کے لیے؟“ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں عیادت کے لیے آیا ہوں۔“ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے: ”جو شخص صبح کے وقت مریض کی عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اسے رخصت کرتے ہیں اور وہ سب کے سب شام تک اس کے لیے بخشش طلب کرتے رہتے ہیں اور جنت میں اسے چنا ہوا پھل بھی ملے گا، پھر اگر وہ شام کے وقت اس کی عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اسے رخصت کرتے ہیں اور وہ سب کے سب صبح تک اس کے لیے بخشش طلب کرتے رہتے ہیں اور جنت میں اسے چنا ہوا میوہ بھی ملے گا۔“

بازاروں میں دعوت واصلاح کا کام کرنے والے

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بازار میں لوگوں کے باہمی معاملات کا جائزہ لیتے اور انھیں اسلامی شریعت کے مطابق خرید وفروخت کرنے پر ابھارنے کے حریص تھے۔ چنانچہ حر بن جرموز المرادی اپنے باپ سیدنا جرموز رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: ''میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو قصر (خلافت) سے نکلتے ہوئے دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جسم پر دو چادریں تھیں اور آپ کا ازار آدھی پنڈلی تک تھا اور (اوپر اوڑھی ہوئی) چادر بھی تقریباً وہیں تک تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ (ہاتھ میں) دُرّہ لیے بازاروں میں گھوم رہے تھے اور انھیں اللہ سے ڈرنے اور حلال تجارت کا حکم دے رہے تھے اور فرما رہے تھے:

((أَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ، وَلَا تَنْفَحُوا اللَّحْمَ)) [فضائل الصحابة لإمام أحمد ابن حنبل : ٢/ ٥٥٧، ح: ٩٣٨، وإسناده حسن لذاته]

''ناپ تول پورا پورا کرو اور گوشت کی تنفیح نہ کرو (یعنی عمدہ گوشت کو الگ کر کے ردی و ناقص گوشت نہ بیچو)۔''

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((أَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ، وَيَقُوْلُ لَا تَنْفُخُوا اللَّحْمَ)) [الطبقات لابن سعد : ٣/ ٢٠، وإسناده حسن لذاته۔ تاريخ دمشق : ٤٢/ ٤٨٤]

''ناپ تول پورا پورا ادا کرو اور گوشت اتار کر صرف ہڈی نہ بیچو (یعنی ناقص گوشت نہ بیچو)۔''

عوام کو اخلاقِ حسنہ کی ترغیب دیتے ہوئے

ثقہ وصدوق تابعی ربیعہ بن ناجد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((كُوْنُوْا فِي النَّاسِ كَالنَّحْلَةِ فِي الطَّيْرِ، إِنَّهُ لَيْسَ مِنَ الطَّيْرِ شَيْءٌ إِلَّا وَهُوَ يَسْتَضْعِفُهَا وَلَوْ يَعْلَمُ الطَّيْرُ مَا فِيْ أَجْوَافِهَا مِنَ الْبَرَكَةِ لَمْ

يَفْعَلُوْا ذٰلِكَ بِهَا، خَالِطُوا النَّاسَ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَأَجْسَادِكُمْ وَزَايِلُوْهُمْ بِأَعْمَالِكُمْ وَقُلُوْبِكُمْ فَإِنَّ لِلْمَرْءِ مَا اكْتَسَبَ وَهُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ مَنْ أَحَبَّ ›› [سنن الدارمي : ١/ ٣٤٥، ح: ٣٢٠، والنسخة الأخرىٰ : ١/ ١٠٤، ح : ٣١٢، وإسناده حسن لذاته]

''تم لوگوں میں ایسے ہو جاؤ جیسے شہد کی مکھی پرندوں میں ہوتی ہے۔ پرندوں میں سے کوئی بھی پرندہ ایسا نہیں ہے جو اسے کمزور نہ جانتا ہو، لیکن اگر پرندے یہ جان لیں کہ اس کے پیٹ میں کتنی برکت ہے تو وہ اسے ہرگز ایسا نہ جانیں۔ تم لوگوں سے اپنی زبانوں اور جسموں کے ساتھ ملو اور (کمی کوتاہی) اپنے اعمال اور اپنے دلوں کے ذریعے سے زائل کرو۔ یقیناً انسان کے لیے وہی ہے جو اس نے کمایا اور قیامت کے دن وہ اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہوگا۔''

قصہ گوئی کی بدعت کا ظہور اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی محاذ آرائی

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں جب قصہ گوئی کی بدعت رواج پانے لگی تو صحابہ کرام اور تابعین نے اس پر سختی سے نکیر کی۔ چنانچہ ثقہ تابعی امام نافع رحمہ اللہ (ان کا خلفائے راشدین سے سماع ثابت نہیں) فرماتے ہیں:

‹‹ لَمْ يَكُنْ قَاصٌّ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا زَمَنِ أَبِيْ بَكْرٍ، وَلَا زَمَنِ عُمَرَ، وَلَا فِيْ زَمَنِ عُثْمَانَ ›› [مصنف ابن أبي شيبة : ٥/ ٢٩١، ح : ٢٦٢٠٢، وإسناده صحيح إلى نافع۔ تاريخ المدينة المنورة للنميري : ١/ ١١۔ البدع والنهي عنها لابن وضاح : ١/ ٥٠، ح : ٤٢۔ ابن حبان : ٦٢٦١۔ تاريخ أصبهان : ١/ ١٧٢۔ ابن ماجه: ٣٧٥٤]

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں اور سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے ادوار میں قصہ گوئی کا کوئی وجود نہیں تھا۔''

ثقہ تابعی ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب السلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«أَنَّ عَلِيًّا رَأَى رَجُلًا يَقُصُّ، قَالَ عَلِمْتَ النَّاسِخَ وَالْمَنْسُوْخَ؟ قَالَ لَا، قَالَ هَلَكْتَ وَأَهْلَكْتَ» [مصنف ابن أبي شيبة: ٥/ ٢٩٠، ح: ٢٦١٩٢، وإسنادهٔ صحيح، و روايات يحيى بن سعيد القطان عن الثوري محمولة على السماع۔ نواسخ القرآن لابن الجوزي: ١/ ٢٥، ح: ٤]

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ قصہ گوئی کر رہا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کیا تو ناسخ اور منسوخ کو جانتا ہے؟'' اس نے کہا کہ نہیں، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تو خود بھی ہلاک ہوا اور تو نے دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔''

زنا کاری کی شناعت بیان کرتے ہوئے

صدوق حسن الحدیث راوی جریر الضبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس فواحش کا ذکر کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« هَلْ تَدْرُوْنَ أَيُّ الزِّنَا عِنْدَ اللّٰهِ جَلَّ ثَنَاؤُهُ أَعْظَمُ؟ قَالُوْا يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! كُلُّهُ عَظِيْمٌ، قَالَ وَلٰكِنْ سَأُخْبِرُكُمْ بِأَعْظَمِ الزِّنَا عِنْدَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، هُوَ أَنْ يَزْنِيَ الْعَبْدُ بِزَوْجَةِ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ فَيَصِيْرُ زَانِيًا، وَقَدْ أَفْسَدَ عَلَى الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ زَوْجَتَهُ، ثُمَّ قَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ إِنَّ النَّاسَ يُرْسَلُ عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رِيْحٌ مُنْتِنَةٌ حَتّٰى يَتَأَذّٰى مِنْهَا كُلُّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ، حَتّٰى إِذَا بَلَغَتْ مِنْهُمْ كُلَّ مَبْلَغٍ، وَأَلَمَّتْ أَنْ تُمْسِكَ بِأَنْفَاسِ النَّاسِ كُلِّهِمْ نَادَاهُمْ مُنَادٍ يُسْمِعُهُمُ الصَّوْتَ، وَيَقُوْلُ لَهُمْ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذِهِ الرِّيْحُ الَّتِيْ قَدْ آذَتْكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ لَا نَدْرِي وَاللّٰهِ! إِلَّا أَنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مِنَّا كُلَّ مَبْلَغٍ، فَيُقَالُ أَلَا إِنَّهَا رِيْحُ فُرُوْجِ الزُّنَاةِ الَّذِيْنَ لَقُوا اللّٰهَ بِزِنَاهُمْ، وَلَمْ يَتُوْبُوْا مِنْهُ، ثُمَّ يُنْصَرَفُ بِهِمْ،

فَلَمْ يُذْكَرْ عِنْدَ الصَّرْفِ بِهِمْ جَنَّةٌ وَلَا نَارٌ)) [اعتلال القلوب للخرائطي : ١/ ٨٧، ح : ١٦٢، و إسناده حسن لذاته]

''کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا زنا (گناہ کے اعتبار سے) کون سا ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''اے امیر المومنین! زنا تو سب ہی اللہ کے ہاں بہت بڑے ہیں۔'' تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تمھیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑے زنا کے بارے میں خبر دیتا ہوں، وہ یہ ہے کہ آدمی کسی مسلمان کی بیوی سے زنا کرے اور پھر عادی زانی بن جائے، تو اس نے مسلمان شخص پر اس کی بیوی کو خراب کر دیا۔'' پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''قیامت کے دن لوگوں پر اذیت ناک ہوا بھیجی جائے گی جس سے تمام نیک و بد تکلیف محسوس کریں گے، یہاں تک کہ جب وہ ہوا سب لوگوں تک پہنچ جائے گی اور بری طرح لوگوں کو جھکڑ لے گی تو ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا، وہ لوگوں کو (اپنی) آواز سنائے گا، وہ انھیں کہے گا: ''کیا تم جانتے ہو کہ یہ ہوا جس نے تمھیں تکلیف میں مبتلا کر رکھا ہے، کیسی ہے؟'' تو وہ کہیں گے: ''اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے، البتہ اس نے ہمیں بہت بری طرح تکلیف و اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے۔'' تو (انھیں) کہا جائے گا: ''خبردار! یہ ان زانیوں کی شرم گاہوں سے نکلنے والی ہوا ہے جو توبہ کے بغیر اللہ سے ملے ہیں، پھر ان بدکار لوگوں کو پھیرا جائے گا۔'' (راوی بیان کرتا ہے کہ) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انھیں پھیرتے وقت جنت وجہنم کا تذکرہ نہیں کیا۔''

گم شدہ جانوروں کے بارے میں اہتمام

ثقہ و متقن تابعی امام سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے گم شدہ جانوروں کے لیے ایک باڑا بنایا تھا اور ان جانوروں کو بیت المال سے چارا کھلایا جاتا تھا، نہ تو انھیں بہت موٹا و فربہ کیا جاتا تھا اور نہ ہی لاغر اور کمزور، (اگر ان

کا کوئی مالک آ تا تو) ان جانوروں کو گردنوں سے پکڑ کر (ان کے) سامنے کیا جاتا تو جن کو ان کے مالک پہچان لیتے انھیں اپنے ساتھ لے جاتے، بصورت دیگر ان جانوروں کو وہیں رکھا جاتا، انھیں بیچا نہ جاتا۔" امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے تھے: "اگر میں مسلمانوں کا والی بنا دیا جاؤں تو میں بھی گم شدہ جانوروں کے بارے میں یہی طریقہ اپناؤں گا۔" [مصنف ابن أبي شيبة، باب في الرجل يأخذ البعير الضالّ فينفق عليه: ٣٦٩/٤، ح: ٢١١٤٤، و إسناده حسن لذاته]

عاملین کی تربیت واصلاح کا فریضہ

ثقہ تابعی علی بن ربیعہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو اسد کے ایک شخص کو عامل بنا کر بھیجا، جسے ضبیعہ بن زہیر یا زہیر بن ضبیعہ کہا جاتا تھا، جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا: "اے امیر المومنین! میرے اس کام کے دوران میں مجھے بہت سے تحائف دیے گئے ہیں، جنھیں لے کر میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ اگر یہ (میرے لیے) حلال ہیں تو میں انھیں لے لیتا ہوں، اگر نہیں تو پھر میں انھیں آپ کے پاس لے آتا ہوں۔" سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان تحائف کو اپنے قبضے میں لے لیا اور فرمایا:

«لَوْ حَبَسْتَهَا كَانَ غُلُوْلًا» [مصنف ابن أبي شيبة : ٤٤٤/٤، ح: ٢١٩٦٤، و إسنادهٔ صحيح]

"اگر آپ ان (تحائف) کو روک کر رکھتے تو یہ خیانت ہوتی۔"

ایک زانی راہب کا قصہ

صدوق حسن الحدیث تابعی عبداللہ بن نہیک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

« إِنَّ رَاهِبًا تَعَبَّدَ سِتِّيْنَ سَنَةً، وَأَنَّ الشَّيْطَانَ أَرَادَهُ فَأَعْيَاهُ، فَعَمَدَ إِلَى امْرَأَةٍ فَأَجَنَّهَا، وَلَهَا إِخْوَةٌ، فَقَالَ لِإِخْوَتِهَا عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقِسِّ

فَيُدَاوِيْهَا، فَجَاءُوْا بِهَا، قَالَ فَدَاوَاهَا، وَكَانَتْ عِنْدَهُ، فَبَيْنَمَا هُوَ يَوْمًا عِنْدَهَا إِذْ أَعْجَبَتْهُ، فَأَتَاهَا فَحَمَلَتْ، فَعَمَدَ إِلَيْهَا فَقَتَلَهَا، فَجَاءَ إِخْوَتُهَا، فَقَالَ الشَّيْطَانُ لِلرَّاهِبِ أَنَا صَاحِبُكَ، إِنْ أَعْيَيْتَنِيْ، أَنَا صَنَعْتُ بِكَ هٰذَا فَأَطِعْنِي أُنْجِكَ مِمَّا صَنَعْتُ بِكَ، اسْجُدْ لِيْ سَجْدَةً، فَسَجَدَ لَهُ، فَلَمَّا سَجَدَ لَهُ قَالَ إِنِّي بَرِيْءٌ مِنْكَ، إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ: ﴿كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ »

[تفسير الطبري : ۱۲/۴۷ ، ح : ۳۳۹۲، وإسناده حسن لذاته، عبد الله بن نهيك قال ابن حجر فيه "صدوق"، انظر تقريب (۵۴۲/۱، ت: ۳۶۸۱)، وذكره ابن حبان في الثقات ولا أعلم فيه جرحا]

''ایک راہب نے ساٹھ (۶۰) سال تک اللہ کی عبادت کی، شیطان نے اسے ورغلانے کا ارادہ کیا لیکن اس نے شیطان کی چال کو ناکام بنا دیا۔ پھر شیطان نے (اسے پھسلانے کے لیے) ایک عورت کا ارادہ کیا اور اس کے ساتھ جنون کی بیماری کی طرح چمٹ گیا۔ اس عورت کے بھائی بھی تھے۔ شیطان نے اس کے بھائیوں سے کہا کہ یہ راہب اس کا علاج کر سکتا ہے تو اس کے بھائی اسے لے کر (راہب کے پاس) آئے اور اس نے اسے جھاڑ پھونک کیا۔ پھر وہ لڑکی (بغرض علاج) اسی کے پاس ٹھہر گئی، اس دوران ایک دن وہ لڑکی اس راہب کو اچھی لگی تو اس نے اس کے ساتھ برائی کی، جس سے وہ حاملہ ہوگئی۔ اب راہب نے (جرم کو چھپانے کے لیے) اسے قتل کر دیا، پس اس (لڑکی) کے بھائی راہب کے درپے ہوگئے۔ شیطان نے راہب سے کہا: ''میں تیرا ساتھی ہوں، اگر تو میری مدد کرے گا (تو میں تیری مدد کروں گا)۔ یہ سب کچھ میں نے تیرے ساتھ

کیا ہے، اب تو میری بات مان تو میں تجھے (اس کام کے انجام بد سے) بچا لوں گا جو میں نے تیرے ساتھ کیا، تو صرف مجھے ایک سجدہ کر دے۔'' تو اس (بدنصیب) راہب نے اسے سجدہ کر دیا۔ جب اس نے اسے سجدہ کر دیا تو شیطان نے (اس سے) کہا: ''بلاشبہ میں تجھ سے لاتعلق ہوں، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو تمام جہانوں کا رب ہے، تو یہی اس فرمان باری تعالیٰ کا مطلب ہے:

﴿كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [الحشر: ١٦] ''شیطان کے حال کی طرح، جب اس نے انسان سے کہا کفر کر، پھر جب وہ کفر کر چکا تو اس نے کہا بلاشبہ میں تجھ سے لاتعلق ہوں، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فقاہت

ہدایت اور سیدھا پن طلب کرنے کا حکم

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

((يَا عَلِيُّ! سَلِ اللّٰهَ الْهُدٰى وَالسَّدَادَ وَ اذْكُرْ بِالْهُدٰى هِدَايَتَكَ الطَّرِيْقَ وَبِالسَّدَادِ تَسْدِيْدَكَ السَّهْمَ)) [مستدرك حاكم : ٢٦٨/٤ ، ح : ٧٧٠٠ ، و إسنادہ حسن لذاته]

"اے علی! اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور سیدھے پن کا سوال کرو، ہدایت سے سیدھے راستے کا خیال کرو اور سیدھے پن سے تیر کے سیدھے پن کا خیال کرو (یعنی جیسے تو تیر کو سیدھا اور درست کرتا ہے ایسے ہی اپنی درستی اور سیدھا پن اللہ تعالیٰ سے چاہو)۔"

پانی کی عدمِ موجودگی میں تیمّم کی تعلیم

ثقہ وصدوق تابعی ابوعمر زاذان الکندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو کسی سفر میں ہو اور اسے جنابت لاحق ہو جائے اور اس کے پاس پانی تھوڑا ہو اور وہ (اس پانی کو استعمال کرنے کی وجہ سے پیاس سے) ڈرے:

((يَتَيَمَّمُ وَلَا يَغْتَسِلُ)) [سنن الدارقطني : ٣٧٤/١ ، ح : ٧٧٤ ، و إسنادہ صحيح]

''تو اسے چاہیے کہ وہ تیمّم کرے، غسل نہ کرے۔''

خاص مواقع پر غسل کی تعلیم

ثقہ وصدوق تابعی امام ابوعمر زاذان الکندی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے غسل کے متعلق سوال کیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((اِغْتَسِلْ کُلَّ یَوْمٍ إِنْ شِئْتَ)) ''اگر تو چاہے تو روزانہ غسل کرلے۔'' اس نے کہا: ''میں خاص مواقع پر غسل کے بارے میں سوال کر رہا ہوں (جو شریعت میں مقرر کردہ غسل ہوں)؟'' تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((یَوْمُ الْجُمُعَةِ وَیَوْمُ عَرَفَةَ وَیَوْمُ النَّحْرِ وَیَوْمُ الْفِطْرِ)) [مسند الشافعي : ۱/ ۳۸۵ ، وإسناده صحیح۔ شرح معاني الآثار للطحاوي : ۱/ ۱۱۹، ح : ۷۲٤، وإسناده صحیح]

''جمعہ کے دن، عرفہ کے دن، عید الاضحیٰ کے دن اور عید الفطر کے دن (تو غسل کر لے)۔''

سدل کی حالت میں نماز پڑھنا

ثقہ ومتقن مخضرم تابعی سعید بن وہب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ سدل کی حالت میں نماز ادا کر رہے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((کَأَنَّھُمُ الْیَھُوْدُ خَرَجُوْا مِنْ فِھْرِھِمْ)) [مصنف ابن أبي شیبة : ۲/ ٦۲ ، ح : ٦٤۸۱، وإسناده صحیح]

''گویا کہ یہ لوگ یہودی ہیں جو اپنی عبادت گاہوں سے نکل رہے ہیں۔''

سدل یہ ہے کہ کوئی کپڑا کندھوں پر اس طرح ڈالا جائے کہ اس کے دونوں کنارے چہرے کے سامنے لٹک رہے ہوں۔

جوتوں پر مسح اور انھیں اتار کر نماز

ثقہ و متقن تابعی ابو ظبیان حصین بن جندب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے (کسی عذر کی وجہ سے) کھڑے ہو کر پیشاب کیا، پھر پانی منگوایا، وضو کیا اور اپنے جوتوں پر مسح کیا، پھر مسجد میں داخل ہوئے تو جوتے اتار دیے اور نماز ادا کی۔" [شرح معاني الآثار، باب المسح على النعلين : ۹۶/۱، ح: ۶۱۵، وإسناده حسن لذاته]

مسجد کے پڑوسی کی نماز گھر میں جائز نہیں

صدوق حسن الحدیث تابعی سعید بن جُمہان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

« لَا صَلَاةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ، قَالَ قِيْلَ لَهُ وَمَنْ جَارُ الْمَسْجِدِ؟ قَالَ مَنْ أَسْمَعَهُ الْمُنَادِيْ » [مصنف ابن أبي شيبة : ۳۳/۱، ح: ۳٤٦۹ و إسنادہٗ حسن لذاته ، سعيد بن جمهان، صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر عليه، وثقه الجمهور]

"مسجد کے ہمسائے کی مسجد کے علاوہ نماز نہیں ہوتی۔" سعید بن جُمہان فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: "مسجد کا ہمسایہ کون ہوتا ہے؟" تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جسے مؤذن کی آواز سنائی دے۔"

ریشمی لباس سے متعلق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا موقف

ثقہ تابعی زید بن وہب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« آتَى إِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةً سِيَرَاءَ فَلَبِسْتُهَا، فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِيْ وَجْهِهِ فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِيْ » [بخاري، كتاب النفقات، باب كسوة المرأة بالمعروف : ۵۳٦٦۔ مصنف ابن أبي شيبة : ۱۵۳/۵، ح:

۲٤٦٥٨، و إسناده صحيح]

''مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ریشمی دھاری دار حلہ دیا، میں نے اسے خود پہن لیا، پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر ناراضی کے اثرات دیکھے تو میں نے اسے پھاڑ کر اپنے گھر کی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔''

ثقہ تابعی ابو عمرو سعد بن ایاس الشیبانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ آدمی آیا اور اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سلام کہا، اس نے طیالسی جبہ پہن رکھا تھا جس کے اگلے حصے میں باریک ریشم لگا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: ((مَا هٰذَا النَّتْنُ تَحْتَ لِحْيَتِكَ؟)) ''تیری ڈاڑھی کے نیچے یہ بدبو کیسی ہے؟'' تو وہ بزرگ آدمی دائیں بائیں (بدبودار چیز) دیکھنے لگا اور اس نے کہا: ''میں تو کوئی (بدبودار) چیز نہیں دیکھ رہا۔'' ابو عمرو الشیبانی فرماتے ہیں کہ اسے کسی آدمی نے کہا: ''بدبودار چیز سے مراد تیرا ریشمی جبہ ہے۔'' تو اس نے کہا: ''(اگر ایسا ہی ہے تو) ہم اسے اتار دیں گے اور پھر دوبارہ نہیں پہنیں گے۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ٥/١٠٦، ح : ٢٤٦٨٧، و إسناده صحيح]

مطلقہ کو نفع دینا اور بے وقوف کی طلاق کا حکم

ثقہ تابعی ایاس بن عامر الغافقی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لِكُلِّ مُطَلَّقَةٍ مُتْعَةٌ)) [شرح مشكل الآثار : ٧/٥٧، وإسناده حسن لذاته]

''ہر مطلقہ عورت کو (کچھ نہ کچھ) نفع دینا چاہیے۔''

ثقہ ومتقن تابعی عابس بن ربیعہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ إِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوهِ)) [مسند علي بن الجعد : ١/١٢٠، ح: ٧٤٢، وإسناده صحيح۔ بخاري، قبل الحديث: ٥٢٦٩۔ مصنف ابن أبي شيبة : ٤/٧٢، ح : ١٧٩١٢۔ شرح مشكل الآثار للطحاوي : ١٢/٢٤٥]

''ہر طلاق واقع ہو جائے گی سوائے نادان و بے وقوف (جیسے دیوانہ، نابالغ، نشہ میں مست وغیرہ) کی طلاق کے (وہ واقع نہیں ہوگی)۔''

ولد الزنا کے احکام

جلیل القدر ثقہ و متقن مخضرم تابعی زید بن وہب رحمہ اللہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ولد الزنا کے بارے میں اس کی ماں کی طرف سے قریبی رشتہ داروں سے فرمایا:

((خُذُوْهُ إِنَّكُمْ تَرِثُوْنَهُ وَلَا يَرِثُكُمْ)) [سنن الدارمي : ٢٠٠١/٤ ، ح : ٣١٥٨ ، وإسنادهٔ حسن لذاته]

''تم اس بچے کو پکڑ لو، تم اس کے وارث بنو گے اور تم اس کی طرف سے تاوان و دیت ادا کرو گے، لیکن یہ بچہ تمھارا وارث نہیں بنے گا۔''

حاملہ عورت کی عدت جس کا شوہر وفات پا گیا ہو

عبدالرحمٰن بن معقل بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ ایک آدمی نے آپ رضی اللہ عنہ سے ایسی حاملہ عورت کے متعلق سوال کیا جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَتَرَبَّصُ أَبْعَدَ الْأَجَلَيْنِ)) [مصنف ابن أبي شيبة : ٥٥٥/٣ ، ح : ١٧١٠٩ ، و إسناده صحيح]

''وہ عورت دونوں عدتوں میں سے جو لمبی ہو اس کا انتظار کرے۔''

لیکن صحیح اور راجح بات یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عتبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سبیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے انھیں خبر دی کہ وہ سیدنا سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، وہ قبیلہ بنو عامر بن لوئی سے تھے اور بدری صحابہ میں سے تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ان کی وفات ہو گئی اور یہ حاملہ تھیں، ان کی وفات کے کچھ ہی عرصہ بعد انھیں وضع حمل ہو گیا، پھر جب وہ نفاس سے فارغ ہوئیں تو انھوں نے پیغام نکاح دینے والوں کے لیے (کہ انھیں ان کی عدت سے فراغت کا پتا چل جائے کچھ)

بناؤ سنگار کیا، تو ان کے پاس قبیلۂ بنو عبدالدار کے ایک شخص ابو السنابل بن بعکک رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: ''کیا بات ہے کہ میں تمھیں بنی سنوری دیکھ رہا ہوں؟ شاید کہ تم نکاح کی خواہش رکھتی ہو؟ لیکن اللہ کی قسم! آپ نکاح نہیں کر سکتیں یہاں تک کہ آپ پر چار مہینے اور دس دن گزر جائیں۔'' سبیعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ''جب اس نے مجھے ایسے کہا تو میں نے شام کے وقت اپنے کپڑے سمیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس کے متعلق سوال کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فتویٰ دیا کہ جب میرا حمل وضع ہو گیا تو میں حلال ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اگر میں ضرورت محسوس کروں تو (آگے) نکاح کر لوں۔'' [مسلم، کتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها ......الخ: ١٤٨٤۔ بخاري: ٥٣١٨]

شادی شدہ زانی کو کوڑے اور رجم کی سزا دینا

ثقہ تابعی امام عامر بن شراحیل الشعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شادی شدہ زانی شخص کو لایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے جمعرات کے دن سو کوڑے لگائے اور پھر جمعہ کے دن اسے رجم کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: ''آپ نے اس پر دو حدیں جمع کر دیں؟'' تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((جَلَدْتُهُ بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَرَجَمْتُهُ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) [مسند أحمد: ١١٦/١، ح: ٩٤١، وإسناده صحيح۔ مسند أبي يعلى: ٢٤٩/١، ح: ٢٩٠۔ سنن الدار قطني: ١٣٥/٤، ح: ٣٢٢٩]

''میں نے اللہ کی کتاب سے اسے کوڑے لگائے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اسے رجم کیا۔''

ثقہ تابعی امام شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب جمعہ کے دن ایک (زانیہ) عورت کو رجم کیا تو فرمایا:

((قَدْ رَجَمْتُهَا بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) [بخاري،

كتاب الحدود، باب رجم المحصن: ٦٨١٢]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق اسے رجم کیا ہے۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ عدالتی فیصلہ آپ کے اجتہاد پر مبنی تھا اور یہ مسئلہ فقہاء کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ رجم اور کوڑے ایک ساتھ جمع نہیں کیے جائیں گے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔

امام شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ شراحہ ہمدانیہ نامی ایک عورت کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا:

((وَيْلَكِ لَعَلَّ رَجُلًا وَقَعَ عَلَيْكِ وَأَنْتِ نَائِمَةٌ؟ قَالَتْ لَا، قَالَ لَعَلَّكِ اسْتُكْرِهْتِ؟ قَالَتْ لَا، قَالَ لَعَلَّ زَوْجَكِ مِنْ عَدُوِّنَا هٰذَا أَتَاكِ فَأَنْتِ تَكْرَهِيْنَ أَنْ تَدُلِّي عَلَيْهِ، يُلَقِّنُهَا لَعَلَّهَا تَقُوْلُ نَعَمْ، قَالَ فَأَمَرَ بِهَا فَحُبِسَتْ فَلَمَّا وَضَعَتْ مَا فِيْ بَطْنِهَا أَخْرَجَهَا يَوْمَ الْخَمِيْسِ فَضَرَبَهَا مِائَةً وَحَفَرَ لَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي الرَّحْبَةِ وَأَحَاطَ النَّاسُ بِهَا وَأَخَذُوا الْحِجَارَةَ، فَقَالَ لَيْسَ هٰكَذَا الرَّجْمُ إِذًا يُصِيْبَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا، صُفُّوْا كَصَفِّ الصَّلَاةِ صَفًّا خَلْفَ صَفٍّ، ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ! أَيُّمَا امْرَأَةٍ جِيْءَ بِهَا، وَ بِهَا حَبَلٌ يَعْنِي أَوِ اعْتَرَفَتْ فَالْإِمَامُ أَوَّلُ مَنْ يَرْجُمُ ثُمَّ النَّاسُ، وَأَيُّمَا امْرَأَةٍ جِيْءَ بِهَا أَوْ رَجُلٍ زَانٍ فَشَهِدَ عَلَيْهِ أَرْبَعَةٌ بِالزِّنَا فَالشُّهُوْدُ أَوَّلُ مَنْ يَرْجُمُ ثُمَّ الْإِمَامُ ثُمَّ النَّاسُ ثُمَّ رَجَمَهَا ثُمَّ أَمَرَهُمْ فَرَجَمَ صَفٌّ ثُمَّ صَفٌّ ثُمَّ قَالَ افْعَلُوْا بِهَا مَا تَفْعَلُوْنَ بِمَوْتَاكُمْ))

''تیرے لیے ہلاکت ہو! شاید کوئی آدمی تجھ پر واقع ہوا ہو اور تو سو رہی ہو؟'' اس

نے کہا: ”نہیں۔“ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”شاید کہ تجھے مجبور کیا گیا ہو؟“ اس نے کہا: ”نہیں۔“ فرمایا: ”شاید تیرا خاوند ہمارے ان دشمنوں سے ہو اور وہ تیرے پاس آیا ہو اور تو میرے لیے اس کی نشاندہی کرنا پسند نہ کرتی ہو؟“ آپ رضی اللہ عنہ اسے یہ تلقین اس لیے کر رہے تھے کہ شاید وہ کسی سوال کے جواب میں ہاں کہہ دے۔ پھر آپ کے حکم سے اسے قید کر دیا گیا اور جب اس نے بچے کو جنم دے لیا تو انھوں نے جمعرات کے دن اسے (قید سے) باہر نکالا اور اسے سو کوڑے لگائے، پھر جمعہ کے دن اس کے لیے ایک کھلی جگہ میں گڑھا کھودا۔ لوگوں نے ہاتھوں میں پتھر پکڑے اور اسے گھیر لیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”رجم کا یہ طریقہ نہیں ہے، اس طرح تو تم ایک دوسرے کو نقصان پہنچاؤ گے۔ تم لوگ نماز کی طرح صف کے پیچھے صف بناؤ۔“ پھر فرمایا: ”لوگو! جس بھی عورت کو اس حال میں لایا جائے کہ وہ حاملہ ہو یا وہ اپنے گناہ کا اعتراف کر لے تو سب سے پہلے اسے امام رجم کرے گا اور پھر دوسرے لوگ اور جس بھی زانی مرد یا عورت کو لایا جائے اور اس کے خلاف چار گواہ زنا کاری کی شہادت دیں تو اسے سب سے پہلے گواہ پتھر ماریں گے، پھر امام اور پھر دوسرے لوگ۔“ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو پہلے خود رجم کیا، پھر لوگوں کو حکم دیا تو پہلے ایک صف نے اور پھر دوسری صف نے اسے رجم کیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اب اس کے ساتھ وہ کچھ کرو جو اپنے مرنے والوں کے ساتھ کرتے ہو (یعنی اس کے کفن دفن کا انتظام کرو)۔“

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ہم نے ذکر کیا کہ شادی شدہ مرد یا عورت کو کوڑے مارنے کا حکم منسوخ کر دیا گیا ہے، اب اسے صرف رجم کیا جائے گا۔“ [السنن الکبریٰ للبیهقي : ٨/ ٣٨٤، ح: ١٦٩٦٣، وإسناده حسن لذاته، والنسخة الأخرى : ٨/ ٢٢٠]

امام شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ”قبیلۂ ہمدان کی شراحہ نامی عورت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے

پاس لائی گئی جو زنا سے حاملہ ہو چکی تھی، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اسے جیل میں قید کرنے کا حکم دیا۔ جب اس نے بچے کو جنم دیا تو جمعرات کو اسے قید سے نکال کر سو کوڑے لگائے اور جمعہ کے دن اسے رجم کیا۔'' [مصنف ابن أبي شيبة: ٥/ ٥٤٣، ح: ٢٨٨١١، و إسناده حسن لذاته]

بار بار چوری کرنے والے کا حکم:

عبداللہ بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور کو لایا گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا، پھر دوسری مرتبہ اسے (چوری کے جرم میں) لایا گیا تو آپ نے اس کا ایک پاؤں کاٹ دیا، اسے تیسری مرتبہ پھر (چوری کے جرم میں) لایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((أَقْطَعُ يَدَهُ، بِأَيِّ شَيْءٍ يَأْكُلُ، بِأَيِّ شَيْءٍ يَتَمَسَّحُ، أَقْطَعُ رِجْلَهُ، عَلٰى أَيِّ شَيْءٍ يَمْشِيْ ؟ إِنِّي لَأَسْتَحِيْ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، فَضَرَبَهُ وَحَبَسَهُ)) [مسند علي بن الجعد : ١/ ٢٥ ، ح : ٦٠ ، وإسنادهٔ حسن لذاته]

''اگر میں اس کا (دوسرا) ہاتھ (بھی) کاٹ دوں تو یہ کھائے گا کس سے اور استنجا کس سے کرے گا؟ اور اگر میں اس کا (دوسرا) پاؤں (بھی) کاٹ دوں تو یہ چلے گا کس پاؤں پر؟ مجھے تو اللہ عزوجل سے شرم آتی ہے۔'' پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اسے (کوڑے) مارے اور قید کر دیا۔''

ہاتھ کاٹنا اور کٹے ہوئے ہاتھ کو داغنا:

حُجَیّہ بن عدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ چوروں کے ہاتھ کاٹتے، پھر انھیں داغ دیتے اور پھر انھیں (اپنے پاس) روک کر ان کا علاج کرتے، پھر جب وہ ٹھیک ہو جاتے تھے تو ان سے فرماتے: ((اِرْفَعُوْا أَيْدِيَكُمْ)) ''اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھاؤ'' وہ اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے (تو وہ اس طرح لگتے) گویا کہ وہ گدھوں کے عضو تناسل ہوں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ



فرماتے: « مَنْ قَطَعَكُمْ؟ » ”تمھارے ہاتھ کس نے کاٹے ہیں؟“ وہ کہتے: ”علی (رضی اللہ عنہ) نے۔“ آپ رضی اللہ عنہ پھر پوچھتے: « وَ لِمَ؟ » ”کس جرم کی پاداش میں؟“ وہ کہتے: ”ہم نے چوری کی تھی۔“ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے:

« اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، اِذْهَبُوْا » [مصنف ابن أبي شيبة : ٥/٥٢٢، ح: ٢٨٠٦٦، و إسناده حسن لذاته۔ سنن الدارقطني: ٤/٢٩٦، ح: ٣٤٩١۔ السنن الكبرى للبيهقي: ٨/٤٧٠، ح : ١٧٢٥٢۔ حُجَيّة صدوق حسن الحديث وثقه الجمهور، وثقه العجلي و ابن حبان و صححه الترمذي (١٥٣) وابن الجارود (٣٦) وابن خزيمة (٤/٢٩٣، ح: ٢٩١٤، ٢٩١٥) والحاكم والذهبي (المستدرك: ٣/ ٣٧٥، ح: ٥٤٣١) والضياء المقدسي (المختارة : ٢/٣٥، ح: ٤١١)]

”اے اللہ! تو گواہ رہ، اے اللہ! تو گواہ رہ (میں نے تیرا حکم ان کے بارے میں نافذ کر دیا ہے) اب تم جاؤ۔“

بیل اور گدھے کی لڑائی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

ثقہ و متقن تابعی امام شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« أُخْتُصِمَ إِلٰى عَلِيٍّ فِيْ ثَوْرٍ نَطَحَ حِمَارًا، فَقَتَلَهُ، فَقَالَ عَلِيٌّ إِنْ كَانَ الثَّوْرُ دَخَلَ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهُ فَقَدْ ضَمِنَ وَ إِنْ كَانَ الْحِمَارُ دَخَلَ عَلَى الثَّوْرِ فَقَتَلَهُ، فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ » [مصنف ابن أبي شيبة : ٥/٤٧٢، ح: ٢٨٠٧١]

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بیل کے جھگڑے کا مقدمہ لایا گیا کہ بیل نے ایک گدھے کو سینگ مار مار کر ہلاک کر دیا ہے، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اگر بیل نے گدھے کے پاس جا کر (جہاں وہ بندھا ہوا تھا) اسے ہلاک کیا ہے تو پھر بیل کے مالک کو چٹی پڑے گی اور اگر گدھا خود بیل کے پاس آیا تھا (جہاں بیل بندھا

ہوا تھا) اور بیل نے اسے ہلاک کر دیا ہے تو پھر بیل کے مالک پر کوئی چٹی نہیں۔"

اگر گواہی دینے میں غلطی ہو جائے

ثقہ تابعی امام شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انھوں نے ایک آدمی کے خلاف چوری کی گواہی دی، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ پھر وہ ایک دوسرے آدمی کو لے آئے اور کہا: "چوری اصل میں اس نے کی تھی، پہلے آدمی کے بارے میں ہم سے غلطی ہوگئی تھی۔" تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کی اس گواہی کو باطل قرار دیا اور ان سے پہلے آدمی کے ہاتھ کا خون بہا لیا اور فرمایا:

« لَوْ أَعْلَمُكُمَا تَعَمَّدْتُّمَا لَقَطَعْتُكُمَا » [السنن الكبرى للبيهقي : ٨/ ٧٤، ح: ١٥٩٧٧، وإسناده صحيح۔ سنن الدار قطني: ٤/ ٢٤٠۔ بخاري في ترجمة الباب، قبل ح: ٦٨٩٦]

"اگر مجھے علم ہوتا کہ تم دونوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو میں تم دونوں کا ہاتھ کاٹ دیتا۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کی دلیل یہ تھی کہ دونوں گواہ ایک انسان کے جسمانی عضو کے اتلاف کا سبب بنے ہیں اور کسی چیز کے نقصان کا سبب بننا اس کی ضمانت کو واجب قرار دیتا ہے، جیسا کہ راستے میں کنواں کھودنے والا اس کنویں کے سبب کسی جانی نقصان کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

حاملہ جانور کی قربانی کا حکم

صدوق حسن الحدیث تابعی حجیہ بن عدی الکندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«أَنَّ رَجُلاً اشْتَرَى بَقَرَةً أُضْحِيَّةً فَنَتَجَهَا، فَسَأَلَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هَلْ لَا أُبْدِلُ مَكَانَهَا أُخْرَى؟ فَقَالَ لَا، وَلٰكِنِ اذْبَحْهَا وَ وَلَدَهَا يَوْمَ النَّحْرِ عَنْ سَبْعَةٍ» [شرح معاني الآثار للطحاوي : ٣/ ٤٧٧، ح: ٦٠٩٣،

و إسنادہ حسن لذاتہ]

''ایک شخص نے قربانی کے لیے ایک گائے خریدی تو اس نے بچہ دے دیا، تو اس شخص نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''کیا میں اس کی جگہ قربانی کے لیے کوئی اور جانور نہ خرید لوں؟'' تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ اسے اور اس کے بچے ہی کو قربانی والے دن سات آدمی مل کر (یعنی سات آدمیوں کی طرف سے) ذبح کر دو۔''

کوئی گم شدہ چیز ملے تو اس کا حکم

ثقہ وصدوق تابعی عاصم بن ضمرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ مجھے درہموں کا ایک تھیلا ملا ہے جس کا میں نے اعلان کر دیا ہے (کہ جس کا ہو وہ نشانی بتا کر لے جائے) لیکن مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو اس کے بارے میں جانتا ہو، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((تَصَدَّقْ بِهَا فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَ رَضِيَ كَانَ لَهُ الْأَجْرُ وَ إِلَّا غَرِمْتَهَا، وَكَانَ لَكَ الْأَجْرُ)) [شرح مشكل الآثار : ١٢/ ١٢٢، و إسناده حسن لذاته]

''اسے صدقہ کر دو، اگر اس کا مالک آ جائے اور وہ (اس صدقہ کرنے پر) راضی ہو تو اس کے لیے اجر ہے، ورنہ تو اس کی چٹی ادا کرے گا اور تیرے لیے اجر ہے۔''

باب 4

جنگِ جمل

- جنگِ جمل
- فتنہ سے کنارہ کش رہنے والوں کا موقف
- آپس کی جنگ سے کنارہ کش صحابہ کے اقوال
- قصاص اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا موقف
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قاتلینِ عثمان سے متعلق موقف
- قصاص اور طلحہ، زبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کا موقف
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی
- صلح کی کوششیں
- جنگِ جمل میں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت
- جنگِ جمل اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
- جنگِ جمل اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ
- سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب
- سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی سیرت وشہادت
- سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی سیرت وشہادت

سیدنا سلیمان بن صرد الخزاعی رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

((أَعْذِرْنِي عِنْدَ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَإِنَّمَا مَنَعَنِي مِنْ يَوْمِ الْجَمَلِ كَذَا وَكَذَا، قَالَ فَقَالَ الْحَسَنُ لَقَدْ رَأَيْتُهُ حِيْنَ اشْتَدَّ الْقِتَالُ يَلُوْذُ بِي وَ يَقُوْلُ يَا حَسَنُ! لَوَدِدْتُ أَنِّي مِتُّ قَبْلَ هٰذَا بِعِشْرِيْنَ حِجَّةً)) [مصنف ابن أبي شيبة : ٧/٥٤٦، ح : ٣٧٨٢٤، و إسنادهٔ صحيح]

”آپ امیر المومنین (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کے ہاں میرا عذر پیش کرنا، کیونکہ میں فلاں فلاں مجبوری کی وجہ سے جنگِ جمل میں شریک نہیں ہو سکا۔“ تو یہ سن کر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جب جنگ نے شدت اختیار کی تو میں نے اپنے باپ (علی رضی اللہ عنہ) کو دیکھا کہ وہ میرے پاس آئے اور فرمانے لگے: ”اے حسن! کاش! میں اس جنگ سے بیس سال پہلے فوت ہو گیا ہوتا۔“

جنگِ جمل

قاتلینِ عثمان سے قصاص کے طریقۂ کار میں صحابہ کا اختلاف

سیدنا طلحہ، زبیر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سے جو اختلاف رونما ہوا اور پھر جمل اور صفین کی محاذ آرائیاں ہوئیں اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ انھیں امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت یا استحقاقِ خلافت اور مسلمانوں کا حاکم ہونے پر اعتراض تھا، بلکہ یہ سب آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق تھے، جیسا کہ امام ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور استحقاقِ خلافت کا کبھی انکار نہیں کیا، بس بات صرف اتنی تھی کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد نے انھیں اس نتیجے پر پہنچا دیا کہ قاتلینِ عثمان سے قصاص بیعتِ خلافت سے پہلے لیا جائے اور یہ کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلا لینے کے وہ زیادہ حق دار ہیں۔'' [الفصل في الملل والأهواء والنحل لابن حزم، باب الكلام في حرب علي من حاربه من الصحابة رضي الله عنهم: ٤/ ١٢٤]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت کا دعویٰ نہیں کیا اور جس وقت وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے برسرپیکار تھے اس وقت بھی نہ تو خلافت کے لیے ان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اور نہ ہی انھوں نے خود کو خلیفہ یا خلافت کا حق دار سمجھ کر قتال کیا، بلکہ یہ سب لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کو تسلیم کرتے تھے۔ اگر کوئی اس سلسلہ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرتا تو وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کا اقرار کرتے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا یہ خیال کبھی نہ تھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے جنگ کا آغاز ان کی طرف سے ہو اور نہ ہی ایسا ہوا۔'' [مجموع الفتاوی : ۳۵/ ۷۲]

ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: ''فریقین عثمانی وعلوی سب ہی اس بات کے اقراری تھے کہ خلافت کے معاملہ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہم پلہ نہیں اور وہ سب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو جائز خیال نہیں کرتے تھے، اس لیے کہ جس طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پیش رو خلفاء ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی فضیلت ان کے درمیان معلوم ومشہور تھی اسی طرح (معاویہ رضی اللہ عنہ کے بالمقابل) علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت، (قبول اسلام میں) ان کی سبقت، ان کا علم، ان کا دین، ان کی شجاعت اور ان کے دیگر فضائل ان سب کے نزدیک معروف ومشہور تھے۔'' [مجموع الفتاوی : ۳۵/ ۷۳]

بلاشبہ اختلاف کی بنیاد قطعاً یہ نہ تھی کہ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کسی کو اعتراض تھا، بلکہ قاتلینِ عثمان سے قصاص لینے کا معاملہ اصل محل اختلاف تھا اور اس میں بھی قصاص لینے پر کوئی اختلاف نہیں تھا، بلکہ اس کی نوعیت وکیفیت میں اختلاف تھا کہ کس طرح اس معاملہ کو حل کیا جائے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ قاتلینِ عثمان سے قصاص لینے کے وجوب کے قائل تھے، لیکن آپ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اس مسئلہ کو اس وقت تک کے لیے مؤخر کر دیا جائے جب تک ملکی حالات اپنے معمول پر نہ آ جائیں، ماحول پر سکون نہ ہو جائے اور مسلمان متحد نہ ہو جائیں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہونے والی جنگوں کا سبب یہ تھا کہ معاملات بہت پیچیدہ اور ناقابل فہم ہو گئے تھے اور یہی پیچیدگیاں ان کے اجتہادی اختلاف کا سبب بنیں اور وہ تین گروہوں میں بٹ گئے۔ پہلا گروہ وہ تھا جس کے خیال میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد میں حق بجانب ہیں اور ان کے مخالف باغی ہیں، لہٰذا انھوں نے سوچا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تائید وحمایت کرنا اور باغیوں سے قتال کرنا ضروری ہے اور ہر فرد

جو اس خیال سے متفق ہے اس کے لیے ان حالات میں باغیوں کے خلاف امام عادل کی فوری مدد کرنا ضروری ہے، اس سے پیچھے ہٹنا جائز نہیں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ دوسرا گروہ وہ تھا جس نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے اجتہاد میں حق بجانب سمجھا اور پھر آپ کی مدد کی اور مخالفین سے قتال کیا۔ جبکہ تیسرے گروہ کے سامنے معاملہ غیر واضح تھا، وہ حیران تھے کہ کیا کریں۔ وہ فریقین میں سے کسی ایک کی حمایت کو ترجیح نہیں دے پا رہے تھے۔ اس لیے وہ دونوں گروہوں سے الگ رہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ایسی صورت میں ان کے لیے الگ رہنا ہی ضروری تھا۔ اس لیے کہ جب تک کسی مسلمان کے خلاف قتال کے شرعی اسباب ظاہر نہ ہو جائیں اس کے خلاف اقدام کرنا جائز نہیں۔ اگر ان کے سامنے فریقین میں سے کسی ایک کا حق بجانب ہونا واضح ہو جاتا تو ان کے لیے ایسے فریق کی حمایت و مدد سے پیچھے رہنا اور اس کے مخالفین سے جنگ نہ کرنا جائز نہ ہوتا۔" [شرح النووي على صحيح مسلم : ۱۵/ ۱۴۹]

فتنہ سے کنارہ کش رہنے والوں کا موقف

شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے فتنہ سے کنارہ کش رہنے والے بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث تھی جو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« سَتَكُوْنُ فِتَنٌ، اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِيْ، وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِيْ، مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ، فَمَنْ وَجَدَ فِيْهَا مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا، فَلْيَعُذْ بِهِ » [بخاري، كتاب الفتن، باب تكون فتنة القائد...... الخ : ۷۰۸۱۔ مسلم : ۲۸۸٦]

”عنقریب ایسے فتنے رونما ہوں گے کہ ان میں بیٹھ رہنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور ان میں چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ جو شخص ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا وہ (فتنے) اسے اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔ ایسے حالات میں جس کسی کو کوئی بھی جائے پناہ یا تحفظ کی جگہ مل جائے وہ اس میں چلا جائے۔“

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتَنٌ، أَلَا ! ثُمَّ تَكُوْنُ فِتَنٌ، اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِيْ فِيْهَا، وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِيْ إِلَيْهَا، أَلَا ! فَإِذَا نَزَلَتْ أَوْ وَقَعَتْ، فَمَنْ كَانَ لَهُ إِبِلٌ فَلْيَلْحَقْ بِإِبِلِهِ، وَمَنْ كَانَتْ لَهُ

غَنَمٌ فَلْيَلْحَقْ بِغَنَمِهِ، وَمَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِأَرْضِهِ»

''عنقریب فتنے رونما ہوں گے، خبردار! پھر (اور) فتنے رونما ہوں گے کہ ان میں بیٹھ رہنے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ جب یہ فتنے نازل ہو جائیں یا واقع ہو جائیں تو جس کے پاس اونٹ ہوں وہ اپنے اونٹوں کے پاس چلا جائے اور جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں کے پاس چلا جائے اور جس کے پاس زمین ہو وہ اپنی زمین میں چلا جائے (یعنی ان فتنوں سے الگ رہنے کی ہر ممکن کوشش کرے)۔''

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! اس شخص کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے جس کے پاس نہ اونٹ ہوں، نہ بکریاں اور نہ زمین؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« يَعْمِدُ إِلَى سَيْفِهِ فَيَدُقُّ عَلَى حَدِّهِ بِحَجَرٍ، ثُمَّ لِيَنْجُ إِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ » [مسلم، كتاب الفتن وأشراط الساعة ، باب نزول الفتن كمواقع القطر : ٢٨٨٧]

''وہ اپنی تلوار کو لے اور پھر پتھر سے اس کی دھار کو کند کر دے، پھر اگر (ان فتنوں سے) بچ سکے تو بچ نکلے۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« يُوْشِكُ أَنْ يَكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ، يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ » [بخاري، كتاب الإيمان، باب من الدين الفرار من الفتن : ١٩]

''وہ زمانہ قریب ہے جب مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی، وہ انھیں لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے مقامات کی طرف نکل جائے گا اور فتنوں

سے راہ فرار اختیار کر کے اپنے دین کو بچا لے گا۔"

ان کے علاوہ متعدد احادیث ہیں جو صراحتاً قتال میں حصہ لینے سے روکتی ہیں۔ امام جوینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے (پرفتن) دور میں کثیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لڑائی سے گریز کیا اور سکون و سلامتی کو ترجیح دی اور فتنہ و فساد کے تھپیڑوں سے خود کو دور رکھا۔ انھی میں سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے اور یہ دونوں ان دس صحابہ میں سے ہیں جنھیں (دنیا ہی میں) جنت کی بشارت عطا ہوئی تھی۔ اس فتنہ سے کنارہ کشی اختیار کرنے والے سب سے پہلے سیدنا ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم تھے اور ان کے پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت تھی، لیکن امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے (ان کی عدم شرکت پر) کبھی ان پر سختی نہیں کی، بلکہ جب امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو قتال کے لیے آمادہ کرنا چاہا تو انھوں نے (صاف) کہہ دیا کہ میں (قتال کے لیے) نہیں جاؤں گا۔" [غیاث الأمم في التیاث الظلم، ص: ۸۵، ۸۶، والنسخة الأخری، ص: ۱۱۲، ۱۱۳]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ کنارہ کشی اختیار کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد مختصر تھی، آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "جنگ جمل اور جنگ صفین میں قتال سے کنارہ کشی کرنے والوں کی تعداد ان لوگوں کے مقابلے میں کم تھی جنھوں نے ان جنگوں میں شرکت کی۔ تاہم یہ ان کا اجتہاد تھا جس پر وہ ان شاء اللہ اجر کے مستحق ہوں گے۔ اس کے برخلاف جو لوگ ان کے بعد آئے اور دنیا طلبی کے لیے آپس میں خونریزی کی وہ اس حکم میں شامل نہیں۔" [فتح الباري: ۱۳/ ۳۴]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سرے سے جنگ میں شریک ہی نہیں ہوئے، نہ اِس طرف سے نہ اُس طرف سے، کیوں کہ ان کے پاس ایسی نصوص تھیں جو انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں اور وہ اس بات کی طرف راہنمائی کرتی تھیں کہ جنگ و جدال سے اجتناب کرنا اس میں شریک ہونے سے بہتر ہے۔ وہ لوگ اس جنگ کو فتنہ سے تعبیر کرتے تھے۔" [مجموع الفتاوٰی: ۳۵/ ۵۵]

آپس کی جنگ سے کنارہ کش صحابہ کے اقوال

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

ثقہ تابعی محمد بن سیرین رحمہ اللہ (ان کا سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں) بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: ''آپ قتال کیوں نہیں کر رہے، حالانکہ آپ اہل شوریٰ میں سے ہیں اور آپ کو تو دوسروں کے مقابلے میں اس میں زیادہ حصہ لینا چاہیے؟'' تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لَا أُقَاتِلُ حَتّٰى يَأْتُوْنِي بِسَيْفٍ لَهُ عَيْنَانِ وَلِسَانٌ وَشَفَتَانِ يَعْرِفُ الْكَافِرَ مِنَ الْمُؤْمِنِ، قَدْ جَاهَدْتُ وَأَنَا أَعْرِفُ الْجِهَادَ، وَلَا أَنْجَعُ بِنَفْسِي إِنْ كَانَ رَجُلًا خَيْرًا مِنِّي)) [مستدرك حاكم: ٤/ ٤٤٣، ٤٤٤، ح: ٨٣٧٠، و إسناده حسن إلى ابن سيرين۔ المعجم الكبير للطبراني: ١/ ١٤٤، ح: ٣٢٢۔ معجم ابن الأعرابي: ١/ ٢٨٦، ح: ٥٣٨]

''میں اس وقت تک قتال نہیں کروں گا یہاں تک کہ وہ مجھے ایسی تلوار دیں جس کی دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں اور وہ مومنوں میں سے کافروں کو پہچان لے۔ یقیناً میں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) جہاد کیا ہے اور میں جہاد کو اچھی طرح پہچانتا ہوں اور میں کبھی کامیاب نہیں ہو پاؤں گا اگر وہ (میرے ہاتھ سے قتل ہونے والا) شخص مجھ سے بہتر ہوا (یعنی اگر وہ مسلمان ہوا)۔''

عامر بن سعد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ (میرے والد) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں کے پاس تھے کہ اتنے میں ان کے بیٹے عمر (بن سعد) ان کے پاس آئے۔ جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھا تو فرمایا: ''میں اس سوار کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔'' وہ (قریب آ کر) اپنی سواری سے اترے اور سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آپ اپنے اونٹوں اور بکریوں کے پاس قیام پذیر ہیں اور لوگوں کو چھوڑ دیا ہے، وہ حکومت کے بارے میں آپس میں لڑ رہے ہیں؟'' تو سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان کے سینے پر مارا اور فرمایا:

((اُسْكُتْ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ، الْغَنِيَّ، الْخَفِيَّ)) [مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب الدنيا سجن للمؤمن ...... الخ : ٢٩٦٥]

''خاموش رہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے: ''اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے محبت رکھتا ہے جو متقی ہو، غنی ہو اور گم نام (گوشہ نشین) ہو۔''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں سے متعلق فرمایا:

((كَسِّرُوْا فِيْهَا قِسِيَّكُمْ، وَقَطِّعُوْا فِيْهَا أَوْتَارَكُمْ، وَالْزَمُوْا فِيْهَا أَجْوَافَ بُيُوْتِكُمْ، وَكُوْنُوْا كَابْنِ آدَمَ)) [ترمذي، كتاب الفتن، باب ما جاء في اتخاذ السيف من خشب في الفتنة : ٢٢٠٤، وإسناده حسن لذاته]

''اس موقع پر تم اپنی قوسوں کو توڑ دو، تانتوں کو کاٹ دو، گھروں کو لازم پکڑو اور آدم علیہ السلام کے (مقتول) بیٹے (ہابیل) کی طرح ہو جاؤ۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

ثقہ تابعی سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس

آئے تو ہم نے امید کی کہ وہ ہمیں کوئی عمدہ حدیث بیان کریں گے۔ اتنے میں ایک آدمی ہم سے پہلے ان کے پاس پہنچ گیا اور کہنے لگا: ''اے ابوعبدالرحمن! آپ ہم سے فتنے کے دور میں جنگ وقتال کے متعلق کوئی حدیث بیان کریں، اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:

﴿وَقَٰتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾ [البقرة : ۱۹۳]

''اور تم ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے (لہٰذا فتنے میں لڑنا ٹھیک ہوا)۔''

تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

« هَلْ تَدْرِي مَا الْفِتْنَةُ، ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ ؟ إِنَّمَا كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَاتِلُ الْمُشْرِكِيْنَ وَكَانَ الدُّخُوْلُ فِي دِيْنِهِمْ فِتْنَةً، وَلَيْسَ كَقِتَالِكُمْ عَلَى الْمُلْكِ » [بخاري، كتاب الفتن ، باب قول النبي ﷺ الفتنة من قبل المشرق: ۷۰۹۵]

''تجھے تیری ماں روئے! کیا تجھے معلوم ہے کہ فتنہ کیا ہوتا ہے؟ محمد ﷺ تو (فتنہ ختم کرنے کے لیے) مشرکین سے جنگ کرتے تھے، مسلمانوں کا اپنے دین کو قبول کرنا فتنہ (آزمائش) تھا (کیونکہ مشرکین قبولِ اسلام پر انھیں قتل یا قید کی سزا دیتے تھے)۔ رسول اللہ ﷺ کی جنگ تم لوگوں کی طرح بادشاہت حاصل کرنے کے لیے نہیں ہوتی تھی (یعنی وہ جنگ صرف مشرکین و کفار سے ہوتی تھی، تمھاری جنگ کی طرح کسی مسلمان سے نہیں ہوتی تھی)۔''

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ''اے ابوعبدالرحمن! کیا وجہ ہے کہ تم ایک سال حج تو کرتے ہو اور ایک سال عمرہ بھی، لیکن تم نے اللہ عزوجل کے راستے میں جہاد ترک کر رکھا ہے، حالانکہ آپ خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے متعلق کس قدر رغبت دلائی ہے؟'' انھوں نے فرمایا:

« يَا ابْنَ أَخِي ! بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ : إِيْمَانٍ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ وَالصَّلَاةِ الْخَمْسِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَأَدَاءِ الزَّكَاةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ »

''میرے بھتیجے! اسلام کی بنیاد تو پانچ چیزوں پر ہے، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، پانچ وقت نماز پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا، زکوۃ ادا کرنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔''

اس نے کہا: ''اے ابوعبدالرحمن! کیا آپ نے کتاب اللہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا:

﴿وَإِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰىهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقٰتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰٓى أَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَإِنْ فَآءَتْ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ أَقْسِطُوْا ۭ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ [الحجرات : ۹]

''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ [البقرۃ : ۱۹۳]

''اور تم ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے۔''

تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے:

« فَعَلْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ الْإِسْلَامُ قَلِيْلًا، فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِيْ دِيْنِهِ إِمَّا قَتَلُوْهُ وَإِمَّا يُعَذِّبُوْهُ، حَتّٰى كَثُرَ الْإِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ » [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿ و قتلوهم حتى لا تكون فتنة......﴾: ٤٥١٤]

''رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہم یہ (فتنہ کی سرکوبی والا) فرض ادا کر چکے ہیں۔

اس وقت (فتنہ یہ تھا کہ) مسلمان بہت تھوڑے تھے، اس وجہ سے آدمی کو اس کے دین کے حوالے سے آزمائش سے دو چار کیا جاتا تھا، اسے (اسلام قبول کرنے کی وجہ سے) یا تو قتل کر دیا جاتا یا پھر سنگین سزا سے دو چار کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ جب اسلام پھیل گیا تو یہ فتنہ وفساد بھی باقی نہیں رہا۔''

نافع رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں: ''عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دورِ ابتلا میں (جب ان پر حجاج نے حملہ کیا اور مکہ کا محاصرہ کیا) ان کے پاس دو شخص (علاء بن عرار اور حبان سلمی) آئے اور کہنے لگے: ''لوگ آپس میں لڑ بھڑ کر تباہ ہو رہے ہیں، جب کہ آپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور صحابیٔ رسول ہیں، آپ کو باہر نکلنے سے کس چیز نے روکا ہے (آپ جنگ کیوں نہیں کرتے)؟'' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

((يَمْنَعُنِي أَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ دَمَ أَخِي))

''مجھے اس بات نے روکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میرے کسی بھی بھائی کا خون حرام کیا ہے۔''

انھوں نے کہا، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ [البقرة : ١٩٣]

''اور تم ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے۔''

تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

((قَاتَلْنَا حَتّٰى لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ، وَكَانَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ، وَأَنْتُمْ تُرِيْدُوْنَ أَنْ تُقَاتِلُوْا حَتّٰى تَكُوْنَ فِتْنَةٌ، وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِغَيْرِ اللّٰهِ)) [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿ وقتلوهم حتى لا تكون فتنة ﴾ : ٤٥١٣]

''ہم نے جہاد و قتال کیا، یہاں تک کہ فتنہ (کفر و شرک) باقی نہ رہا اور دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو گیا اور تم ارادہ کرتے ہو کہ تم لڑو یہاں تک کہ فتنہ بپا

ہو جائے اور دین اللہ کے سوا دوسروں کے لیے ہو جائے۔"

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ

یزید بن ابو عبید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: " جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ "ربذہ" کی طرف چلے گئے اور وہیں ایک عورت سے شادی کی، اس سے ان کے بچے بھی پیدا ہوئے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ ربذہ ہی میں رہے (یعنی آپس کی جنگوں سے مکمل طور پر کنارہ کش رہے) یہاں تک کہ وفات سے چند دن پہلے مدینہ طیبہ آ گئے۔"
[بخاري، كتاب الفتن، باب التعرب في الفتنة : ٧٠٨٧]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

حُجیر بن ربیع العدوی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ (دورِ ابتلا میں) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: "اپنی قوم کے پاس جاؤ اور انھیں فتنہ میں شریک ہونے سے منع کرو۔" (ان کی قوم کے بہت سے لوگ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے) میں نے کہا: "میں ان میں ایک غیر معروف آدمی ہوں، میری ان میں یہ حیثیت نہیں کہ میری بات مانی جائے۔" تو سیدنا عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((فَأَبْلِغْهُمْ عَنِّيْ لَأَنْ أَكُوْنَ عَبْدًا حَبَشِيًّا فِيْ أَعْنُزٍ حَضَنِيَّاتٍ أَرْعَاهَا فِيْ رَأْسِ جَبَلٍ حَتّٰى يُدْرِكَنِيَ الْمَوْتُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَرْمِيَ فِيْ أَحَدٍ مِنَ الصَّفَّيْنِ بِسَهْمٍ أَخْطَأْتُ أَوْ أَصَبْتُ)) [مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ٤٤٨، ح : ٣٧١١٧، وإسناده صحيح۔ المعجم الكبير للطبراني : ١٨/ ١٠٥، ح : ١٩٦، وإسناده صحيح]

"میرا پیغام ان تک پہنچا دو کہ اگر میں (عمران بن حصین) حبشی غلام ہوتا اور کسی پہاڑ کی چوٹی پر چھوٹے تھنوں والی بکریاں چراتا، حتیٰ کہ مجھے موت آ جاتی تو یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں (مسلمانوں کی) دو صفوں میں سے کسی

ایک میں تیر چلاؤں (جس کے بارے میں میں نہیں جانتا کہ) آیا میں غلطی پر ہوں یا صحیح ہوں۔"

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حرملہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور کہا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تجھ سے (میرے متعلق) ضرور پوچھیں گے کہ تمھارا ساتھی (اسامہ رضی اللہ عنہ جنگِ جمل اور صفین سے) پیچھے کیوں رہا ہے، تو ان سے کہنا کہ وہ آپ کے متعلق کہتے ہیں:

((لَوْ كُنْتَ فِيْ شِدْقِ الْأَسَدِ لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَكُوْنَ مَعَكَ فِيْهِ، وَلٰكِنَّ هٰذَا أَمْرٌ لَمْ أَرَهُ)) [بخاري، كتاب الفتن، باب قول النبي ﷺ للحسن بن علي ...... الخ : ۷۱۱۰]

"اگر آپ شیر کی ڈاڑھوں میں پھنسے ہوتے تو بھی میں آپ کی رفاقت کو پسند کرتا، لیکن یہ (مسلمانوں کی آپس میں جنگ والا) معاملہ ہی ایسا ہے کہ میں اسے صحیح خیال نہیں کرتا۔"

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما اگرچہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور اپنے باپ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان کی طرف نکلے تھے لیکن وہ جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے، بلکہ صرف باپ کی اطاعت میں ان کے ساتھ گئے تھے۔ چنانچہ حنظلہ بن خویلد العنزی بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ اس دوران ان کے پاس دو آدمی آئے، وہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔ وہ دونوں ہی یہ کہہ رہے تھے کہ عمار کو میں نے قتل کیا ہے۔ تو سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "تم دونوں میں سے کوئی

بھی اس سے اپنا جی خوش کر لے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے:
« تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ » ''انھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔'' سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''تو پھر آپ ہمارے ساتھ کیا کر رہے ہیں؟'' انھوں نے کہا: ''میرے والد نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے میری (نافرمانی کی) شکایت کی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

« أَطِعْ أَبَاكَ مَا دَامَ حَيًّا، وَلَا تَعْصِهِ، فَأَنَا مَعَكُمْ وَلَسْتُ أُقَاتِلُ »
[مسند أحمد : ۲/ ۱٦٤، ١٦٥، ح: ٦٥٣٨، وإسناده حسن لذاته۔ مصنف ابن أبي شيبة : ۷/ ٥٤٧، ح : ٣٧٨٤٥، وإسناده حسن لذاته]
''تو جب تک زندہ ہے ہمیشہ اپنے باپ کی فرماں برداری کر، اس کی نافرمانی نہ کرنا۔'' اس لیے میں آپ کے ساتھ ہوں، لیکن میں لڑنے والا نہیں ہوں۔''

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

امیر المومنین فی الحدیث ثقہ محدث امام شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حکم رحمہ اللہ سے سوال کیا: ''کیا ابو ایوب رضی اللہ عنہ معرکۂ صفین میں شریک ہوئے تھے؟'' انھوں نے کہا: ''نہیں، البتہ وہ نہروان کی جنگ میں شریک ہوئے تھے۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ۷/ ٥٥٢، ح : ٣٧٨٧٩، وإسناده صحيح إلى الحكم]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

کسی صحیح سند سے یہ ثابت نہیں ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنگ جمل اور صفین میں شریک ہوئے تھے، البتہ آپ رضی اللہ عنہ اس فتنہ سے دور رہنے والی احادیث کے راوی ہیں، جس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آپ اس فتنے سے دور ہی رہے ہوں گے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« سَتَكُونُ فِتَنٌ، الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي، وَمَنْ تَشَرَّفَ لَهَا

تَسْتَشْرِفْهُ، وَمَنْ وَجَدَ مَلْجأً أَوْ مَعاذًا فَلْيَعُذْ بِهِ » [بخاري، كتاب المناقب ، باب علامات النبوة في الإسلام : ٣٦٠١ـ مسلم : ٢٨٨٦]

''عنقریب فتنے بپا ہوں گے، ان میں بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ جو اس میں جھانکے گا فتنہ اسے بھی اچک لے گا، اس لیے جو کوئی جہاں جگہ یا پناہ پائے وہاں چلا جائے (تاکہ اپنے دین کو فتنوں سے بچا سکے)۔''

قصاصِ عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا موقف

امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس بات کے منتظر تھے کہ پہلے حالات معمول پر آ جائیں، پھر قاتلینِ عثمان کے بارے میں غور کیا جائے گا۔ اس لیے کہ کسی بھی نتیجہ خیز اور سود مند اقدام کے لیے حالات ساز گار نہیں تھے اور آپ رضی اللہ عنہ اشارہ دے رہے تھے کہ دو برائیوں میں سے کم تر کو اختیار کرنا بہتر ہے۔ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خیال میں مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ قصاص کو مؤخر کیا جائے، نہ کہ اسے پس پشت ہی ڈال دیا جائے، اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے قصاص کو مؤخر کیا تھا۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا بھی تھی کہ واقعۂ افک کے موقع پر جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں بہت سے لوگوں نے چہ میگوئیاں کی تھیں اور رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی اس میں سب سے گھناؤنا کردار ادا کر رہا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ ! مَنْ يَعْذِرُنِيْ مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِيْ أَذَاهُ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ؟ فَوَ اللّٰهِ ! مَا عَلِمْتُ عَلٰى أَهْلِيْ إِلَّا خَيْرًا، وَ لَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلاً مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا، وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلٰى أَهْلِيْ إِلَّا مَعِيْ))

''مسلمانو! اس آدمی کے خلاف کون میری حمایت کرتا ہے جس کی تکلیف مجھے میرے گھر والوں کے متعلق پہنچی ہے، اللہ کی قسم! میں نے اپنے اہل خانہ میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا اور ان لوگوں نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا ہے جس

میں خیر کے سوا میں نے کچھ نہیں دیکھا اور وہ میرے گھر کبھی اکیلا نہیں بلکہ میرے ساتھ ہی آتا ہے۔''

یہ سن کر (اوس قبیلے کے سردار) سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ''میں اس کے مقابل آپ کی مدد کرتا ہوں، اگر وہ اوس قبیلے سے ہے تو میں اس کی گردن اڑاتا ہوں اور اگر ہمارے بھائیوں خزرج قبیلے سے ہے تو آپ جو حکم دیں گے ہم بجا لائیں گے۔'' یہ بات سن کر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، جو خزرج قبیلے کے سردار تھے، کھڑے ہوئے، وہ اس سے پہلے نیک آدمی تھے، مگر قومی حمیت نے انھیں بھڑکا دیا، انھوں نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ کہا، اللہ کی قسم! نہ تم اسے قتل کرو گے اور نہ ہی قتل کر سکتے ہو۔'' اتنے میں اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچا کے بیٹے تھے، کھڑے ہوئے اور انھوں نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ''تم جھوٹ کہہ رہے ہو، اللہ کی قسم! ہم اسے ضرور قتل کریں گے، کیونکہ تم منافق ہو، منافقوں کی طرف داری کرتے ہوئے ان کی طرف سے جھگڑتے ہو۔'' اس پر اوس اور خزرج دونوں قبیلوں کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ آپس میں لڑ پڑیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی منبر ہی پر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں سمجھاتے اور ٹھنڈا کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو گئے۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب حديث الإفك: ٤١٤١۔ مسلم: ٢٧٧٠]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ معاملہ نازک ہے اور اس کا نتیجہ خراب ہو سکتا ہے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد سے پہلے اوس اور خزرج کے لوگ عبد اللہ بن أبي کو اپنا سردار بنانا چاہتے تھے، ان کی نظر میں اس کا ایک مقام تھا اور کون نہیں جانتا کہ اسی نے غزوۂ احد کے موقع پر مسلمانوں کو دھوکا دیا تھا اور اپنے ایک تہائی لوگ لے کر واپس لوٹ آیا تھا۔ لیکن اس کی ان خباثتوں کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کسی طرح کی کوئی بھی حد نافذ نہیں کی، تو سوال یہ ہے کہ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ موقف کیوں اختیار کیا؟ واضح بات ہے کہ آپ کی نگاہ

مصلحت پر تھی۔ آپ ﷺ نے سوچا کہ درگزر کرنا اس پر کوڑے برسانے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ یہی نظریہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی کارفرما تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ قصاص کو مؤخر کرنے کے نقصانات اس کی فوری تنفیذ کے مقابلے میں کم ہیں، کیونکہ آپ قاتلینِ عثمان کو قتل کرنے کی بالکل طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے کہ اگر آپ ایسا کرتے تو ان کے قبیلہ والے ان کی طرف سے مدافعت کرتے۔ حالات بھی ہنگامہ خیز تھے، فتنہ عروج پر تھا اور کون کہہ سکتا تھا کہ اس اقدام پر وہ لوگ آپ کو قتل نہیں کریں گے؟ جب کہ بعد میں ایسا ہی ہوا کہ وہی لوگ آپ کے بھی قاتل ٹھہرے۔

امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ قاتلینِ عثمان کے بارے میں اس بات کے منتظر تھے کہ حالات درست ہو جائیں، امت مسلمہ متحد ہو جائے، دمِ عثمان رضی اللہ عنہ کے اولیاء کا مطالبہ قدرے نرم ہو جائے۔ تب مطالبینِ قصاص اور متہم افراد کو حاضر کیا جائے، دعویٰ اور جواب دعویٰ ہو، بینہ قائم ہو اور عدالت کی مجلس میں فیصلہ صادر ہو۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ نظریہ غلط نہ تھا، کیونکہ پوری امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ اگر قصاص کا فوری نفاذ فتنہ و شر انگیزی اور اسلامی وحدت میں انتشار کا سبب بن رہا ہو تو امام کے لیے قصاص کو مؤخر کرنا جائز ہے۔ رہی یہ بات کہ اگر آپ ان سے قصاص لینا چاہتے تھے تو پھر وہ آپ کے لشکر میں کیوں شامل تھے اور آپ نے انھیں قبول کیوں کیا تھا؟ تو امام ابن ابی العز نے شرح عقیدہ طحاویہ میں اس کا جواب یوں دیا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے جو خوارج اور ظالم لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان میں کوئی نامزد قاتل نہیں تھا جس کی گرفت کی جاتی، یا وہ ایسے لوگ تھے جنھیں اپنے قبیلے کی حمایت حاصل تھی، یا پھر وہ لوگ تھے جن کے خلاف فرد جرم عائد کرنے کے لیے کوئی واضح دلیل نہیں تھی، یا پھر ایسے لوگ تھے جن کے دلوں میں نفاق تھا اور وہ اسے مکمل طور پر ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کر رہے تھے۔ [شرح العقيدة الطحاوية، ص : ٥٤٦]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قاتلینِ عثمان سے متعلق موقف

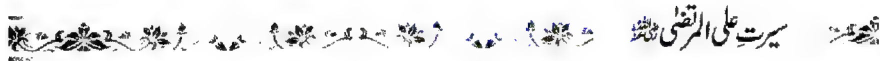
سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر سخت غم و غصے کا اظہار کیا اور ان کے خون سے اپنی براءت ظاہر کی، انھوں نے اپنے خطبوں اور دیگر مجالس میں واضح طور پر کہا کہ میرا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ ثقہ تابعی ابوفزارہ راشد بن کیسان عبسی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے بازار ''احجار الزیت'' کے مقام پر تھے کہ انھیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی، تو وہ کہنے لگے:

((اَللّٰهُمَّ ! إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِنْ دَمِهِ أَنْ أَكُوْنَ قَتَلْتُ، أَوْ مَالَأْتُ عَلٰی قَتْلِهِ)) [الطبقات لابن سعد : ۳/ ۵۰، وإسناده صحيح إلى راشد بن كيسان۔ تاريخ المدينة المنورة : ۲/ ۲۵۱]

''اے اللہ! میں تیرے سامنے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے (ناحق) خون سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ میں نے نہ تو انھیں قتل کیا ہے اور نہ ہی کسی کو ان کے قتل پر ابھارا ہے۔''

محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (بصرہ سے تین میل کے فاصلے پر مقام) ''مربد'' میں قاتلینِ عثمان پر لعنت کر رہی ہیں، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ چہرے تک بلند کرتے ہوئے دو یا تین مرتبہ فرمایا:

((وَأَنَا أَلْعَنُ قَتَلَةَ عُثْمَانَ، لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي السَّهْلِ وَالْجَبَلِ)) [فضائل الصحابة لإمام أحمد ابن حنبل : ۱/ ۴۵۵، ۴۵۶، ح : ۷۳۳، و إسناده



صحيح۔ مصنف ابن أبي شيبة : ٥٣٨/٧، ٥٣٩، ح : ٣٧٧٨٢، و إسناده صحيح ۔ تاريخ المدينة المنورة : ١٢٧٦/٤]

''اور میں بھی قاتلینِ عثمان پر لعنت کرتا ہوں، ان لوگوں پر میدانوں اور پہاڑوں میں اللہ کی لعنت ہو۔''

امام ابن حزم رحمہ اللہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان کے موقف (قصاص میں تاخیر، بردباری اور عجلت سے گریز) میں درست قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ہم اللہ کی توفیق کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ ان کا یہ قول کہ قاتلینِ عثمان جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی، زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کی، اسلام کی حرمت، حرم کی حرمت، امانت، ہجرت، خلافت، صحابیت اور سبقت الی الاسلام کے تقدس کو پامال کیا، ان سے قصاص لینا واجب ہے، تو ان کا یہ مطالبہ درست تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نہ کبھی ان کے اس مطالبے کی مخالفت کی اور نہ ہی قاتلین سے براءت کے اظہار میں پیچھے رہے، لیکن چونکہ وہ بہت بڑی تعداد میں تھے اور آپ کے قابو میں نہیں تھے، اس لیے جو چیز آپ کے بس میں نہ تھی آپ اس کے مکلّف بھی نہیں تھے، جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ہر اس مسلمان سے قیامِ نماز، روزہ اور حج کا فریضہ اس وقت ساقط ہو جاتا ہے جب وہ اس کی طاقت نہ رکھتے ہوں، دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة : ٢٨٦]

''اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ)) [بخاري : ٧٢٨٨]

''جب میں تمھیں کسی چیز کی بجا آوری کا حکم دوں تو اپنی طاقت کے مطابق اسے بجا لاؤ۔''

اگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تو قاتلین عثمان سے بدلا لینے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو زیادہ طاقت ملتی۔ لہٰذا یہ کہنا پڑتا ہے کہ (آپس کے) اس اختلاف نے قاتلینِ عثمان پر تنفیذ قصاص کی راہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کو کمزور کر دیا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو بلاشبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان سے ضرور بدلا لیتے، جیسا کہ عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ (جنھیں خوارج نے شہید کیا تھا) کے قاتلین پر قابو پاتے ہی آپ رضی اللہ عنہ نے ان پر حدِ قصاص نافذ کر دی۔'' [الفصل في الملل والنحل والأهواء لابن حزم : ٤/٢٦]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے موقف کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر میری بیعت اور اطاعت واجب ہے، اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو میری اطاعت سے خارج ہیں اور واجب کی مخالفت کر رہے ہیں، حالانکہ ان کے پاس اچھی خاصی طاقت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ ان سے قتال کر کے کسی طرح انھیں اپنے تابع کیا جائے، تاکہ مسلمانوں کو اتحاد اور اجتماعیت حاصل ہو۔'' [مجموع الفتاوى لابن تيمية : ٢٧/٣٥٠]

سچی بات یہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جس تاخیر، بردباری اور عجلت سے گریز کی دعوت دے رہے تھے یہ ایک دور اندیش سیاست کا تقاضا تھا، کیونکہ ایک متفقہ رائے سامنے لانے اور مرکزِ خلافت کو چیلنج کرنے والے عناصر کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری امت کی صف بندی اور باہمی اتحاد کی ضرورت تھی، لیکن اجتہادات کے اختلاف نے خلیفۂ مسلمین کے جدید مرکز کو کمزور کر دیا اور قاتلینِ عثمان سے قصاص کی امید کو ختم کر دیا۔

اس موضوع کے اختتام پر چند ایسے دلائل کا ذکر کر دینا مناسب ہے جن سے معلوم ہو کہ سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم کے بالمقابل سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا موقف درست تھا۔ چنانچہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَيْحَ عَمَّارٍ! تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ)) [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب مسح الغبار عن الرأس في سبيل الله : ٢٨١٢، ٤٤٧]

''ہائے عمار! اسے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث دلائل نبوت میں سے ایک بڑی دلیل ہے اور یہ سیدنا علی اور سیدنا عمار رضی اللہ عنہما کی نمایاں فضیلت اور نظریۂ نواصب کی تردید پر مشتمل ہے، جو کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی جنگوں میں حق پر نہیں تھے۔'' [فتح الباري : ١/ ٥٤٢]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صریح روایات ثابت ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا موقف صحیح تھا اور وہ حق پر تھے، جب کہ دوسری جماعت یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی متاول تھے۔ نیز ان روایات میں تصریح ہے کہ دونوں جماعتوں کے لوگ مومن ہیں۔ باہمی خون ریزی کی وجہ سے نہ تو وہ اسلام سے خارج ہیں اور نہ ہی انھیں فاسق کہنا درست ہے۔'' [شرح النووي علی صحیح مسلم : ٧/ ١٦٧]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی قوم کا تذکرہ کیا جو آپ کی امت سے ہوگی اور مسلمانوں کے اختلاف کے وقت نکلے گی، ان کی شناخت سر منڈانا ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

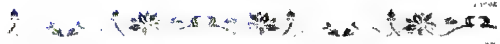
((هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ أَوْ مِنْ أَشَرِّ الْخَلْقِ، يَقْتُلُهُمْ أَدْنَى الطَّائِفَتَيْنِ إِلَى الْحَقِّ)) [مسلم ، کتاب الزکاۃ ، باب ذکر الخوارج و صفاتھم : ١٠٦٥]

''وہ مخلوق کے بدترین لوگوں میں سے ہوں گے، انھیں (مسلمانوں کے) دو گروہوں میں سے وہ گروہ قتل کرے گا جو حق کے زیادہ قریب ہوگا۔''

ایک دوسری روایت میں الفاظ یوں ہیں:

((يَخْرُجُونَ عَلَى فُرْقَةٍ مُخْتَلِفَةٍ، يَقْتُلُهُمْ أَقْرَبُ الطَّائِفَتَيْنِ مِنَ الْحَقِّ)) [مسلم ، کتاب الزکاۃ ، باب ذکر الخوارج و صفاتھم : ١٥٣/ ١٠٦٥]

''وہ (امت کے) مختلف گروہوں میں بٹنے کے وقت نکلیں گے، انھیں دو گروہوں



میں سے حق سے قریب ترین گروہ قتل کرے گا۔"

اس حدیث میں بالکل واضح ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں اپنے مخالفین کے بالمقابل حق سے زیادہ قریب تھے۔

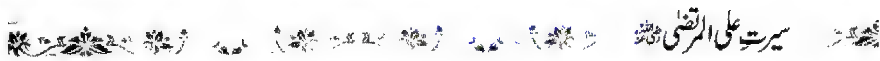
قصاص اور طلحہ، زبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کا موقف

قبیلہ بنوتمیم کے سردار اور بصرہ کی معروف شخصیت ثقہ تابعی احنف بن قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''ہم (بصرہ سے) مدینہ منورہ آئے، ہمارا ارادہ فریضۂ حج ادا کرنے کا تھا۔ ہم منزل بمنزل طے کر رہے تھے۔ ہمارے پاس ایک آنے والا آیا اور کہنے لگا: ''لوگ گھبراہٹ کے عالم میں مسجد میں جمع ہیں۔'' میں گیا تو لوگ مسجد میں جمع تھے۔ ان میں سیدنا علی، زبیر، طلحہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ ہم مسجد ہی میں تھے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے، کہا گیا کہ یہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ اندر داخل ہوئے، انھوں نے زرد رنگ کے کپڑے سے اپنا سر ڈھانپ رکھا تھا۔ انھوں نے فرمایا:

« هَاهُنَا عَلِيٌّ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ هَاهُنَا الزُّبَيْرُ ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ هَاهُنَا طَلْحَةُ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ هَاهُنَا سَعْدٌ ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، هَلْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَبْتَاعُ مِرْبَدَ بَنِيْ فُلَانٍ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ، فَابْتَعْتُهُ بِعِشْرِيْنَ أَلْفًا أَوْ بِخَمْسَةٍ وَّ عِشْرِيْنَ أَلْفًا، فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لَهُ ابْتَعْتُهُ، قَالَ اجْعَلْهُ فِيْ مَسْجِدِنَا وَلَكَ أَجْرُهُ ؟ فَقَالُوا اللّٰهُمَّ نَعَمْ ! قَالَ فَقَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، أَتَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ رُوْمَةَ

غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ، فَابْتَعْتُهَا بِكَذَا وَكَذَا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ قَدِ ابْتَعْتُهَا، قَالَ اجْعَلْهَا سِقَايَةً لِلْمُسْلِمِيْنَ وَأَجْرُهَا لَكَ؟ قَالُوا اللّٰهُمَّ نَعَمْ ! قَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، أَتَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ فِيْ وُجُوْهِ الْقَوْمِ، فَقَالَ مَنْ جَهَّزَ هٰؤُلَاءِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ، يَعْنِيْ جَيْشَ الْعُسْرَةِ، فَجَهَّزْتُهُمْ حَتّٰى لَمْ يَفْقِدُوْا خِطَامًا وَلَا عِقَالًا ؟ قَالَ قَالُوا اللّٰهُمَّ نَعَمْ ! قَالَ اللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثًا »

''یہاں علی (رضی اللہ عنہ) ہیں؟'' لوگوں نے کہا : ''ہاں !'' انھوں نے کہا: ''یہاں زبیر (رضی اللہ عنہ) ہیں؟'' لوگوں نے کہا: ''ہاں!'' انھوں نے کہا: ''یہاں طلحہ (رضی اللہ عنہ) ہیں؟'' لوگوں نے کہا: ''ہاں!'' انھوں نے کہا: ''یہاں سعد (رضی اللہ عنہ) ہیں؟'' لوگوں نے کہا: ''ہاں!'' تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کیا تمھیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا : ''جو شخص فلاں قبیلے کا باڑہ خریدے گا اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا'' تو میں نے اسے بیس یا پچیس ہزار میں خریدا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر انھیں بتایا کہ میں نے وہ جگہ خرید لی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے مسجد میں شامل کر دو تمھیں اس کا اجر ملے گا؟'' انھوں نے کہاں : ''جی ہاں!'' سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا : ''میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا : ''جو شخص ''بئر رومہ'' خریدے گا اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا'' تو میں نے اسے اتنی اتنی قیمت میں خریدا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو اس سے آگاہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے مسلمانوں کے لیے وقف کر دو، تمھیں اس کا



اجر ملے گا؟" لوگوں نے کہا: "جی ہاں! (ایسے ہی ہے)۔" آپ رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا: "میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے چہروں کی طرف دیکھا اور فرمایا: "جو شخص اس تنگی والے لشکر (غزوۂ تبوک) کو تیار کرے گا اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا۔" تو یہ لشکر بھی میں نے تیار کیا، یہاں تک کہ لوگوں نے ایک نکیل اور رسی کو بھی گم نہیں پایا؟" لوگوں نے کہا: "جی ہاں! (ایسے ہی ہے)۔" تو آپ رضی اللہ عنہ نے پھر تین مرتبہ فرمایا: "اے اللہ! تو گواہ رہ۔"

احنف بن قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں (وہاں سے) چلا اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور ان سے کہا: "تم دونوں مجھے کس کے بارے میں حکم دیتے ہو اور کسے میرے لیے پسند کرتے ہو؟ میرے خیال میں تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا جائے گا۔" ان دونوں نے کہا: "ہم تمھیں علی (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں حکم دیتے ہیں۔" میں نے پوچھا: "کیا تم دونوں مجھے ان کے بارے میں حکم دیتے اور انھیں میرے لیے پسند کرتے ہو؟" انھوں نے فرمایا: "ہاں!" احنف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پھر میں حج کے لیے نکلا، یہاں تک کہ مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ ابھی ہم وہیں تھے کہ ہمیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر ملی۔ اس وقت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی وہاں موجود تھیں۔ میں ان سے ملا اور پوچھا: "آپ مجھے کس کی بیعت کرنے کا حکم دیں گی؟" انھوں نے فرمایا: "علی (رضی اللہ عنہ) کی۔" میں نے کہا: "کیا آپ مجھے ان کی بیعت کا حکم دیتی ہیں اور انھیں میرے لیے پسند کرتی ہیں؟" انھوں نے کہا: "ہاں!" اس کے بعد میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ میں آیا اور ان کی بیعت کی، پھر میں اہلِ بصرہ کی طرف لوٹ گیا۔ میرے خیال میں سارا معاملہ ٹھیک ہو چکا تھا۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم (بصرہ کے قریب) مقام "خریبہ" کے پاس فروکش ہو چکے ہیں۔ میں نے پوچھا: "وہ کس مقصد کے

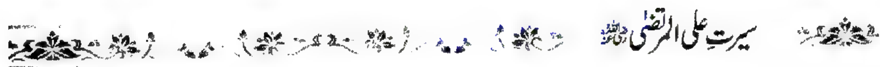
لیے ادھر آئے ہیں؟'' اس نے کہا: ''وہ آپ کی طرف آئے ہیں اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلا لینے کے لیے تم سے مدد کے خواہاں ہیں، جو مظلوم قتل کیے گئے ہیں۔'' میرے لیے یہ خبر انتہائی پریشان کن تھی۔ میں نے کہا: ''میرے لیے اس گروہ سے علیحدہ ہونا جس میں ام المومنین (عائشہ رضی اللہ عنہا) اور حواریٔ رسول (زبیر رضی اللہ عنہ) ہیں، بڑا مشکل ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد کے ساتھ جنگ کرنا بھی میرے لیے بڑا مشکل کام ہے، اس کے بعد کہ انھوں نے خود ہی مجھے ان سے بیعت کرنے کا حکم دیا تھا۔'' جب میں ان کے پاس حاضر ہوا تو وہ کہنے لگے: ''ہمیں عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلا لینے کے لیے تمھاری مدد کی ضرورت ہے، انھیں ناحق قتل کیا گیا ہے۔'' میں نے کہا: ''ام المومنین! میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا میں نے آپ سے پوچھا نہیں تھا کہ آپ مجھے کس کی بیعت کرنے کا حکم دیتی ہیں تو آپ نے علی (رضی اللہ عنہ) کا نام لیا تھا؟ پھر میں نے کہا کہ کیا آپ مجھے ان کی بیعت کرنے کا حکم دیتی ہیں اور انھیں میرے لیے پسند کرتی ہیں تو آپ نے اس کا جواب بھی اثبات میں دیا تھا؟'' انھوں نے فرمایا: ''یہ سب ٹھیک ہے مگر علی (رضی اللہ عنہ) بدل گئے ہیں۔'' پھر میں نے کہا: ''اے زبیر! اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری اور اے طلحہ! میں تم دونوں کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا میں نے تم سے پوچھا نہیں تھا کہ تم مجھے کس کے بارے میں حکم دیتے ہو تو تم نے علی رضی اللہ عنہ کا نام لیا تھا؟ پھر میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم ان کے بارے میں مجھے حکم دیتے ہو اور انھیں میرے لیے پسند کرتے ہو تو تم نے اس کا جواب اثبات میں دیا تھا؟'' تو وہ دونوں کہنے لگے: ''کیوں نہیں! (ایسے ہی ہے) مگر اب علی رضی اللہ عنہ بدل گئے ہیں۔'' یہ سن کر میں نے کہا: ''ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! نہ تو میں تم سے قتال کروں گا، کیونکہ تمھارے ساتھ ام المومنین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہیں اور نہ ہی میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد سے قتال کروں گا، جن کی بیعت کرنے کا تم نے مجھے حکم دیا تھا۔ تم میری طرف سے تین باتوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلو، یا تو تم میرے لیے

"باب الجسر" کھول دو، تا کہ میں غیر عرب زمین میں جا بسوں، یہاں تک کہ اللہ نے میرے بارے میں جو فیصلہ کرنا ہے کر دے، یا پھر میں مکہ مکرمہ چلا جاؤں اور پھر وہیں مقیم رہوں، یہاں تک کہ اللہ نے جو فیصلہ میرے بارے میں کرنا ہے کر دے، یا میں فریقین سے الگ بھی رہوں اور ان کے قریب بھی۔" وہ کہنے لگے: "ہم اس کے متعلق مشورہ کرتے ہیں۔" مشاورت کے دوران انھوں نے ان امور پر غور و خوض کیا کہ اگر ہم اس کے لیے "باب الجسر" کھولتے ہیں تو جماعت سے الگ ہو کر بے یار و مددگار چھوڑے جانے والے اس سے جا ملیں گے اور اگر یہ مکہ میں رہائش پذیر ہوتا ہے تو قریش میں رہ کر تمھارے درپے ہوگا اور انھیں تمھارے حالات و واقعات سے آگاہ کرتا رہے گا۔ ان دونوں باتوں میں سے کچھ بھی مناسب نہیں ہے۔ اسے ادھر کہیں قریب ہی رہنے دو، جہاں تم اسے درست بھی رکھ سکو اور اس کی نگرانی بھی کر سکو۔"

راویٔ حدیث کہتا ہے کہ اس پر احنف بن قیس رحمہ اللہ بصرہ سے دو فرسخ دور "جلحاء" کے مقام پر لوگوں سے الگ ہو کر بیٹھ گئے اور تقریباً چھ ہزار (۶۰۰۰) لوگوں نے مزید ان کے ساتھ گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ پھر فریقین کی آپس میں مڈبھیڑ ہوگئی۔ اس جنگ میں سب سے پہلے قتل ہونے والے طلحہ اور کعب ابن سُور تھے۔ کعب نے اس وقت مصحف اٹھا رکھا تھا۔ وہ فریقین کو سمجھاتے رہے، یہاں تک کہ خود ہی ان کے درمیان قتل ہو گئے اور زبیر رضی اللہ عنہ "سفوان" کے مقام پر پہنچے جو بصرہ سے اتنا ہی دور ہے جتنا تم سے قادسیہ ہے۔ وہاں انھیں بنو مجاشع کا "نعر" نامی ایک شخص ملا، اس نے پوچھا: "اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ میرے پاس آئیں میں آپ کا ذمہ دار ہوں، آپ تک کوئی شخص نہیں پہنچ پائے گا۔" اس پر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ ہو لیے، تو ایک آدمی احنف رحمہ اللہ کے پاس آیا اور انھیں آ کر بتایا کہ زبیر (رضی اللہ عنہ) مقام "سفوان" پر مقیم ہیں۔ وہ کہنے لگے: "زبیر (رضی اللہ عنہ) کیسے پُر امن رہیں گے، جبکہ انھوں نے مسلمانوں کو آپس میں ٹکرا دیا، یہاں تک

کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر تلواریں برسانے لگے اور وہ خود اپنے گھر اور اہل و عیال میں جا بیٹھے ہیں۔" یہ بات عمیر بن جرموز، بنو تمیم کے ایک غلط کار شخص، فضالہ بن حابس اور نُفیع نے سنی تو وہ ان کی تلاش میں لگ گئے۔ آخر کار جب وہ "نعر" کے ساتھ کسی جگہ موجود تھے تو ان کی ان کے ساتھ مڈبھیڑ ہو گئی۔ عمیر بن جرموز نے پیچھے سے ان پر وار کیا، اس وقت عمیر ایک کمزور سے گھوڑے پر سوار تھا، اس لیے وہ ان پر نیزے کا کمزور سا وار ہی کر سکا۔ پھر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے اس پر جوابی حملہ کیا اور وہ اس وقت "ذوالخمار" نامی گھوڑے پر سوار تھے، عمیر نے سمجھا کہ زبیر (رضی اللہ عنہ) اسے قتل کرنے والے ہیں تو اس نے اپنے دونوں ساتھیوں فضالہ اور نُفیع کو مدد کے لیے پکارا، پھر انھوں نے مل کر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ پر اس قدر زور سے وار کیا کہ انھیں شہید کر دیا۔" [مصنف ابن أبي شيبة: ٦/ ١٩٧، ح: ٣٠٦٢٠، وإسناده حسن لذاته، ٧/ ٥٣٩، ٥٤٠، ح: ٣٧٧٨٧- سنن نسائي: ٣١٨٤ (مختصرًا)- وابن جاوان حسن الحديث، وثقه ابن خزيمة وابن حبان والضياء المقدسي بتصحيح حديثه، انظر ابن خزيمة (٤/ ١١٩، ح: ٢٤٨٧) وابن حبان (٦٩٢٠) والمختارة للضياء (١/ ٤٧٤، ح: ٣٤٨)]

ثقہ تابعی علقمہ بن وقاص لیثی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: "جب سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو اس جماعت کی قیادت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی۔ جب یہ لوگ مقام "ذاتِ عرق" پر پہنچے تو انھوں نے عروہ بن زبیر اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو کم عمر خیال کرتے ہوئے واپس لوٹا دیا۔" علقمہ بن وقاص رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: "میں نے طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ تنہائی میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں اور اپنی داڑھی کو سینے سے لگائے رکھتے ہیں۔ اس پر میں نے ان سے کہا: "اے ابومحمد! میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ تنہائی زیادہ پسند کرتے ہیں اور اپنی داڑھی کو سینے سے لگائے رکھتے ہیں، اگر آپ کو یہ (قصاص والا) معاملہ ناپسند ہے تو اسے ترک کر دیں، اس کے لیے آپ پر کوئی زبردستی تو نہیں کرتا۔" وہ کہنے لگے:



«يَا عَلْقَمَةُ بْنَ وَقَّاصٍ! لَا تَلُمْنِي ، كُنَّا أَمْسِ يَدًا وَاحِدَةً عَلٰى مَنْ سِوَانَا فَأَصْبَحْنَا الْيَوْمَ جَبَلَيْنِ مِنْ حَدِيْدٍ ، يَزْحَفُ أَحَدُنَا إِلٰى صَاحِبِهِ»

[مستدرك حاكم : ١١٨/٣ ، ح : ٤٦٠٧ ، وإسناده حسن لذاته ، محمد بن عثمان ابن أبي شيبة صدوق حسن الحديث، وثقه الجمهور، و ٣٧١/٣، ٣٧٢، ح : ٥٥٩٥، و إسناده حسن لذاته]

''اے علقمہ بن وقاص! مجھے ملامت نہ کر، ہم کل تک دوسروں (یعنی کافروں) کے مقابلے میں بہت بڑی قوت تھے، جب کہ آج ہم لوہے کے دو پہاڑ بن چکے ہیں اور ہم ایک دوسرے کی طرف گھسٹتے چلے جا رہے ہیں۔''

چشمہ حوأب سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گزر

ثقہ تابعی قیس بن حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رات کے وقت جب بنو عامر کے چشمہ کے پاس پہنچیں تو (ان پر) کتے بھونکے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: ''یہ کون سا چشمہ ہے؟'' لوگوں نے بتایا: ''یہ ''حوأب'' کا چشمہ ہے۔'' آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''میں اب یہاں سے واپس ہی لوٹوں گی۔'' کچھ لوگوں نے کہا جو آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے: ''(آپ ایسا نہ کریں) بلکہ آگے چلیں، تاکہ مسلمان آپ کو دیکھیں اور شاید اللہ تعالیٰ ان کے آپس کے اختلاف کو ختم کر دے۔'' آپ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں فرمایا تھا:

«كَيْفَ بِإِحْدَاكُنَّ تَنْبَحُ عَلَيْهَا كِلَابُ الْحَوْأَبِ؟» [مسند أحمد : ٥٢/٢، ح : ٢٤٢٥٤، وإسناده صحيح۔ ابن حبان : ٦٧٣٢۔ مصنف ابن أبي شيبة : ٥٣٦/٧ ، ح : ٣٧٧٦٠]

''اس وقت کیا ہو گا جب تم (بیویوں) میں سے کسی ایک پر چشمہ حوأب کے کتے بھونکیں گے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے پاس

بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَيْتَ شِعْرِيْ، أَيَّتُكُنَّ تَنْبَحُهَا كِلَابُ الْحَوْأَبِ، يُقْتَلُ عَنْ يَمِيْنِهَا وَعَنْ شِمَالِهَا قُيَّامٌ مِنَ النَّاسِ، وَمَا كَادَتْ أَنْ تَنْجُوَ» [الأحاديث المختارة للضياء المقدسي : ١٢/١٦٠ ، ح : ١٧٩، وإسنادهٗ حسن لذاته۔ مصنف ابن أبي شيبة : ٧/٥٣٨، ح : ٣٧٧٧٤۔ كشف الأستار : ٤/٩٤، ح : ٣٢٧٣]

''کاش! مجھے پتا چل جائے کہ تم میں سے کس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے، اس کے دائیں بائیں (لڑائی میں) بڑے بڑے لوگ قتل کیے جائیں گے اور وہ خود بمشکل بچ پائے گی۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی

کوفہ کی طرف روانگی اور سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی نصیحت

ابوالاسود الدیلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرما رہے تھے:

«أَتَانِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ ، وَقَدْ أَدْخَلْتُ رِجْلِيْ فِي الْغَرْزِ فَقَالَ لِيْ أَيْنَ تُرِيْدُ؟ فَقُلْتُ الْعِرَاقَ، فَقَالَ أَمَا إِنَّكَ إِنْ جِئْتَهَا لَيُصِيْبَنَّكَ بِهَا ذُبَابُ السَّيْفِ، فَقَالَ عَلِيٌّ وَايْمُ اللّٰهِ ! لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَهُ يَقُوْلُهُ، فَقَالَ أَبُوْ حَرْبٍ فَسَمِعْتُ أَبِيْ يَقُوْلُ فَعَجِبْتُ مِنْهُ وَقُلْتُ رَجُلٌ مُحَارِبٌ يُحَدِّثُ مِثْلَ هٰذَا عَنْ نَفْسِهِ»

[مسند الحميدي: ١/ ١٨٠، ح : ٥٣، وإسناده صحيح۔ الآحاد والمثاني: ١/ ١٤٤ ، ح : ١٧٢۔ مسند البزار : ٢/ ٢٩٥ ، ح : ٧١٨۔ مسند أبي يعلى: ١/ ٣٨١ ، ح : ٤٩١۔ صحيح ابن حبان : ٦٧٣٣]

''میرے پاس عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آئے، اس وقت میں رکاب میں اپنا پاؤں داخل کر چکا تھا، انھوں نے مجھ سے پوچھا: ''تمھارا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟'' میں نے کہا: ''عراق۔'' انھوں نے کہا: ''اگر آپ عراق گئے تو وہاں ضرور تلوار کی دھار آپ تک پہنچے گی (یعنی آپ کو وہاں شہید کر دیا جائے گا)۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! یہی بات اس سے پہلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سن چکا

ہوں۔'' ابوحرب نے کہا کہ میں نے اپنے باپ (ابوالاسود الدیلمی) سے سنا، وہ کہہ رہے تھے: '' مجھے اس پر تعجب ہوا اور میں نے (دل میں) کہا: ''ایک جنگجو آدمی اپنے بارے میں اس طرح کی باتیں کرتا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آئے اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے راستے میں بیٹھ گئے، یہاں تک کہ جب وہ تشریف لائے تو سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: ''اے علی! آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟'' انھوں نے فرمایا: ''میں عراق جانا چاہتا ہوں۔'' عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا:

«اِرْجِعْ إِلَى مِنْبَرِ النَّبِيِّ ، فَإِنَّكَ إِنْ فَارَقْتَهُ لَمْ تَرَهُ أَبَدًا»

''آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی طرف لوٹ جائیں، اس لیے کہ اگر آپ (اب) اس سے جدا ہو گئے تو پھر اسے کبھی بھی دیکھ نہیں سکیں گے۔''

یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کسی ساتھی نے کہا: ''اگر اجازت ہو تو ہم اسے قتل کر دیں؟'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اسے کہا:

« مَهْ، هٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ، رَجُلٌ مِّنَّا صَالِحٌ » [السنة للخلال : ۲/۴۵۸، ح : ۷۱۱، والنسخة الأخرى : ۱/۳۶۰، ۳۶۱، ح : ۷۱۱ وإسناده حسن لذاته۔ تاريخ المدينة المنورة : ۴/۱۱۷۶، وإسناده صحيح۔ المطالب العالية : ۸/۶۰۶، ۶۰۷، ح : ۴۳۸۱، وإسناده صحيح۔ تاريخ دمشق: ۳۹/ ۳۵۱، ۳۵۲]

''انھیں چھوڑ دو، یہ عبداللہ بن سلام (رضی اللہ عنہ) ہیں، یہ ہم میں سے نیک آدمی ہیں۔''

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی اپنے والد کو نصیحت

سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''جن دنوں ہمیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی ان دنوں میں بھرپور جوان تھا، میں سمجھتا تھا کہ میں دشمن سے قتال کر سکتا

ہوں۔ لہٰذا میں باہر نکلا اور میں نے دل میں سوچا کہ چلو لوگوں کے پاس جا کر ان کے حالات و واقعات سے آگاہ ہوتے ہیں۔ جب میں مقام ''ربذہ'' پہنچا تو دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو عصر کی نماز پڑھا رہے ہیں۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ اس دوران سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ (جو مسلمانوں کے اختلاف و انتشار سے سخت پریشان تھے) اٹھے اور کہنے لگے: ''امیر المومنین! میں آپ سے بات کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔'' پھر وہ رونے لگے، تو اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«لَا تَبْكِ وَتَكَلَّمْ وَلَا تَحِنَّ حَنِيْنَ الْجَارِيَةِ»

''روؤ مت، بات کرو اور لڑکیوں کی طرح غم ناک انداز میں سسکیاں نہ لو۔''

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

«إِنَّ النَّاسَ حَصَرُوْا عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَطْلُبُوْنَهُ بِمَا يَطْلُبُوْنَ، إِمَّا ظَالِمِيْنَ وَإِمَّا مَظْلُوْمِيْنَ، فَأَمَرْتُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ النَّاسَ وَتَلْحَقَ بِمَكَّةَ حَتّٰى تَؤُوْبَ إِلَى الْعَرَبِ غَيْرَ آذِنٍ لِكَلَامِهَا، فَأَبَيْتَ ثُمَّ حَصَرُوْهُ فَقَتَلُوْهُ فَأَمَرْتُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ النَّاسَ، فَوَاللّٰهِ! لَوْ كُنْتَ فِيْ جُحْرِ ضَبٍّ لَضَرَبَتِ الْعَرَبُ إِلَيْكَ آبَاطَ الْإِبِلِ حَتّٰى تُسْتَخْرَجَ مِنْهُ، فَغَلَبْتَنِيْ، وَأَنَا آمُرُكَ الْيَوْمَ أَنْ لَا تَقْدَمَ الْعِرَاقَ، وَأُذَكِّرُكَ اللّٰهَ أَنْ تُقْتَلَ بِمَضْيَعَةٍ»

''لوگوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا اور وہ ان سے مطالبہ کرتے تھے جو بھی مطالبہ کرتے تھے، وہ لوگ یا تو ظالم ہیں یا پھر مظلوم۔ میں نے آپ سے عرض کی کہ آپ لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیں اور مکہ چلے جائیں، جہاں آپ ان کی باتوں کی طرف توجہ دیے بغیر (اپنی قوم) عرب سے جا ملیں، مگر آپ نے اس

سے انکار کر دیا۔ پھر باغیوں نے ان کا محاصرہ کر کے انھیں قتل کر دیا تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ لوگوں سے الگ رہیں، اللہ کی قسم! اگر آپ گوہ کے بِل میں بھی ہوں گے تو عرب لوگ آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے اور آپ کو اس سے باہر نکال لیں گے۔ مگر آپ نے میری یہ بات بھی تسلیم نہیں کی۔ آج میں آپ سے یہ گزارش کر رہا ہوں کہ عراق جانے کا ارادہ ختم کر دیں، ورنہ آپ کو اس ہلاکت خیز مقام پر قتل کر دیا جائے گا۔"

اس کے جواب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« أَمَّا قَوْلُكَ تَأْتِيْ مَكَّةَ، فَوَاللّٰهِ ! مَا كُنْتُ لِأَكُوْنَ الرَّجُلَ تُسْتَحَلُّ بِهِ مَكَّةُ، وَأَمَّا قَوْلُكَ حَصَرَ النَّاسُ عُثْمَانَ، فَمَا ذَنْبِيْ إِنْ كَانَ بَيْنَ النَّاسِ وَبَيْنَ عُثْمَانَ مَا كَانَ، وَأَمَّا قَوْلُكَ اعْتَزِلِ الْعِرَاقَ، فَوَاللّٰهِ ! مَا كُنْتُ لِأَكُوْنَ مِثْلَ الضَّبُعِ تَسْتَمِعُ لِلَّدْمِ » [تاريخ المدينة المنورة للنميري: ٤/ ١٢٥٦، ١٢٥٧، و إسناده حسن لذاته۔ مصنف ابن أبي شيبة: ٧/ ٤٧٨، ح: ٣٧٣٦٠]

"جہاں تک آپ کے اس قول کا تعلق ہے کہ میں مکہ چلا جاؤں تو اللہ کی قسم! میں ایسا انسان نہیں بننا چاہتا جس کی وجہ سے مکہ مکرمہ کی حرمت پامال کر دی جائے اور تم نے جو یہ کہا کہ لوگوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا تو اگر ان میں اور عثمان رضی اللہ عنہ میں کوئی تنازعہ کھڑا ہو گیا ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ باقی رہا تمھارا یہ مشورہ کہ میں عراق جانے سے احتراز کروں تو اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں ہوں کہ کسی بزدل کی طرح (موت کے خوف سے) بیٹھا رہوں۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا کوفہ والوں کے پاس وفود روانہ کرنا

ابو مریم عبداللہ بن زیاد الاسدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم بصرہ کی طرف روانہ ہوئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمار بن یاسر اور حسن بن علی رضی اللہ عنہم کو بھیجا، یہ دونوں بزرگ ہمارے پاس کوفہ آئے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما منبر پر اونچی جگہ تھے اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ان سے نیچے کی سیڑھی پر کھڑے تھے۔ پھر ہم ان کے پاس جمع ہو گئے تو میں نے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو سنا، وہ فرما رہے تھے:

« إِنَّ عَائِشَةَ قَدْ سَارَتْ إِلَى الْبَصْرَةِ، وَ وَاللّٰهِ! إِنَّهَا لَزَوْجَةُ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى ابْتَلَاكُمْ لِيَعْلَمَ إِيَّاهُ تُطِيعُوْنَ أَمْ هِيَ » [بخاري، كتاب الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر: ٧١٠٠]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بصرہ کی طرف روانہ ہو گئی ہیں اور اللہ کی قسم! وہ دنیا اور آخرت میں تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں، لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے ذریعے سے تمھارا امتحان لینا چاہتا ہے کہ تم صرف اللہ کی اطاعت کرتے ہو یا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہا مانتے ہو۔''

دوسری روایت میں ابو وائل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ کوفہ میں سیدنا عمار رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی (بصرہ کی طرف) روانگی کا ذکر کیا اور فرمایا:

« إِنَّهَا زَوْجَةُ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَلٰكِنَّهَا مِمَّا ابْتُلِيْتُمْ » [بخاري، كتاب الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر: ٧١٠١]

''بلاشبہ وہ دنیا و آخرت میں تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں، لیکن تمھیں ان کے

متعلق آزمائش میں ڈالا گیا ہے (کہ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہو یا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی)۔"

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری اور سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہما دونوں سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے جب انھیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کی طرف بھیجا تھا کہ وہ انھیں مدد کے لیے نکلنے پر آمادہ کریں۔ ان دونوں نے (سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سے) کہا: "جب سے تم مسلمان ہوئے ہو ہم نے کوئی بات اس سے زیادہ بری نہیں دیکھی جو تم اس کام میں جلد بازی دکھا رہے ہو۔" سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "میں نے بھی جب سے تم دونوں مسلمان ہوئے ہو تمھاری کوئی بات اس سے بری نہیں دیکھی جو تم اس کام میں دیر کر رہے ہو۔" سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ نے عمار اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو ایک ایک نیا جوڑا پہنایا، پھر وہ (تینوں مل کر) مسجد میں تشریف لے گئے۔ [بخاري، كتاب الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر: ۷۱۰۲، ۷۱۰۳، ۷۱۰۴]

ثقہ تابعی شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا ابومسعود، ابوموسیٰ اشعری اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے کہا: "تمھارے ساتھ جتنے لوگ ہیں اگر میں چاہوں تو تمھارے علاوہ ہر ایک کے متعلق کچھ نہ کچھ کہہ سکتا ہوں لیکن جب سے تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہے میں نے تمھارا کوئی عیب نہیں دیکھا، بس یہی ایک بات ہے کہ تم اس معاملے میں جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔" سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے ابومسعود! جب سے تم دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہے میں نے بھی تمھارا اور تمھارے اس ساتھی کا کوئی عیب نہیں دیکھا سوائے اس بات کے کہ تم اس معاملے میں دیر کر رہے ہو۔" سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ نے (اپنے غلام سے) کہا اور وہ مال دار آدمی تھے: "اے غلام! دو جوڑے لاؤ۔" چنانچہ انھوں نے ایک جوڑا سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو دیا اور دوسرا سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو دیا، پھر ان دونوں سے فرمایا: "انھیں زیب تن کر کے جمعہ ادا کرنے کے لیے جاؤ۔" [بخاري، كتاب الفتن، باب الفتنة

التي تموج كموج البحر: ۷۱۰۵، ۷۱۰۶، ۷۱۰۷]

سیدنا ابومسعود اور سیدنا عمار رضی اللہ عنہما دونوں ایک دوسرے کو غلطی پر سمجھا رہے تھے، پھر بھی ابومسعود رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ کو نماز جمعہ کے لیے حلہ تحفہ دیا، اس لیے کہ ان کے جسم پر جو کپڑا تھا وہ سفر کی وجہ سے کافی گندا ہو چکا تھا۔ ان کی یہ ہیئت دیکھ کر سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ کو گوارا نہ ہوا کہ عمار رضی اللہ عنہ انھی کپڑوں میں نماز جمعہ ادا کریں۔ یقیناً ان کا یہ برتاؤ ان کی آپس میں انتہائی محبت کی دلیل ہے، حالانکہ درپیش فتنہ میں دونوں ایک دوسرے کے خلاف موقف رکھتے تھے۔

زید بن وہب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما بصرہ پہنچے اور سہل بن حنیف رحمہ اللہ کو گرفتار کر لیا، جنھیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رخت سفر باندھا اور مقام ''ذوقار'' (کوفہ کے قریب بکر بن وائل کا ایک چشمہ) پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنا قاصد بنا کر کوفہ روانہ کیا، لیکن لوگ (جنگ میں شرکت سے) پیچھے ہٹتے رہے۔ پھر اہل کوفہ کے پاس سیدنا عمار رضی اللہ عنہ آئے تو لوگ (جنگ کے لیے) نکل آئے۔'' [مصنف ابن أبي شيبة: ۷/ ۵۴۵، ح: ۳۷۸۳۳، وإسناده صحيح۔ الطبقات الكبرىٰ لابن سعد: ۵/ ۶۸۔ تاريخ واسط: ۱/ ۱۶۵]

صلح کی کوششیں

جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ جنگ کے بادل منڈلانے لگے تو فتنہ سے کنارہ کش رہنے والے جن صحابہ اور تابعین نے اس موقع پر مصلحانہ کوششوں میں حصہ لیا، تاکہ مسلمانوں کا باہمی کشت وخون نہ ہونے پائے، وہ یہ ہیں:

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

ثقہ تابعی حمید بن ہلال رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب فتنہ کی آندھی چلی تو سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے حُجیر بن ربیع العدوی (یہ بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی بھاری تعداد سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی) سے فرمایا:

((اِذْهَبْ إِلَى قَوْمِكَ فَانْهَهُمْ عَنِ الْفِتْنَةِ))

''اپنی قوم کے پاس جاؤ اور انھیں فتنہ میں شریک ہونے سے منع کرو۔''

حُجیر بن ربیع نے کہا: ''میں ان میں ایک غیر معروف آدمی ہوں، میری بات نہیں مانی جائے گی۔'' عمران رضی اللہ عنہ نے کہا: ''آپ میرا پیغام ان تک پہنچا دو اور انھیں فتنہ سے روکو۔''

حُجیر کہتے ہیں کہ پھر میں نے سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہوئے سنا:

((لَأَنْ أَكُونَ عَبْدًا حَبَشِيًّا أَسْوَدَ فِي أَعْيُنِ حَصَيَاتٍ فِي رَأْسِ جَبَلٍ أَرْعَاهُنَّ حَتَّى يُدْرِكَنِي أَجَلِي، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَرْمِيَ فِي أَحَدِ الصَّفَّيْنِ بِسَهْمٍ أَخْطَأْتُ أَمْ أَصَبْتُ)) [المعجم الكبير للطبراني: ١٨/

۱۰۵، ح : ۱۹٦، وإسناده صحيح۔ مصنف ابن أبي شيبة : ۷/ ٤٤٧، ح : ۳۷۱۰٦۔ الطبقات الكبرىٰ لابن سعد : ٦/ ۲۱٦۔ تاريخ طبري : ٤/ ۵۰۳]

''اگر میں سیاہ رنگ کا بدشکل حبشی غلام ہوتا اور کسی پہاڑ کی چوٹی پر بکریاں چراتا اور اس دوران مجھے موت آ جاتی تو مجھے یہ اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں (مسلمانوں کی) دو صفوں میں سے کسی ایک میں تیر چلاؤں (جس کے بارے میں نہیں جانتا کہ) آیا میں غلطی پر ہوں یا صحیح ہوں۔''

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ

ثقہ تابعی احنف بن قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس شخص (یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کے لیے (گھر سے) نکلا تو مجھے سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ملے۔ انھوں نے پوچھا: ''اے احنف! کہاں کا ارادہ ہے؟'' میں نے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔'' انھوں نے مجھ سے کہا: ''اے احنف! واپس لوٹ جاؤ، کیونکہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے:

« إِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ »

''جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے سے بھڑ جائیں تو قتل کرنے والا اور قتل ہونے والا دونوں جہنمی ہیں۔''

میں نے کہا یا کسی اور نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! یہ تو قاتل تھا لیکن مقتول کا کیا قصور؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّهُ قَدْ أَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ » [مسلم، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب إذا تواجه المسلمان بسيفيهما : ۲۸۸۸۔ بخاري : ۷۰۸۳]

''اس نے بھی تو اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔''

معرکۂ جمل

ثقہ وصدوق محدث خلیفہ بن خیاط رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معرکۂ جمل ۳۶ ہجری میں واقع ہوا۔ [تاريخ خليفة بن خياط : ١/ ١٨١]

عمر بن شبہ ''اخبار البصرہ'' میں لکھتے ہیں: ''جو لوگ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے وہ ڈرے کہ کہیں دونوں فریق ہمارے قتل پر مصالحت نہ کر لیں، اس لیے انھوں نے جنگ کی آگ بھڑکا دی، پھر جو ہوا سو ہوا۔'' [فتح الباري : ١٣/ ٥٦]

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس کی دلیل یہ ہے کہ مسلمان متفق ہو گئے اور انھوں نے لڑائی نہیں کی اور محاذ آرائی چھوڑ دی، تو جب رات ہوئی تو ''قاتلینِ عثمان'' نے جان لیا کہ زد میں ہم ہی آئیں گے اور اتحاد ہماری مخالفت ہی پر ہوا ہے تو انھوں نے سیدنا طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کے لشکر میں مل جل کر رات گزاری اور ان میں تلواریں چلا دیں۔ اہل لشکر نے اپنی طرف سے دفاع کیا یہاں تک کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ انھوں نے بھی اپنی طرف سے دفاع کیا۔ اس طرح دونوں گروہ اسی گمان بلکہ یقین پر تھے کہ لڑائی دوسرے گروہ نے شروع کی ہے، اس طرح معاملہ کافی طول پکڑ گیا۔ فریقین میں سے ہر ایک اپنی طرف سے مدافعت کے علاوہ کچھ نہ کر سکا، جب کہ بد بخت و فاسق ''قاتلینِ عثمان'' امت پر جنگ مسلط کرنے کا کوئی موقع گنوانا نہیں چاہتے تھے اور دونوں لشکر ایک ناگہانی آزمائش میں مبتلا ہو چکے تھے۔ ان کا مقصد داؤ پر لگ چکا تھا، وہ مدافعت ہی کرتے رہے۔''

[الفصل في الملل والأهواء والنحل : ٤/ ١٢٣]

جنگِ جمل میں سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی اپنے بیٹے کو وصیت

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگِ جمل کے دن جب سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ (میدان جنگ میں) کھڑے ہوئے تو انھوں نے مجھے بلایا، میں ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، انھوں نے فرمایا: ''اے میرے بیٹے! آج کے دن جو مارا جائے گا وہ یا ظالم ہوگا یا مظلوم اور میں سمجھتا ہوں کہ آج میں مظلومیت کی حالت میں قتل کر دیا جاؤں گا اور مجھے زیادہ فکر اپنے قرض کی (ادائیگی کی) ہے۔ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ قرض ادا کرنے کے بعد ہمارا کچھ مال بچ سکے گا؟'' پھر انھوں نے کہا: ''اے میرے پیارے بیٹے! ہمارا مال فروخت کر کے اس سے میرا قرض ادا کر دینا۔'' انھوں نے اس مال سے ایک تہائی کی وصیت کی اور اس تہائی کے تیسرے حصے کی وصیت اپنے (پوتوں)، یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بیٹوں کے لیے کی۔ انھوں نے فرمایا: ''وصیت کی تہائی کے تین حصے کر لینا، اگر قرض کی ادائیگی کے بعد ہمارے اموال میں سے کچھ بچ جائے تو اس کا ایک تہائی (تہائی کا تیسرا حصہ) تیرے بچوں کے لیے ہوگا۔'' راویٔ حدیث ہشام نے کہا کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بعض بچے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے لڑکوں (یعنی اپنے چچاؤں) کے ہم عمر تھے، جیسے خبیب اور عباد۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے اس وقت نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ انھوں نے مجھے اپنا قرض ادا کرنے کی وصیت کی اور کہا: ''اے میرے لختِ جگر! اگر تو قرض ادا کرنے سے عاجز ہو جائے تو میرے مالک و مولا سے مدد طلب کر لینا۔'' سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں ان کی بات نہ سمجھ سکا کہ انھوں نے کیا ارادہ کیا ہے، یہاں تک کہ میں نے عرض کی: ''ابوجان! آپ کا مولا کون ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''میرا مولا اللہ ہے۔'' عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: ''اللہ کی قسم! مجھے ان (سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ) کا قرض ادا کرنے میں جو بھی دشواری آئی تو میں نے ان الفاظ میں دعا کی: ''اے زبیر کے مولا! ان کا قرض ادا کر دے'' تو ادائیگی کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی تھی۔ چنانچہ (اسی دن) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ شہید کر دیے

گئے تو انھوں نے ترکے میں دینار اور درہم نہیں چھوڑے تھے، صرف زمینیں چھوڑی تھیں، غابہ کی زمین بھی اس میں شامل تھی۔ اس کے علاوہ گیارہ مکانات مدینہ طیبہ میں تھے، دو مکان بصرہ میں، ایک مکان کوفہ میں اور ایک مصر میں تھا۔'' سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: ''ان پر جو اتنا زیادہ قرض تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ جب ان کے پاس کوئی شخص اپنا مال بطور امانت رکھنے کے لیے آتا تو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اس سے کہتے: ''یہ امانت نہیں بلکہ قرض ہے، کیونکہ مجھے اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔'' سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کسی علاقے کے امیر نہیں بنے تھے، نہ وہ خراج وصول کرنے پر کبھی مقرر ہوئے اور نہ انھوں نے کبھی کوئی دوسرا عہدہ ہی قبول کیا، البتہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے ہمراہ جہاد کے لیے ضرور جاتے تھے۔'' سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: ''میں نے ان کے ذمے قرض کا حساب کیا تو وہ بائیس لاکھ تھا، تو ایک دن سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور پوچھا: ''اے میرے بھتیجے! میرے بھائی کے ذمے کتنا قرض ہے؟'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اصل رقم کو چھپا کر کہا: ''ایک لاکھ۔'' سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! میرے خیال کے مطابق تمھارے پاس موجود سرمائے سے یہ قرض ادا نہیں ہو سکے گا۔'' تو میں نے کہا: ''آپ مجھے بتائیں اگر قرض بائیس لاکھ ہو تو کیا ہوگا؟'' انھوں نے فرمایا: ''میں نہیں سمجھتا کہ تم اتنا قرض ادا کر سکو گے، بہرحال اگر تم قرض کی ادائیگی سے کبھی عاجز ہو جاؤ تو مجھ سے اس سلسلے میں مدد لے لینا۔'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی لیکن میں نے اسے سولہ لاکھ میں فروخت کیا۔ پھر میں نے اعلان کیا کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ پر جس کا قرض ہو وہ غابہ کی زمین میں آ کر ہم سے ملاقات کرے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما آئے، ان کا سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ذمے چار لاکھ قرض تھا، انھوں نے مجھ سے کہا: ''اگر تم چاہو تو میں یہ قرض تم لوگوں کو چھوڑ سکتا ہوں۔'' لیکن میں نے کہا: ''نہیں۔'' پھر عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''اگر تم نے کچھ قرض

مؤخر کرنا ہے تو میں بھی اگر تم چاہو تو اسے مؤخر کر سکتا ہوں۔" میں نے کہا: "نہیں (اس کی بھی ضرورت نہیں)۔" اس کے بعد عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے کہا: "تو پھر مجھے (غابہ کی) زمین میں سے کچھ حصہ دے دو۔" تو میں نے کہا: "آپ کے لیے یہاں سے وہاں تک کا قطعہ ہے۔" راوی کا بیان ہے کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی جائداد فروخت کر کے ان کا قرض ادا کر دیا گیا۔ جب تمام قرض کی ادائیگی ہوگئی تو ابھی غابہ کی جائداد میں سے ساڑھے چار حصے باقی تھے جو فروخت نہیں ہوئے تھے۔ تب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہاں عمرو بن عثمان، منذر بن زبیر اور ابن زمعہ بھی موجود تھے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: "غابہ کی کتنی قیمت لگی ہے؟" انھوں نے بتایا: "ہر حصے کی قیمت ایک لاکھ طے ہوئی ہے۔" سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "کتنے حصے باقی رہ گئے ہیں؟" سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "ساڑھے چار حصے باقی رہ گئے ہیں۔" منذر بن زبیر نے کہا: "میں ایک حصہ ایک لاکھ میں لیتا ہوں۔" عمرو بن عثمان نے کہا: "دوسرا حصہ میں ایک لاکھ میں رکھ لیتا ہوں۔" ابن زمعہ گویا ہوئے: "تیسرا حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید لیا۔" سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اب کتنا باقی رہا؟" عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "اب ڈیڑھ حصہ باقی رہ گیا۔" تو انھوں نے فرمایا: "وہ میں نے ڈیڑھ لاکھ میں خریدا۔" راوی کہتے ہیں: "سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے اپنا حصہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چھ لاکھ میں فروخت کیا۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب اپنے والد گرامی کا قرض ادا کر کے فارغ ہوئے تو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے دوسرے بیٹوں نے کہا: "اب ہماری وراثت ہم میں تقسیم کر دیں۔" تو سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "اللہ کی قسم! میں تم میں وراثت تقسیم نہیں کروں گا حتیٰ کہ ایام حج میں چار سال تک یہ اعلان نہ کرتا رہوں کہ جس شخص کا سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ذمے کچھ بھی قرض ہے وہ ہمارے پاس آئے ہم اسے قرض ادا کریں گے۔" چنانچہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ ہر سال حج کے موقع پر اعلان کرتے رہے۔ جب چار سال گزر گئے تو انھوں نے ان کی جائداد ورثاء میں تقسیم کی۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں

تھیں، وصیت کی ایک تہائی علیحدہ کرنے کے بعد ہر بیوی کو بارہ لاکھ ملے۔ اس طرح سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے تمام ترکے کی کل مالیت پانچ کروڑ دو لاکھ تھی۔" [بخاري، کتاب فرض الخمس، باب برکة الغازي في ماله ... الخ : ۳۱۲۹]

ابو الحرب بن ابو الاسود الدیلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا جب سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار صفوں کو چیرتے ہوئے واپس لوٹے، تو ان کے بیٹے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ان کے سامنے آئے اور کہا: "آپ کو کیا ہوا ہے؟" انھوں نے فرمایا: "مجھے علی رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث سنائی ہے جو میں نے خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

« لَتُقَاتِلَنَّهُ وَأَنْتَ ظَالِمٌ لَهُ، فَلَا أُقَاتِلُهُ »

"تو اس سے جنگ لڑے گا اور تو اس پر ظلم کرنے والا ہوگا۔" لہٰذا میں اس سے جنگ نہیں کروں گا۔"

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: "کیا آپ جنگ کے لیے آئے ہیں؟ (نہیں) آپ تو لوگوں میں صلح کروانے کے لیے آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے اس معاملے میں اصلاح فرما دے گا۔" انھوں نے کہا: "میں نے تو جنگ نہ کرنے کی (اور یہاں نہ رکنے کی) قسم کھا رکھی ہے۔" عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: "آپ (قسم کے کفارہ کے طور پر) اپنے غلام "جرجس" کو آزاد فرما دیں اور لوگوں میں صلح کروانے تک ٹھہرے رہیں۔" راوی بیان کرتا ہے: "پھر انھوں نے اپنے غلام جرجس کو آزاد کر دیا اور وہاں ٹھہر گئے۔ پھر جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر (واپس) چلے گئے۔" [مستدرك حاکم : ۳/ ۳۶۶، ح : ۵۵۷۵، وإسناده حسن لذاته ۔ تاریخ دمشق : ۱۸/ ۴۰۹]

ثقہ تابعی احنف بن قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب (معرکۂ جمل میں) فریقین کی آپس میں مڈبھیڑ ہوئی تو اس جنگ میں سب سے پہلے شہید ہونے والے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور

کعب بن سُور تھے۔ کعب نے اس وقت مصحف اٹھا رکھا تھا۔ وہ فریقین کو سمجھاتے رہے، یہاں تک کہ خود ہی ان کے درمیان قتل ہو گئے اور زبیر رضی اللہ عنہ ''سفوان'' کے مقام پر چلے گئے جو بصرہ سے اتنا ہی دور ہے جتنا تم سے قادسیہ ہے۔ وہاں انھیں بنومجاشع کا ''نعر'' نامی ایک شخص ملا، اس نے پوچھا: ''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ میرے پاس آئیں میں آپ کا ذمہ دار ہوں، آپ تک کوئی شخص نہیں پہنچ پائے گا۔'' اس پر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ ہو لیے، تو ایک آدمی احنف رحمہ اللہ کے پاس آیا اور انھیں آ کر بتایا کہ زبیر رضی اللہ عنہ مقام ''سفوان'' پر مقیم ہیں۔ وہ کہنے لگے: ''زبیر (رضی اللہ عنہ) کیسے پُرامن رہیں گے، جبکہ انھوں نے مسلمانوں کو آپس میں ٹکرا دیا، یہاں تک کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر تلواریں برسانے لگے اور وہ خود اپنے گھر اور اہل وعیال میں جا بیٹھے ہیں۔'' یہ بات عمیر بن جرموز، بنوتمیم کے ایک غلط کار شخص، فضالہ بن حابس اور نُفیع نے سنی تو وہ ان کی تلاش میں لگ گئے۔ آخر کار جب وہ ''نعر'' کے ساتھ کسی جگہ موجود تھے تو ان کی ان کے ساتھ مڈبھیڑ ہوگئی۔ عمیر بن جرموز نے پیچھے سے ان پر وار کیا، اس وقت عمیر ایک کمزور سے گھوڑے پر سوار تھا، اس لیے وہ ان پر نیزے کا کمزور سا وار ہی کر سکا۔ پھر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے اس پر جوابی حملہ کیا اور وہ اس وقت ''ذوالخمار'' نامی گھوڑے پر سوار تھے۔ عمیر نے سمجھا کہ زبیر رضی اللہ عنہ اسے قتل کرنے والے ہیں تو اس نے اپنے دونوں ساتھیوں فضالہ اور نُفیع کو مدد کے لیے پکارا، پھر انھوں نے مل کر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ پر اس قدر زور سے وار کیا کہ انھیں شہید کر دیا۔'' [مصنف ابن أبي شيبة: ٦/ ١٩٧، ح: ٣٠٦٢٩، و إسناده حسن لذاته، ٧/ ٥٣٩، ٥٤٠، ح: ٣٧٧٩٨]

صدوق حسن الحدیث ابو خالد الوالبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ احنف رحمہ اللہ نے بنوتمیم کو بلایا لیکن انھوں نے اسے کوئی جواب نہ دیا، پھر اس نے بنوسعد کو بلایا لیکن انھوں نے بھی اسے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر وہ ایک گروہ سمیت (قتال سے) الگ ہو گئے، اس دوران سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر (وہاں سے) گزرے جسے ''ذوالنعال'' کہا جاتا تھا، انھیں

دیکھ کر احنف رحمہ اللہ نے کہا: ''یہ ہے وہ شخص جس نے لوگوں میں فساد برپا کیا۔'' یہ سن کر ان لوگوں میں سے جو اس کے ساتھ (جنگ سے) الگ ہوگئے تھے دو آدمی ان کے پیچھے چل دیے۔ ان میں سے ایک نے ان پر نیزے سے حملہ کیا اور پھر دوسرے نے ان پر حملہ کر کے انھیں قتل (شہید) کر دیا۔ پھر وہ ان کا سر لے کر دروازے پر پہنچا تو احنف رحمہ اللہ نے کہا: ''(زبیر رضی اللہ عنہ کے) قاتل کو (اندر آنے کی) اجازت دے دو۔'' یہ بات سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سنی تو فرمایا: ''سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے کے قاتل کو آگ کی خوش خبری سنا دو۔'' تو اس قاتل نے سر کو رکھ دیا اور چلا گیا۔'' [الطبقات لابن سعد: ۳/ ۸۱، ۸۲، وإسناده حسن لذاتة، زائدة بن نشيط وأبو خالد صدوقان و حديثهما لا ينزل عن درجة الحسن]

زر بن حبیش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« اِسْتَأْذَنَ قَاتِلُ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ عَلِيٌّ وَاللّٰهِ! لَيَدْخُلَنَّ قَاتِلُ ابْنِ صَفِيَّةَ النَّارَ، إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ، وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ » [مسند أبي داؤد الطيالسي : ١/ ١٣٧، ح : ١٥٨ ، وإسناده حسن لذاته۔ مستدرك حاكم : ٣/ ٣٦٧، ح: ٥٥٧٩۔ السنة لابن أبي عاصم : ٢/ ٦١٠، ح : ١٣٨٨۔ مسند أحمد : ١/ ١٠٢، ح : ٨٠٢]

''سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے قاتل نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' اللہ کی قسم! سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے (زبیر رضی اللہ عنہ) کا قاتل ضرور بالضرور آگ میں جائے گا، کیونکہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی کا ایک حواری (دوست و مددگار) ہوتا ہے، میرا حواری زبیر (رضی اللہ عنہ) ہے۔''

جنگِ جمل میں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

ثقہ تابعی علقمہ بن وقاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« لَمَّا خَرَجَ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَعَائِشَةُ لِطَلَبِ دَمِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، عَرَضُوْا مَنْ مَعَهُمْ بِذَاتِ عِرْقٍ فَاسْتَصْغَرُوْا عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، وَأَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَرَدُّوْهُمَا، قَالَ وَرَأَيْتُهُ، وَأَحَبُّ الْمَجَالِسِ إِلَيْهِ أَخْلَاهَا، وَهُوَ ضَارِبٌ بِلِحْيَتِهِ عَلٰى زَوْرِهِ، فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ! إِنِّيْ أَرَاكَ، وَأَحَبُّ الْمَجَالِسِ إِلَيْكَ أَخْلَاهَا، وَأَنْتَ ضَارِبٌ بِلِحْيَتِكَ عَلٰى زَوْرِكَ، أَنْ تَكْرَهَ هٰذَا الْيَوْمَ فَدَعْهُ، فَلَيْسَ يُكْرِهُكَ عَلَيْهِ أَحَدٌ، قَالَ يَا عَلْقَمَةُ بْنَ وَقَّاصٍ! لَا تَلُمْنِيْ، كُنَّا يَدًا وَاحِدَةً عَلٰى مَنْ سِوَانَا، فَأَصْبَحُوا الْيَوْمَ جَبَلَيْنِ، يَزْحَفُ أَحَدُنَا إِلٰى صَاحِبِهِ، وَلٰكِنَّهُ كَانَ مِنِّيْ فِيْ أَمْرِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا لَا أَرٰى كَفَّارَتَهُ إِلَّا أَنْ يُسْفَكَ دَمِيْ فِيْ طَلَبِ دَمِهِ » [مستدرك حاكم : ۳/ ۳۷۱، ۳۷۲، ح: ۵۵۹۵، وإسناده حسن لذاته۔ تاريخ طبري : ٤/ ٤٧٦]

”جب سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص طلب کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو یہ سب ”ذاتِ عرق“ مقام پر جمع

ہوئے۔ وہاں انھوں نے عروہ بن زبیر اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو کم عمر خیال کرتے ہوئے واپس لوٹا دیا۔ (وہاں) میں نے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ تنہائی میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں اور وہ اپنی ڈاڑھی کو اپنے سینے سے لگائے رکھتے ہیں (یعنی وہ بے زار نظر آ رہے تھے)۔ میں نے ان سے پوچھا: ''اے ابومحمد! میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ تنہائی زیادہ پسند کرتے ہیں اور اپنی ڈاڑھی کو اپنے سینے سے لگائے رکھتے ہیں۔ اگر آپ کو یہ معاملہ ناپسند ہے تو آپ اسے ترک کر دیں، اس کے لیے آپ پر کوئی زبردستی تو نہیں کرتا۔'' سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے علقمہ بن وقاص! مجھ پر ملامت نہ کر، ہم کل تک دوسروں (یعنی کافروں) کے مقابلے میں بہت بڑی قوت تھے، جبکہ آج ہم (لوہے کے) دو پہاڑ بن چکے ہیں اور ہم ایک دوسرے کی طرف گھسٹتے چلے جا رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ میرے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں کوئی ایسی بات ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا کفارہ صرف یہ ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرتے ہوئے میرا خون بہ جائے۔''

ثقہ تابعی احنف بن قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''(معرکۂ جمل) میں جب فریقین کی طرف سے جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے تو اس معرکہ میں سب سے پہلے شہادت پانے والے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور کعب بن سُور تھے۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ٦/ ١٩٧، ح: ٣٠٦٢٠، و إسنادهٔ حسن لذاته، و ٧/ ٥٣٩، ح: ٣٧٧٨٧]

قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((رَمٰی مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ یَوْمَ الْجَمَلِ طَلْحَةَ بِسَهْمٍ فِيْ رُكْبَتِهِ ، قَالَ فَجَعَلَ الدَّمُ یَغِذُّ الدَّمَ وَ یَسِیْلُ قَالَ فَإِذَا أَمْسَكُوْهُ اسْتَمْسَكَ وَإِذَا تَرَكُوْهُ سَالَ، قَالَ فَقَالَ دَعُوْهُ قَالَ وَجَعَلُوْا إِذَا أَمْسَكُوْا فَمَ الْجُرْحِ

انْتَفَخَتْ رُكْبَتُهُ فَقَالَ دَعُوْهُ فَإِنَّمَا هُوَ سَهْمٌ أَرْسَلَهُ اللّٰهُ قَالَ فَمَاتَ قَالَ فَدَفَنَّاهُ عَلٰى شَاطِئِ الْكِلَاءِ» [مصنف ابن أبي شيبة : ٣/ ٦٠، ح : ١٢٠٩٦، و إسناده صحيح]

''جنگِ جمل کے دن مروان بن حکم نے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے پر ایک تیر مارا تو تیزی سے خون نکل کر بہنے لگا۔ اب اس کے ساتھی جب (کسی چیز سے) خون بند کرتے تو وہ رک جاتا اور جب اسے چھوڑ دیتے تو خون (دوبارہ) جاری ہو جاتا۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اسے (یوں ہی) چھوڑ دو۔'' قیس نے کہا: ''جب ان کے ساتھی زخم کے منہ کو بند کرتے تو ان کا گھٹنہ سوج جاتا، تو سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اسے (اس کے حال پر) چھوڑ دو، یہ ایسا تیر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے (یعنی اس سے میری موت یقینی لگتی ہے)۔'' چنانچہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ (اس زخم سے) شہید ہوگئے اور ہم نے انھیں چارے والی زمین کے کنارے دفن کر دیا۔''

ثقہ تابعی ربعی بن حراش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اس دوران (ان کے پاس) سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا آیا اور اس نے انھیں سلام کہا، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انھیں خوش آمدید کہا، وہ کہنے لگا: ''اے امیر المومنین! آپ مجھے خوش آمدید کہتے ہیں، جبکہ آپ نے میرے باپ کو قتل کر ڈالا اور میرا مال چھین لیا؟'' تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

«أَمَّا مَالُكَ فَهُوَ ذَا مَعْزُوْلٌ فِيْ بَيْتِ الْمَالِ ، فَاغْدُ إِلٰى مَالِكَ فَخُذْهُ، وَأَمَّا قَوْلُكَ قَتَلْتَ أَبِيْ، فَإِنِّي أَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ أَنَا وَأَبُوْكَ مِنَ الَّذِيْنَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ﴾ » [مستدرك حاكم : ٢/ ٣٥٣، ٣٥٤، ح : ٣٣٤٨، و إسناده صحيح]

''جہاں تک تمھارے مال کی بات ہے تو وہ بیت المال میں الگ سے پڑا ہے، آپ جائیں اور اسے وصول کر لیں اور جہاں تک تمھارے اس قول کا تعلق ہے کہ میں نے تمھارے باپ کو قتل کر ڈالا، تو میں امید کرتا ہوں کہ میں اور تمھارا باپ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿وَ نَزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ اِخۡوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیۡنَ﴾ [الحجر: ٤٧] ''اور ہم ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہے نکال دیں گے، بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔''

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ابوحبیبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ جنگِ جمل سے فارغ ہوئے تو (چند سال بعد) سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے عمران ان کے پاس آئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انھیں خوش آمدید کہا اور فرمایا:

« إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَنِيَ اللّٰهُ وَأَبَاكَ مِنَ الَّذِيْنَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿اِخۡوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیۡنَ﴾ [الحجر: ٤٧] »

''میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمھارے باپ کو ان لوگوں میں شامل کرے گا جن کے بارے میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ''بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔''

اس وقت دو آدمی چٹائی کے کونے پر بیٹھے تھے، وہ کہنے لگے: ''اللہ عزوجل اس سے زیادہ عدل کرنے والا ہے، کل تم نے ان لوگوں کو قتل کیا اور اب تم جنت میں بھائی بھائی بن جاؤ گے؟'' اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« قُوْمَا أَبْعَدَ أَرْضٍ وَأَسْحَقَهَا، فَمَنْ هُوَ؟ إِذَا لَمْ أَكُنْ أَنَا وَطَلْحَةُ، قَالَ ثُمَّ قَالَ لِعِمْرَانَ كَيْفَ أَهْلُكَ مَنْ بَقِيَ مِنْ أُمَّهَاتِ أَوْلَادِ أَبِيْكَ، أَمَا إِنَّا لَمْ نَقْبِضْ أَرْضَكُمْ هٰذِهِ السِّنِيْنَ، وَنَحْنُ نُرِيْدُ أَنْ نَأْخُذَهَا،

إِنَّمَا أَخَذْنَاهَا مَخَافَةَ أَنْ يَنْتَهِبَهَا النَّاسُ، يَا فُلَانُ! اذْهَبْ مَعَهُ إِلَى ابْنِ قَرَظَةَ فَمُرْهُ فَلْيَدْفَعْ إِلَيْهِ أَرْضَهُ وَغَلَّةَ هٰذِهِ السِّنِيْنَ، يَا ابْنَ أَخٍ! جِئْنَا فِي الْحَاجَةِ إِذَا كَانَتْ لَكَ» [فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل: ٧٤٧/٢، ح: ١٢٩٨، وإسناده حسن لذاته۔ السنن الكبرٰى للبيهقي: ٣٠٠/٨، ح: ١٦٧١٥۔ مستدرك حاكم: ٣٧٦/٣، ٣٧٧، ح: ٥٦١٣۔ تاريخ دمشق: ١١٦/٢٥، ١١٧۔ أبو حبيبة صدوق حسن الحديث، وثقه الحاكم والذهبي بتصحيح حديثه]

''تم دونوں کھڑے ہو جاؤ اور زمین میں دور دور تک دیکھو کہ اگر ان لوگوں میں میرا اور طلحہ کا شمار نہیں ہو گا تو پھر کن کا ہوگا؟'' راوی بیان کرتا ہے کہ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عمران رحمہ اللہ سے فرمایا: ''میں تمھارے باپ کی اولاد کی باقی ماندہ ماؤں کو کیسے ہلاک کروں گا؟ ہم نے ان (گزشتہ) سالوں میں تمھاری زمین پر قبضہ نہیں کیا۔ ہم نے تو اسے اس خوف کے پیش نظر اپنے قبضے میں لیا تھا کہ کہیں لوگ اسے لوٹ نہ لیں۔ اے فلاں! ان کے ساتھ ابن قرظہ کے پاس جاؤ اور اسے حکم دو کہ وہ ان کی زمین اور ان سالوں کا غلہ ان کے حوالے کر دے۔ اے میرے بھتیجے! تمھیں جب بھی کوئی ضرورت پیش آئے تو میرے پاس چلے آنا۔''

جنگِ جمل اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''ہم ایک گھاٹی میں تھے اور وہاں ہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی تنقیص کیا کرتے تھے۔ ہوا یوں کہ ایک دن ہم نے ان کی تنقیص کی تو میں (وہاں موجود) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے ان سے کہا: ''اے ابو عباس! کیا تمھیں جنگِ جمل کی رات یاد ہے، جب میں (اپنے باپ) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی دائیں طرف تھا اور آپ ان کی بائیں طرف کہ اس دوران ہم نے مدینہ کی طرف سے چیخ کی آواز سنی؟'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''ہاں! یہ چیخ فلاں بن فلاں نے ماری تھی، اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خبر دی تھی کہ اس نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک باڑے میں کھڑے ہو کر قاتلینِ عثمان پر لعنت کرتے ہوئے پایا ہے۔ اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« لَعَنَ اللّٰهُ قَتَلَةَ عُثْمَانَ فِي السَّهْلِ وَالْجَبَلِ وَالْبَرِّ وَالْبَحْرِ »

''اللہ تعالیٰ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر میدانوں، پہاڑوں، خشکی اور تری میں لعنت کرے۔''

محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی دائیں طرف تھا اور یہ ان کی بائیں طرف اور میں نے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات بڑے قریب سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے منہ سے سنی اور اللہ کی قسم! پھر میں نے آج تک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر کوئی عیب نہیں لگایا۔''

[مصنف ابن أبي شيبة : ۷/ ۵۳۸، ۵۳۹، ح: ۳۷۷۸۲، وإسناده صحيح، و سالم بن

أبي الجعد بريء من التدليس]

ثقہ تابعی ابو رجاء عمران بن ملحان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جنگِ جمل کے دن (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے) اونٹ کو دیکھا، گویا کہ وہ سیہہ ہے تیروں کے پیوست ہونے کی وجہ سے اور ایک آدمی نے اس کی مہار پکڑ رکھی تھی اور وہ یہ (رجزیہ) اشعار پڑھ رہا تھا ؎

نَحْنُ بَنُو ضَبَّةَ أَصْحَابُ الْجَمَلِ
نُنَازِلُ الْمَوْتَ إِذَا الْمَوْتُ نَزَلَ
وَالْمَوْتُ أَحْلَى عِنْدَنَا مِنَ الْعَسَلِ
نَبْغِي ابْنَ عَفَّانَ بِأَطْرَافِ الْأَسَلِ

''ہم ضبہ کے بیٹے اونٹ والے ہیں، ہم موت کو لبیک کہتے ہیں جب وہ آتی ہے۔ ہمارے نزدیک موت شہد سے بھی زیادہ میٹھی ہے۔ ہم نیزوں کے کناروں سے ابن عفان کا خون مانگتے ہیں۔''

راوی نے کہا: ''اللہ کی قسم! وہ (مہار پکڑنے والا) ڈٹا رہا یہاں تک کہ اونٹ کے پاؤں ہی جواب دے گئے اور وہ گر گیا، تو لوگوں نے کہا، (دور ہو جاؤ) یہ ہماری ماں ہے، یہ ہماری ماں ہے۔'' ایک آدمی نے ابو رجاء رحمہ اللہ سے پوچھا: ''اس دن تم نے کیا کیا؟'' ابو رجاء رحمہ اللہ نے کہا: ''میں تیر پھینکتا رہا اور میں نہیں جانتا کہ ان تیروں نے کیا کیا (یعنی وہ کہاں گرے)۔''

[تاريخ خليفة بن خياط : ۱/ ۱۹۰، و إسناده حسن لذاته]

محمد بن طلحہ نے جنگِ جمل کے دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ''اے ام المومنین! (میرے لیے کیا حکم ہے)؟'' تو انھوں نے فرمایا:

((كُنْ كَخَيْرِ ابْنَيْ آدَمَ))

''تو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے بہتر بیٹے (ہابیل) کی طرح ہو جا۔''

چنانچہ محمد بن طلحہ نے اپنی سونتی ہوئی تلوار میان میں ڈال لی، پھر وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ وہ قتل کر دیے گئے۔ [تاريخ الأوسط للبخاري : ۱/ ۸۵، ح : ۳۳۷، وإسناده صحيح]

زید بن وہب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما بصرہ آئے تو انھوں نے سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو ان کے منصب سے اتار پھینکا۔ جب یہ خبر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ملی اور انھیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی نے بصرہ کا عامل مقرر کر رکھا تھا، تو وہ (مقابلے کے لیے) آئے اور انھوں نے (کوفہ کے قریب) ذوقار جگہ پر پڑاؤ کیا اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو کوفہ بھیجا (تاکہ وہ جنگ کے لیے بڑا لشکر تیار کریں) لیکن کوفہ والوں نے جمع ہونے میں تاخیر کر دی۔ پھر ان کے پاس سیدنا عمار رضی اللہ عنہ آئے تو کوفہ والے (ان کے ساتھ لڑنے کے لیے) نکل کھڑے ہوئے۔ زید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نکلنے والوں میں میں بھی شامل تھا۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ لڑائی سے رکے رہے، انھوں نے انھیں (حق کی طرف) بلایا، یہاں تک کہ انھوں نے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کا آغاز کر دیا۔ چنانچہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے نمازِ ظہر کے بعد ان سے لڑائی کی اور غروب آفتاب تک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کا دفاع کرنے کے لیے ایک بھی شخص میدان جنگ میں باقی نہ رہا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«لَا تُتِمُّوْا جَرِيْحًا وَلَا تَقْتُلُوْا مُدْبِرًا وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ وَأَلْقَى سِلَاحَهُ فَهُوَ آمِنٌ»

”کسی زخمی کو قتل نہ کرنا، کسی بھاگنے والے کو نہ مارنا اور جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے یا اپنا اسلحہ رکھ دے اسے امان دے دی جائے۔“

ان کی جنگ بس ایک رات ہی ہوئی تھی۔ پھر دوسرے دن (خارجی) لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مال غنیمت کے بارے میں گفتگو کرنے کے لیے آئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ہاں ٹھیک ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ﴾ [الأنفال : ٤١] (اور جان لو کہ تم جو کچھ بھی غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے ہے) مگر تم میں سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کون

نمٹے گا؟'' انھوں نے کہا: ''سبحان اللہ، وہ تو ہماری ماں ہیں۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا انھیں لونڈی بنانا حرام ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''ہاں!'' اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جو کچھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حرام ہے وہ ان کی بیٹیوں (یعنی دیگر مسلمان عورتوں) سے بھی حرام ہے۔'' پھر فرمایا: ''کیا ان عورتوں پر مقتولین کی عدت چار ماہ دس دن گزارنا واجب نہیں ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''کیوں نہیں!'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: ''کیا ان کے لیے ان کے خاوندوں کے ترکہ سے چوتھا اور آٹھواں حصہ نہیں ہے؟'' انھوں نے جواباً کہا: ''کیوں نہیں!'' پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یتیم بچوں کو کیا ہوا کہ وہ اپنے مال وصول نہ کریں۔'' پھر انھوں نے قنبر سے فرمایا: ''جو کوئی اپنی چیز پہچان لے وہ اسے لے سکتا ہے۔'' زید کہتے ہیں کہ اس نے لشکر وغیرہ میں موجود تمام چیزیں واپس کر دیں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ''کیا تم نے مجھ سے بیعت نہیں کی تھی؟'' انھوں نے جواب دیا: ''ہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ناحق خون کے قصاص کا مطالبہ کرتے ہیں۔'' اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میرے پاس تو عثمان رضی اللہ عنہ کا خون نہیں ہے۔'' عمرو بن قیس کہتے ہیں کہ ہمیں حضر موت کے ایک شخص ابو قیس نے بتایا: ''جب قنبر نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص اپنی چیز پہچان لے وہ اسے لے لے تو ایک آدمی ہماری ہنڈیا کے پاس سے گزرا جس میں ہم کھانا پکا رہے تھے، تو اس نے وہ ہنڈیا لے لی۔ ہم نے کہا: ''جو کچھ اس میں ہے وہ ہمیں پکا تو لینے دو۔'' اس پر اس نے اسے پاؤں مارا اور پھر اسے اپنے قبضہ میں لے لیا۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ۵۴۵/۷ ، ح : ۳۷۸۲۲، وإسنادهٔ صحيح۔ الطبقات الكبرىٰ لابن سعد : ۶۸/۵۔ تاريخ واسط : ۱۶۵/۱]

جنگِ جمل اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ

جنگِ جمل پر اظہارِ افسوس

سیدنا سلیمان بن صرد الخزاعی رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کہا:

« أَعْذِرْنِيْ عِنْدَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَإِنَّمَا مَنَعَنِيْ مِنْ يَوْمِ الْجَمَلِ كَذَا وَكَذَا، قَالَ فَقَالَ الْحَسَنُ لَقَدْ رَأَيْتُهُ حِيْنَ اشْتَدَّ الْقِتَالُ يَلُوْذُ بِيْ وَ يَقُوْلُ يَا حَسَنُ! لَوَدِدْتُ أَنِّيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا بِعِشْرِيْنَ حِجَّةً » [مصنف ابن أبي شيبة : ٥٤٦/٧ ، ح : ٣٧٨٢٤، و إسنادہ صحیح]

”آپ امیر المومنین (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کے ہاں میرا عذر پیش کرنا، کیونکہ میں فلاں فلاں مجبوری کی وجہ سے جنگِ جمل میں شریک نہیں ہوسکا۔“ تو یہ سن کر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جب جنگ نے شدت اختیار کی تو میں نے اپنے باپ (علی رضی اللہ عنہ) کو دیکھا کہ وہ میرے پاس آئے اور فرمانے لگے: ”اے حسن! کاش! میں اس جنگ سے بیس سال پہلے فوت ہو گیا ہوتا۔“

زِر بن حبیش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« اِسْتَأْذَنَ قَاتِلُ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ عَلِيٌّ وَاللّٰهِ ! لَيَدْخُلَنَّ قَاتِلُ ابْنِ صَفِيَّةَ النَّارَ، إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ

حَوَارِيٌّ، وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ ﴾ [مسند أبي داوٗد الطيالسي : ۱/ ۱۳۷، ح : ۱۵۸، و إسناده حسن لذاته۔ مستدرك حاكم : ۳/ ۳٦۷، ح: ۵۵۷۹۔ السنة لابن أبي عاصم : ۲/ ٦۱۰، ح: ۱۳۸۸۔ مسند أحمد : ۱/ ۱۰۲، ح: ۸۰۲]

''سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے قاتل نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے (زبیر رضی اللہ عنہ) کا قاتل ضرور بالضرور آگ میں جائے گا، کیونکہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی کا ایک حواری (دوست و مددگار) ہوتا ہے، میرا حواری زبیر (رضی اللہ عنہ) ہے۔''

ثقہ وصدوق تابعی عبدِ خیر بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿ أَنَّ عَلِيًّا لَمْ يَسْبِ يَوْمَ الْجَمَلِ وَلَمْ يُخَمِّسْ، قَالُوْا يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ! أَلَا تُخَمِّسُ أَمْوَالَهُمْ؟ قَالَ فَقَالَ هٰذِهِ عَائِشَةُ، تَسْتَأْمِرُهَا؟ قَالَ قَالُوْا مَا هُوَ إِلَّا هٰذَا ، مَا هُوَ إِلَّا هٰذَا ﴾ [مصنف ابن أبي شيبة : ۷/ ۵۳۵، ح : ۳۷۷۵٤، و إسنادہ حسن لذاته]

''جنگِ جمل میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے (مخالفین کو) نہ تو غلام و لونڈی بنایا اور نہ ہی (ان کے اموال کو) مالِ خمس و غنیمت بنایا، تو لوگوں نے کہا: ''اے امیر المومنین! کیا آپ ان کے اموال کو غنیمت نہیں بنائیں گے؟'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، کیا وہ اس چیز کی اجازت دیں گی؟'' تو لوگوں نے کہا: ''پھر تو معاملہ یوں ہی ہے، پھر تو معاملہ یوں ہی ہے (جس طرح آپ کی رائے ہے، کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو اس کی اجازت نہیں دیں گی)۔''

ثقہ وصدوق تابعی عمرو بن مرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ الْحَارِثِ، قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُنَا يَوْمَ الْجَمَلِ، وَ إِنَّ رِمَاحَنَا وَرِمَاحَهُمْ لَمُتَشَاجِرَةٌ، وَلَوْ شَاءَ تِ الرِّجَالُ لَمَشَتْ عَلَيْهِمْ،

يَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ أَكْبَرُ، وَيَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، وَ يَقُوْلُوْنَ لَيْسَ فِيْهَا شَكٌّ، وَلَيْتَنِي لَمْ أَشْهَدْ، وَيَقُوْلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَمَةَ وَلٰكِنِّيْ مَا سَرَّنِي أَنِّيْ لَمْ أَشْهَدْ، وَلَوَدِدْتُ أَنَّ كُلَّ مَشْهَدٍ شَهِدَهُ عَلِيٌّ شَهِدْتُهُ »

[مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ٥٣٥ ، ح : ٣٧٧٥٨، و إسنادهٔ صحيح]

''میں نے سوید بن حارث رحمہ اللہ سے سنا، وہ فرماتے تھے: ''اگر تو ہمیں جنگِ جمل والے دن دیکھتا (تو تُو دیکھتا) کہ ہمارے تیر اور ہمارے مخالفین کے تیر باہم ٹکرا کر گرے ہوئے تھے (اور وہ اتنے زیادہ تھے کہ) اگر پیدل چلنے والے ان تیروں پر چلنا چاہتے تو چل سکتے تھے۔ (اس دن) ایک گروہ ''اللہ اکبر'' کہتا تھا تو دوسرا گروہ بھی ''سبحان اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' کی صدا بلند کرتا تھا اور وہ کہتے تھے اس میں کوئی شک نہیں اور ہائے کاش! میں (اس معرکہ میں) شریک نہ ہوا ہوتا۔'' عبداللہ بن سلمہ رحمہ اللہ کہتے تھے: ''لیکن مجھے اس بات کی کوئی خوشی نہیں کہ میں جنگِ جمل میں شامل نہیں ہوا، کیونکہ میری یہ خواہش تھی کہ میں ہر اس معرکہ میں شریک ہوتا جس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ شامل ہوتے تھے۔''

سیدنا عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« لَمَّا رَجَعَ عَلِيٌّ مِنَ الْجَمَلِ، وَتَهَيَّأَ إِلٰى صِفِّيْنَ اجْتَمَعَتِ النَّخْعُ حَتّٰى دَخَلُوْا عَلَى الْأَشْتَرِ فَقَالَ هَلْ فِي الْبَيْتِ إِلَّا نَخْعِيٌّ؟ قَالُوْا لَا، قَالَ إِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ عَمَدَتْ إِلٰى خَيْرِهَا فَقَتَلَتْهُ وَسِرْنَا إِلٰى أَهْلِ الْبَصْرَةِ قَوْمٌ لَنَا عَلَيْهِمْ بَيْعَةٌ فَنُصِرْنَا عَلَيْهِمْ بِنَكْثِهِمْ، وَإِنَّكُمْ سَتَسِيْرُوْنَ إِلٰى أَهْلِ الشَّامِ قَوْمٌ لَيْسَ لَكُمْ عَلَيْهِمْ بَيْعَةٌ، فَلْيَنْظُرِ امْرُءٌ أَيْنَ يَضَعُ سَيْفَهُ؟ » [مصنف ابن أبي شيبة : ٦/ ١٩٤، ١٩٥، ح : ٣٠٦٠٦، و إسنادهٔ صحيح]

''جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ جنگِ جمل سے واپس لوٹے اور جنگِ صفین کی تیاری میں مصروف ہوئے تو قبیلہ نخع کے لوگ اکٹھے ہو کر اشتر رحمہ اللہ کے پاس گئے۔ اشتر نے کہا: ''کیا اس گھر میں صرف قبیلہ نخع کے لوگ ہی ہیں؟'' لوگوں نے کہا: ''نہیں!'' تو اشتر نے کہا: '' اس امت کے لوگوں نے اس امت کے بہترین شخص (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) پر چڑھائی کی اور اسے شہید کر دیا، تو ہم اہل بصرہ کی طرف (جنگ جمل کے لیے) گئے، وہ ایسی قوم تھی کہ انھوں نے ہماری بیعت کی ہوئی تھی۔ تو ان کے بیعت توڑنے کی وجہ سے ان کے مقابلے میں ہماری مدد کی گئی۔ اب عنقریب تم شام والوں کی طرف جاؤ گے۔ ان لوگوں نے تمھاری بیعت نہیں کی ہوئی۔ لہٰذا ہر شخص دیکھے کہ وہ اپنی تلوار کہاں رکھ رہا ہے (یعنی کون اس کی تلوار کی زد میں آ رہا ہے)؟''

ثقہ وصدوق تابعی مخارق بن سلیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« كُنْتُ أُسَايِرُ عَمَّارًا يَوْمَ الْجَمَلِ وَمَعَهُ قَرْنٌ مُسْتَمْطَةٌ بِسُرْجِهِ، يَبُوْلُ فِيْهِ إِذَا بَالَ، فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَالَ يَا مُخَارِقُ! إِيْتِ رَايَةَ قَوْمِكَ، فَقُلْتُ مَا أَنَا بِغَازٍ وَ أَنَا الْيَوْمَ عَلٰى هٰذِهِ الْحَالِ، قَالَ بَلْ يَا مُخَارِقُ! إِيْتِ رَايَةَ قَوْمِكَ، فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُقَاتِلَ الرَّجُلُ تَحْتَ رَايَةِ قَوْمِهِ » [مستدرك حاكم: ١٠٥، ١٠٦، ح: ٢٥٠٨، وإسناده حسن لذاته۔ مسند البزار: ٤/ ٢٥٦، ح: ١٤٢٠۔ مسند أحمد: ٤/ ٢٦٣، ح: ١٨٥٠٦]

''جنگِ جمل کے دن میں سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا، ان کے پاس ایک سینگ تھا جو ان کی زین کے ساتھ لٹک رہا تھا۔ جب انھیں پیشاب کی حاجت ہوتی تو وہ اس میں کیا کرتے تھے۔ پھر جب جنگ شروع ہوئی تو انھوں نے

(مجھے) کہا: ''اے مخارق! اپنی قوم کے جھنڈے کے نیچے آجاؤ۔'' میں نے کہا: ''میری لڑنے کی نیت نہیں ہے اور آج کے دن میں اسی حال میں ہوں (کہ میری لڑنے کی نیت نہیں ہے)۔'' سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: ''اے مخارق! اپنی قوم کے جھنڈے کے نیچے چلے آؤ، یقیناً میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند کیا کرتے تھے کہ آدمی اپنی قوم کے جھنڈے کے نیچے لڑے۔''

ثقہ ومتقن تابعی امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''معرکۂ جمل میں سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا عمار اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہم کے علاوہ کوئی صحابی حاضر نہیں تھا، اگر ان کے علاوہ کسی پانچویں صحابی کو کوئی پیش کر دے تو میں بہت بڑا جھوٹا ہوں۔'' [مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ٥٣٧، ح: ٣٧٧٨٢، وإسنادهٔ صحيح۔ السنة للخلال : ٢/ ٤٦٦، ح: ٧٢٩]

ایک دوسری روایت میں امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اگر کوئی تم سے کہے کہ جنگِ جمل میں بدری صحابہ میں سے چار کے علاوہ بھی کوئی شریک ہوا تھا یا وہ کسی پانچویں کا ذکر کریں تو انھیں جھٹلا دو، سیدنا علی اور سیدنا عمار رضی اللہ عنہما ایک طرف تھے اور سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما دوسری طرف تھے۔'' [تاریخ خلیفة بن خیاط: ١/ ١٨٦، و سنده حسن لذاته]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ بنت صدیق ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان بنت عویم رضی اللہ عنہا ہیں۔ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چار یا پانچ سال بعد آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔ چھ (۶) سال کی عمر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد نکاح ہوا اور نو (۹) سال کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا وہ خوش قسمت خاتون ہیں کہ جن کی سات آسمانوں کے اوپر سے براءت کا اعلان ہوا۔ ازواج مطہرات میں سے آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بے شمار فضائل و مناقب ہیں اور متعدد صحیح احادیث میں آپ رضی اللہ عنہا کے چند ایسے فضائل وارد ہیں جو آپ کو دیگر امہات المومنین سے ممتاز کرتے ہیں۔

حریمِ نبوی بننے سے پہلے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

((أُرِيْتُكِ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ، أَرٰى أَنَّكِ فِيْ سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيْرٍ، وَيَقُوْلُ هٰذِهِ امْرَأَتُكَ، فَأَكْشِفُ، فَإِذَا هِيَ أَنْتِ، فَأَقُوْلُ إِنْ يَكُ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهِ)) [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب تزويج النبي ﷺ عائشة...... الخ : ۳۸۹۵۔ مسلم : ۲٤۳۸]

''میں نے تمھیں دو بار خواب میں دیکھا کہ تم ریشمی کپڑے کے ایک ٹکڑے میں ہو اور ایک شخص (مجھ سے) کہتا ہے کہ یہ آپ کی بیوی ہیں۔ جب میں نے (اس

سے) کپڑا ہٹایا تو وہ آپ تھیں۔ میں نے کہا کہ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ ضرور اسے پورا کرے گا۔"

لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غزوۂ ذات السلاسل کی لڑائی میں اسلامی لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا، چنانچہ میں (جب واپس) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:

« أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ عَائِشَةُ، فَقُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ ؟ فَقَالَ أَبُوْهَا » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ ، باب قول النبي ﷺ " لو كنت متخذا خليلا": ٣٦٦٢۔ مسلم: ٢٣٨٤]

"(اے اللہ کے رسول!) آپ کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے۔" میں نے پھر سوال کیا: "مردوں میں سے (کس سے ہے)؟" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عائشہ کے باپ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لحاف میں وحی کا نزول

عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفے بھیجنے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کیا کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ دیگر امہات المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں اور کہنے لگیں: "اے ام سلمہ! اللہ کی قسم! لوگ اپنے تحفے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی باری میں پیش کرتے ہیں، ہم بھی عائشہ کی طرح اپنے لیے خیر (فائدہ) چاہتی ہیں، اس لیے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کہیں کہ میں جہاں بھی ہوں یا جس گھر میں بھی ہوں وہ اپنے تحائف بھیج دیا کریں۔" سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: "تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے منہ

پھیر لیا، پھر جب دوبارہ (میری باری پر) آپ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے (دوبارہ) عرض کیا تو آپ ﷺ نے پھر مجھ سے منہ پھیر لیا۔ پھر جب تیسری مرتبہ آپ ﷺ (میرے پاس) تشریف لائے تو میں نے پھر عرض کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« يَا أُمَّ سَلَمَةَ ! لَا تُؤْذِيْنِي فِيْ عَائِشَةَ، فَإِنَّهُ وَاللّٰهِ! مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِيْ لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرِهَا » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب فضل عائشة رضي الله عنها: ۳۷۷۵]

''اے ام سلمہ! عائشہ کے بارے میں مجھے تکلیف نہ دو، کیونکہ اللہ کی قسم! عائشہ کے علاوہ تم میں سے کسی کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی۔''

جبریل علیہ السلام سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہتے ہیں

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ (ایک روز) نبی ﷺ نے ان سے فرمایا:

« يَا عَائِشَةُ ! هٰذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ، فَقَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، تَرٰى مَا لَا أَرٰى، تُرِيْدُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ » [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم: ۳۲۱۷۔ مسلم: ۲۴۴۷]

''اے عائشہ! یہ جبریل (علیہ السلام) ہیں اور تمھیں سلام کہتے ہیں۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: '' وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ '' (جبریل علیہ السلام پر بھی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں) آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھ سکتی۔'' اس سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی تھی (کہ آپ جبریل علیہ السلام کو دیکھ رہے ہیں، میں نہیں دیکھ سکتی)۔''

آخری ایام سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزارنے کی نبوی خواہش

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض الموت میں پوچھتے رہتے تھے:

((أَيْنَ أَنَا غَدًا؟ أَيْنَ أَنَا غَدًا؟ يُرِيْدُ يَوْمَ عَائِشَةَ))

''کل میرا قیام کہاں ہوگا؟ کل میرا قیام کہاں ہوگا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عائشہ کے دن کا انتظار تھا۔''

آخر کار تمام ازواج مطہرات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ کے گھر کو منتخب کیا اور وفات تک وہیں رہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس دن ہوئی جس دن قاعدہ کے مطابق میرے ہاں آپ کے قیام کی باری تھی، رحلت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میرے سینے اور گردن کے درمیان تھا اور میرا لعاب آپ کے لعاب کے ساتھ مل گیا تھا۔'' پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (اس کی وضاحت کرتے ہوئے) بیان کرتی ہیں: ''عبدالرحمن بن ابوبکر (رضی اللہ عنہما) داخل ہوئے اور ان کے ہاتھ میں مسواک تھی جسے وہ استعمال کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو میں نے کہا: ''اے عبدالرحمن! یہ مسواک مجھے دے دو۔'' انھوں نے وہ مسواک مجھے دے دی، تو میں نے اسے اچھی طرح چبایا اور نرم کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مسواک کی، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔''

اس کے بعد والی روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن میرے لعاب دہن اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کو ملا دیا۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب مرض النبي صلى الله عليه وسلم ووفاته: ٤٤٥٠، ٤٤٥١۔ مسلم: ٢٤٤٣]

جنت کی بشارت

قاسم بن محمد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور عرض کی:

((يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! تَقْدَمِيْنَ عَلٰى فَرَطِ صِدْقٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ)) [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب فضل عائشة رضي الله عنها : ٣٧٧١]

”اے ام المومنین! آپ تو اپنے سچے پیش رووں کے پاس جا رہی ہیں، یعنی رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمام عورتوں پر فضیلت

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ))

[بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب فضل عائشة رضي الله عنها : ٣٧٧٠۔ مسلم : ٢٤٤٦]

”عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو دوسری تمام عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جو ثرید کو دوسرے تمام کھانوں پر ہے۔“

آیاتِ تخییر کے نزول پر سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اختیار دینا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیاتِ تخییر نازل کیں تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنِّيْ ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا، وَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَعْجَلِيْ حَتّٰى تَسْتَأْمِرِيْ أَبَوَيْكِ))

”اے عائشہ! میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، اس کے جواب میں تم جلدی نہ

کرنا، اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔''

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''میں خوب جانتی تھی کہ میرے والدین مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہونے کی رائے کبھی نہیں دیں گے۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [الأحزاب: ۲۸، ۲۹]

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ سامان دے دوں اور تمھیں رخصت کر دوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے عرض کی: ''کیا میں اس سلسلے میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی؟ میں تو اللہ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کی طلب گار رہوں۔'' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیویوں کو بھی اختیار دیا تو انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔ [بخاري، كتاب المظالم، باب الغرفة و العلية المشرفة وغير المشرفة في السطوح و غيرها: ۲٤٦۸۔ مسلم، كتاب الطلاق، باب في الإيلاء واعتزال النساء وتخييرهن ..... الخ: ۱٤۷۹، ۱٤۷۵، قبل الحديث : ۱٤۸۰]

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی سیرت وشہادت

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''بدر کی لڑائی میں میری مڈبھیڑ عبیدہ بن سعید بن عاص سے ہوگئی۔ اس کا سارا جسم لوہے کے لباس میں چھپا ہوا تھا۔ اس کی صرف دو آنکھیں ہی دکھائی دے رہی تھیں۔ اس کی کنیت ابو ذات کرش تھی، وہ کہنے لگا کہ میں ابو ذات کرش ہوں۔ میں نے چھوٹے برچھے سے اس پر حملہ کیا، میں نے وہ اس کی آنکھ پر ایسا تاک کر مارا کہ وہ اس کی تاب نہ لاتے ہوئے مرگیا۔'' ہشام بیان کرتے ہیں کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''پھر میں نے اپنا پاؤں اس کے اوپر رکھا اور پوری قوت سے (اس کی آنکھ سے) وہ برچھا نکالا، تو اس کے دونوں کنارے ٹیڑھے ہوچکے تھے۔'' عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے وہ برچھا طلب فرمایا تو انھوں نے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے واپس لے لیا۔ پھر وہ برچھا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے طلب کیا تو انھیں دے دیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے طلب کیا، تو انھوں نے انھیں دے دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انھوں نے اسے لے لیا۔ پھر وہ برچھا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے طلب کیا تو انھوں نے انھیں دے دیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد وہ برچھا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خاندان کے پاس چلا گیا اور پھر اس کے بعد سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اسے لے لیا اور

ان کے پاس ہی رہا، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب شهود الملائكة بدرا : ٣٩٩٨]

عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے جسم پر تلوار کے تین گہرے زخم تھے۔ ان میں سے ایک تو ان کے کندھے پر تھا، میں اس کے اندر اپنی انگلیاں ڈالا کرتا تھا اور انھیں دو زخم بدر کے دن لگے تھے اور ایک زخم جنگ یرموک کے موقع پر لگا تھا۔ عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (حجاج کے ہاتھوں) شہید کر دیے گئے تو عبدالملک بن مروان نے مجھے کہا: ''اے عروہ! کیا تم سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار کو پہچانتے ہو؟'' میں نے کہا: ''ہاں! (پہچانتا ہوں)۔'' اس نے کہا: ''اس کی کوئی نشانی بتاؤ؟'' تو میں نے کہا: ''اس کی دھار میں دندانے پڑے ہوئے ہیں اور یہ بدر کے دن پڑے تھے۔'' عبدالملک نے کہا: ''تم نے سچ کہا (پھر اس نے نابغہ شاعر کا یہ مصرع پڑھا) ؎

بِهِنَّ فُلُوْلٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ

''فوجوں کے ساتھ لڑتے لڑتے ان کی تلواروں میں دندانے پڑے ہوئے ہیں۔''

پھر عبدالملک نے وہ تلوار عروہ رحمہ اللہ کو واپس کر دی، ہشام نے بیان کیا: ''ہم نے آپس میں اس کی قیمت کا اندازہ تین ہزار درہم لگایا تو اسے ہمارے ایک عزیز نے خرید لیا۔ میری بڑی آرزو تھی کہ کاش! وہ تلوار میں خریدتا۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل : ٣٩٧٣]

یہ روایات سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی نشانہ بازی میں مہارت کی دلیل ہیں، کیونکہ نہایت تنگ جگہ میں اور پھر ایسی حالت میں جبکہ حملہ کرنے کے ساتھ ساتھ خود کو بچانا بھی تھا، آپ رضی اللہ عنہ کا دشمن کی آنکھ کا نشانہ لینے میں سو فیصد کامیاب رہنا آسان نہ تھا، کیونکہ اس نے اپنے پورے جسم کو لوہے کے حفاظتی لباس اور ہتھیاروں سے چھپا رکھا تھا۔ پھر بھی آپ رضی اللہ عنہ اس کی آنکھ پر کاری ضرب لگانے اور اسے موت کے گھاٹ اتارنے میں کامیاب رہے۔ ایک ہی ضرب کی یہ کارروائی بتاتی ہے کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ جسمانی اعتبار سے بہت طاقت ور

تھے اور انھیں نشانہ بازی میں کمال مہارت حاصل تھی۔

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

« جَمَعَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ » [فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل : ۷۳۵/۲، ح : ۱۲٦۷، وإسناده صحيح]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن میرے لیے اپنے والدین کو جمع کیا (یعنی میرے بارے میں '' فِدَاكَ أَبِيْ وَ أُمِّيْ ''فرمایا)۔''

ہشام اپنے باپ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت:
﴿ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ۱۷۲] (وہ جنھوں نے اللہ اور رسول کا حکم مانا، اس کے بعد کہ انھیں زخم پہنچا، ان میں سے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے نیکی کی اور متقی بنے بہت بڑا اجر ہے) تلاوت کی، تو عروہ رحمہ اللہ سے فرمایا: '' اے میرے بھانجے! ان (عظیم) لوگوں میں تیرے دونوں والد سیدنا زبیر اور (تیرے نانا) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہما شامل ہیں۔ (ہوا یہ کہ) غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو صدمہ پہنچنا تھا وہ پہنچا، مشرکین واپس (مکہ) چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں مشرکینِ مکہ واپس نہ آ جائیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا: « مَنْ يَذْهَبُ فِيْ إِثْرِهِمْ ؟ » ''کون ہے جو ان کفار کے تعاقب میں جائے گا؟'' یہ سن کر ستر (۷۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے حکم پر لبیک کہا، ان میں سیدنا ابوبکر اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب: ﴿ الذين استجابوا لله والرسول ﴾ : ٤٠٧٧ـ مسلم : ٢٤١٨]

عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے باپ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ غزوۂ احد کے

دن ایک عورت دوڑتی ہوئی آئی، قریب تھا کہ وہ شہداء کو دیکھ لے، لیکن نبی ﷺ نے اس کا شہداء کو دیکھنا ناپسند کیا اور فرمایا: ((اَلْمَرْأَةَ الْمَرْأَةَ)) ''اس عورت کو روکو، اس عورت کو روکو۔'' سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے غور سے دیکھا تو وہ میری ماں صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں، تو میں دوڑتے ہوئے ان کی طرف گیا اور ان کے شہداء تک پہنچنے سے پہلے ہی ان سے جا ملا۔ انھوں نے میرے سینے پر مارا اور وہ ایک طاقتور خاتون تھیں اور کہنے لگیں: ''(میرے راستے سے) ہٹ جاؤ، تمھیں زمین نصیب نہ ہو!'' میں نے کہا: ''اللہ کے رسول ﷺ نے سختی سے آپ کو اس کا حکم دیا ہے۔'' تو پھر وہ رک گئیں اور انھوں نے وہ دو کپڑے نکالے جو وہ اپنے ساتھ لائی تھیں اور کہنے لگیں: ''یہ کپڑے ہیں، میں انھیں اپنے بھائی حمزہ کے لیے لائی ہوں، مجھے خبر ملی ہے کہ وہ شہید ہو گئے ہیں، تم انھیں ان دونوں کپڑوں میں کفن دے دو۔'' راوی بیان کرتا ہے کہ ہم وہ دونوں کپڑے لائے، تاکہ ہم ان میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو کفن دیں تو دیکھا کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ایک انصاری صحابی شہید پڑے تھے اور ان کے ساتھ بھی وہی کچھ کیا گیا تھا جو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا تھا (یعنی ان کا بھی مثلہ کیا گیا تھا) اور ہم نے یہ بات معیوب اور حیا کے خلاف سمجھی کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کو دو کپڑوں میں کفن دیں اور انصاری صحابی کے لیے کوئی کفن نہ ہو۔ اس لیے ہم نے کہا کہ ایک کپڑا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے لیے اور دوسرا انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کے لیے ہے۔ چنانچہ ہم نے دونوں کی پیمائش کی تو ان میں سے ایک دوسرے سے بڑے نکلے۔ پھر ہم نے کپڑوں کی تقسیم کے لیے قرعہ اندازی کی اور جو کپڑا جس کے نام نکلا اس میں اسے کفن دے دیا۔ [مسند أحمد : ١/ ١٦٥، ح : ١٤١٨، و إسناده حسن لذاته]

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق میں

محمد بن منکدر رحمہ اللہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے خندق کے دن لوگوں کو (جہاد کے لیے) آواز دی، تو

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے لبیک کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر لوگوں کو آواز دی تو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ہی نے لبیک کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر (تیسری بار) آواز دی تو پھر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ہی نے لبیک کہا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا، وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ)) [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب السير وحده : ۲۹۹۷، ۷۲۶۱۔ مسلم : ۲٤۱٤]

"ہر نبی کا کوئی حواری (مددگار) ہوتا ہے اور میرا حواری (مددگار) زبیر (رضی اللہ عنہ) ہے۔"

غزوۂ احزاب کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے " فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ " کے الفاظ استعمال فرمائے تھے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر مجھے اور عمر بن ابی سلمہ (رضی اللہ عنہما) کو (چھوٹا ہونے کی وجہ سے) عورتوں میں چھوڑ دیا گیا۔ پھر میں نے اچانک نظر دوڑائی تو دیکھا کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار دو یا تین مرتبہ بنوقریظہ کی طرف گئے ہیں، پھر واپس آئے ہیں، پھر جب میں (اختتام جنگ پر) واپس آیا تو میں نے عرض کی: "ابا جان! میں نے آپ کو کئی بار ادھر ادھر آتے جاتے دیکھا۔" انھوں نے کہا: "بیٹا! کیا واقعی تو نے مجھے دیکھا تھا؟" میں نے عرض کی: "جی ہاں!" تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((مَنْ يَأْتِ بَنِيْ قُرَيْظَةَ، فَيَأْتِيْنِيْ بِخَبَرِهِمْ؟))

"کون ہے جو بنوقریظہ کے پاس جائے اور میرے پاس ان کی خبر لائے؟"

چنانچہ میں گیا اور جب میں واپس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (فرطِ مسرت میں) میرے لیے اپنے والدین کا ایک ساتھ ذکر کر کے فرمایا:

((فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ)) [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب الزبير بن العوام رضي الله عنه : ۳۷۲۰]

"میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔"

اس حدیث سے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت صاف طور پر ظاہر ہو رہی ہے، بھلا اس سے بڑھ کر شرف وفضل والی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کو آپ پر فدا کریں، یہ فدائیت ان کی قدر و منزلت کی عظمت اور ان کی جد و جہد کے اعتراف کی دلیل ہے۔ کیونکہ جس انسان کو کسی کی عظمت کا اعتراف ہوتا ہے وہی اس پر اپنی فدائیت کا اظہار کرتا ہے۔ وہ خود کو یا اپنے کسی عزیز ترین کو اس پر قربان کرنے کو تیار رہتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے " إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ " کا ایسا اعزازی تمغا ملا ہے جو قیامت تک یادگار رہے گا۔

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ غزوۂ یرموک میں

عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے جنگِ یرموک کے دن کہا: "کیا آپ (دشمن پر) دھاوا نہیں بولتے، تاکہ ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر دھاوا بولیں؟" زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: "اگر میں نے دھاوا بولا تو تم جھوٹے پڑ جاؤ گے (یعنی پیچھے رہ جاؤ گے)۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: "ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔" تو سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے دشمن پر زبردست ہلہ بول دیا، یہاں تک کہ ایک طرف سے دشمن کی صفیں چیرتے ہوئے دوسری طرف جا نکلے، تو ان کے ساتھ (ان کے ساتھیوں میں سے) کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر جب وہ (اسلامی فوج کی طرف) واپس آنے لگے تو دشمنوں نے ان کے گھوڑے کی لگام کو پکڑ لیا اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے کندھے پر دو زخم لگائے اور ان دو زخموں کے درمیان وہ زخم بھی تھا جو جنگ بدر کے دن کفار نے لگایا تھا۔ جب میں چھوٹا بچہ تھا تو میں ان زخموں والی جگہوں سے کھیلتے ہوئے اپنی انگلیاں ان زخموں والی جگہوں میں ڈال دیتا تھا۔"

عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''جنگِ یرموک کے دن سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ (میرے بھائی) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے اور اس وقت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عمر دس (پندرہ) سال تھی۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے انھیں گھوڑے پر سوار کیا ہوا تھا اور ان کی حفاظت کے لیے ایک آدمی مقرر کیا گیا تھا۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل: ٣٩٧٥، ٣٧٢١]

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی غیرت

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے شادی کی تو ان کے پاس پانی لانے والے ایک اونٹ اور ایک گھوڑے کے علاوہ روئے زمین پر کوئی مال، کوئی غلام، الغرض کوئی چیز نہ تھی۔ میں ہی ان کے گھوڑے کو چارہ ڈالتی اور پانی پلاتی تھی اور میں ہی ان کا ڈول (جب پھٹ جاتا تو) سیتی اور آٹا گوندھتی تھی۔ البتہ مجھے ٹھیک سے روٹی پکانا نہیں آتا تھا، میری ہمسایاں انصاری عورتیں روٹی بنانے میں میری مدد کرتی تھیں۔ وہ بڑی اچھی اور باوفا عورتیں تھیں۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی وہ زمین جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دی تھی، وہ مجھ سے دو میل کے فاصلے پر تھی اور میں وہاں سے اپنے سر پر (اونٹ کے لیے) گٹھلیاں اٹھا کر لاتی تھی۔ ایک دن میں ان گٹھلیوں کو سر پر اٹھائے آ رہی تھی کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چند انصاری صحابہ بھی تھے، آپ نے مجھے آواز دی اور (اپنے اونٹ کو بٹھانے کے لیے) فرمایا: ((إِخْ إِخْ)) تاکہ آپ مجھے اپنے پیچھے سوار کر لیں، لیکن مجھے مردوں کے درمیان چلنے سے شرم محسوس ہوئی اور زبیر رضی اللہ عنہ کی غیرت بھی یاد آ گئی، وہ بہت ہی غیرت مند انسان تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی سمجھ گئے کہ میں (مردوں کے درمیان چلنے سے) شرما رہی ہوں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔ جب میں زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے راستے میں ملے تھے اور میرے سر پر گٹھلیاں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ بھی آپ کے ساتھ تھے،

آپ ﷺ نے مجھے اپنے ساتھ بٹھانے کے لیے اپنا اونٹ بٹھایا، لیکن مجھے حیا آ گئی اور تمھاری غیرت ذہن میں گردش کرنے لگی۔ تو زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میرے لیے تیرا اپنے سر پر گٹھلیوں کا بوجھ اٹھانا آپ ﷺ کے ساتھ سوار ہو جانے سے زیادہ سخت ہے (یعنی تجھے سوار ہو جانا چاہیے تھا)۔'' سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میرے پاس ایک خادم بھیج دیا، وہ گھوڑے کی مکمل دیکھ بھال کرنے لگا اور میں بے فکر ہو گئی، گویا (میرے باپ) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے آزاد کر دیا۔

[بخاري، كتاب النكاح، باب الغيرة : ٥٢٢٤۔ مسلم : ٢١٨٢]

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے جنت اور شہادت کی بشارت

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَبُوْ بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ فِي الْجَنَّةِ وَأَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ)) [ترمذي، كتاب المناقب، باب مناقب عبد الرحمن بن عوف...... الخ : ٣٧٤٧، و إسناده صحيح]

''ابوبکر (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں، عمر (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں، عثمان (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں، علی (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں، طلحہ بن عبید اللہ (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں، زبیر بن عوام (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں، سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں، سعید ابن زید (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں اور ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں۔''

ثقہ تابعی زِر بن حبیش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے قاتل (عمیر ابن جرموز) نے امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ملنے کی اجازت مانگی، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«وَاللّٰهِ ! لَيَدْخُلَنَّ قَاتِلُ ابْنِ صَفِيَّةَ النَّارَ، إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ»

[مسند أبي داوٗد الطيالسي : ١/١٣٧، ح : ١٥٨، وإسناده صحيح۔ السنة لابن أبي عاصم : ٢/٦١٠، ح: ١٣٨٨]

''اللہ کی قسم! صفیہ کے بیٹے کا قاتل جہنم میں داخل ہوگا، اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: '' بے شک ہر نبی کا حواری (مددگار) ہوتا ہے اور میرے حواری زبیر ہیں۔''

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے دنیا کو الوداع کہا اور شہادت کی موت پائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی بھی کی تھی کہ زبیر رضی اللہ عنہ شہادت کی موت پائیں گے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلٰى جَبَلِ حِرَاءٍ فَتَحَرَّكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْكُنْ، حِرَاءُ ! فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدٌ، وَعَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ» [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل طلحة والزبير رضي الله تعالى عنهما : ٢٤١٧]

''ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حراء پہاڑ پر تھے، وہ حرکت کرنے لگا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے حراء! ٹھہر جا، تیرے اوپر صرف ایک نبی، صدیق اور شہید ہیں۔'' اس وقت حراء پہاڑ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم تھے۔''

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی معجزات کا تذکرہ

ہے۔ انھی میں سے ایک یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ وہاں موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شہادت کی موت پائی۔ سیدنا عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم سب مظلوم شہید ہوئے۔ پہلے تین صحابہ کرام کی شہادت کی نوعیت تو مشہور ہی ہے، رہے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ تو وہ بصرہ کے قریب وادیٔ سباع میں معرکۂ جمل کے دن قتال کو ترک کر کے واپس آتے ہوئے شہید کر دیے گئے تھے۔ اسی طرح سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ بھی جنگِ جمل سے علیحدگی اختیار کر کے لوگوں سے الگ ہوئے تو کسی طرف سے تیر آپ کو آ لگا اور آپ شہید ہو گئے۔ چونکہ یہ ثابت ہے کہ جو شخص مظلومیت کی موت مارا جائے وہ شہید ہے، اس لیے آپ بھی شہید ہیں۔ [شرح النووي علی صحیح مسلم : ١٥/ ٢٧١]

موت کے وقت ادائیگیٔ قرض کا احساس

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ جمل کے دن جب سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ (میدانِ جنگ میں) کھڑے ہوئے تو انھوں نے مجھے بلایا، میں ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، انھوں نے فرمایا: ''اے میرے بیٹے! آج کے دن جو مارا جائے گا وہ یا ظالم ہوگا یا مظلوم اور میں سمجھتا ہوں کہ آج میں مظلومیت کی حالت میں قتل کر دیا جاؤں گا اور مجھے زیادہ فکر اپنے قرض کی (ادائیگی کی) ہے۔ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ قرض ادا کرنے کے بعد ہمارا کچھ مال بچ سکے گا؟'' پھر انھوں نے کہا: ''اے میرے پیارے بیٹے! ہمارا مال فروخت کر کے اس سے میرا قرض ادا کر دینا۔'' انھوں نے اس مال سے ایک تہائی کی وصیت کی اور اس تہائی کے تیسرے حصے کی وصیت اپنے (پوتوں)، یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے لیے کی۔ انھوں نے فرمایا: ''وصیت کی تہائی کے تین حصے کر لینا، اگر قرض کی ادائیگی کے بعد ہمارے اموال میں سے کچھ بچ جائے تو اس کا ایک تہائی (تہائی کا تیسرا حصہ) تیرے بچوں کے لیے ہوگا۔'' راویٔ حدیث ہشام نے کہا کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بعض بچے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے لڑکوں (یعنی اپنے چچاؤں) کے ہم عمر تھے، جیسے خبیب اور عباد۔ سیدنا

زبیر رضی اللہ عنہ کے اس وقت نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ انھوں نے مجھے اپنا قرض ادا کرنے کی وصیت کی اور کہا: ''اے میرے لخت جگر! اگر تو قرض ادا کرنے سے عاجز ہوجائے تو میرے مالک و مولا سے مدد طلب کر لینا۔'' سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں ان کی بات نہ سمجھ سکا کہ انھوں نے کیا ارادہ کیا ہے، یہاں تک کہ میں نے عرض کی: ''ابوجان! آپ کا مولا کون ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''میرا مولا اللہ ہے۔'' عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: ''اللہ کی قسم! مجھے ان (سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ) کا قرض ادا کرنے میں جو بھی دشواری آئی تو میں نے ان الفاظ میں دعا کی: ''اے زبیر کے مولا! ان کا قرض ادا کردے'' تو ادائیگی کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی تھی۔ چنانچہ (اسی دن) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو انھوں نے ترکے میں دینار اور درہم نہیں چھوڑے تھے، صرف زمینیں چھوڑی تھیں، غابہ کی زمین بھی اس میں شامل تھی۔ اس کے علاوہ گیارہ مکانات مدینہ طیبہ میں تھے، دو مکان بصرہ میں، ایک مکان کوفہ میں اور ایک مصر میں تھا۔'' سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: ''ان پر جو اتنا زیادہ قرض تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ جب ان کے پاس کوئی شخص اپنا مال بطور امانت رکھنے کے لیے آتا تو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اس سے کہتے: ''یہ امانت نہیں بلکہ قرض ہے، کیونکہ مجھے اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔'' سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کسی علاقے کے امیر نہیں بنے تھے، نہ وہ خراج وصول کرنے پر کبھی مقرر ہوئے اور نہ انھوں نے کبھی کوئی دوسرا عہدہ ہی قبول کیا، البتہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے ہمراہ جہاد کے لیے ضرور جاتے تھے۔'' سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: ''میں نے ان کے ذمے قرض کا حساب کیا تو وہ بائیس لاکھ تھا، تو ایک دن سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور پوچھا: '' اے میرے بھتیجے! میرے بھائی کے ذمے کتنا قرض ہے؟'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اصل رقم کو چھپا کر کہا: ''ایک لاکھ۔'' سیدنا حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! میرے خیال کے مطابق تمھارے پاس موجود سرمائے سے

یہ قرض ادا نہیں ہو سکے گا۔'' تو میں نے کہا: ''آپ مجھے بتائیں اگر قرض بائیس لاکھ ہو تو کیا ہوگا؟'' انھوں نے فرمایا: ''میں نہیں سمجھتا کہ تم اتنا قرض ادا کر سکو گے، بہر حال اگر تم قرض کی ادائیگی سے کبھی عاجز ہو جاؤ تو مجھ سے اس سلسلے میں مدد لے لینا۔'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی لیکن میں نے اسے سولہ لاکھ میں فروخت کیا۔ پھر میں نے اعلان کیا کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ پر جس کا قرض ہو وہ غابہ کی زمین میں آ کر ہم سے ملاقات کرے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما آئے، ان کا سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ذمے چار لاکھ قرض تھا، انھوں نے مجھ سے کہا: ''اگر تم چاہو تو میں یہ قرض تم لوگوں کو چھوڑ سکتا ہوں۔'' لیکن میں نے کہا: ''نہیں۔'' پھر عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''اگر تم نے کچھ قرض مؤخر کرنا ہے تو میں بھی اگر تم چاہو تو اسے مؤخر کر سکتا ہوں۔'' میں نے کہا: ''نہیں (اس کی بھی ضرورت نہیں)۔'' اس کے بعد عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے کہا: ''تو پھر مجھے (غابہ کی) زمین میں سے کچھ حصہ دے دو۔'' تو میں نے کہا: ''آپ کے لیے یہاں سے وہاں تک کا قطعہ ہے۔'' راوی کا بیان ہے کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی جائداد فروخت کر کے ان کا قرض ادا کر دیا گیا۔ جب تمام قرض کی ادائیگی ہوگئی تو ابھی غابہ کی جائداد میں سے ساڑھے چار حصے باقی تھے جو فروخت نہیں ہوئے تھے۔ تب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہاں عمرو بن عثمان، منذر بن زبیر اور ابن زمعہ بھی موجود تھے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: ''غابہ کی کتنی قیمت لگی ہے؟'' انھوں نے بتایا: ''ہر حصے کی قیمت ایک لاکھ طے ہوئی ہے۔'' سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''کتنے حصے باقی رہ گئے ہیں؟'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ساڑھے چار حصے باقی رہ گئے ہیں۔'' منذر بن زبیر نے کہا: ''میں ایک حصہ ایک لاکھ میں لیتا ہوں۔'' عمرو بن عثمان نے کہا: ''دوسرا حصہ میں ایک لاکھ میں رکھ لیتا ہوں۔'' ابن زمعہ گویا ہوئے: ''تیسرا حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید لیا۔'' سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اب کتنا باقی رہا؟'' عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اب ڈیڑھ حصہ باقی رہ

گیا۔'' تو انھوں نے فرمایا: ''وہ میں نے ڈیڑھ لاکھ میں خریدا۔'' راوی کہتے ہیں: ''سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنا حصہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چھ لاکھ میں فروخت کیا۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب اپنے والد گرامی کا قرض ادا کر کے فارغ ہوئے تو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے دوسرے بیٹوں نے کہا: ''اب ہماری وراثت ہم میں تقسیم کر دیں۔'' تو سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں تم میں وراثت تقسیم نہیں کروں گا حتیٰ کہ ایام حج میں چار سال تک یہ اعلان نہ کرتا رہوں کہ جس شخص کا سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ذمے کچھ بھی قرض ہے وہ ہمارے پاس آئے ہم اسے قرض ادا کریں گے۔'' چنانچہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ ہر سال حج کے موقع پر اعلان کرتے رہے۔ جب چار سال گزر گئے تو انھوں نے ان کی جائداد ورثاء میں تقسیم کی۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں، وصیت کی ایک تہائی علیحدہ کرنے کے بعد ہر بیوی کو بارہ لاکھ ملے۔ اس طرح سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے تمام ترکے کی کل مالیت پانچ کروڑ دو لاکھ تھی۔''

[بخاري، كتاب فرض الخمس، باب بركة الغازي في ماله ...... الخ : ٣١٢٩]

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی سیرت وشہادت

غزوۂ اُحد میں سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا کردار

قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو شل دیکھا، انھوں نے غزوۂ احد کے موقع پر اس ہاتھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی۔[بخاري، كتاب المغازي، باب: ﴿ إذ همت طائفتان منكم...... ﴾: ٤٠٦٣]

ابوعثمان النہدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((أَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ تِلْكَ الْأَيَّامِ الَّتِيْ يُقَاتِلُ فِيْهِنَّ غَيْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٍ)) [بخاري، كتاب المغازي، باب: ﴿ إذ همت طائفتان منكم...... ﴾ : ٤٠٦٠، ٤٠٦١]

”ان جنگوں میں سے جن میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ لیا ایک جنگ (غزوۂ احد) ایسی بھی تھی جس میں ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدنا طلحہ اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کے سوا اور کوئی باقی نہ رہا۔“

سائب بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ”میں سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ بن عبیداللہ، مقداد بن اسود اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کی صحبت میں رہا ہوں، لیکن میں نے ان حضرات میں سے کسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کرتے نہیں سنا۔ صرف طلحہ رضی اللہ عنہ سے غزوۂ

احد کے متعلق حدیث سنی تھی۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب:﴿إذ همت طائفتان منكم....﴾: ٤٠٦٢]

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی نبوی پیشین گوئی

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلٰى حِرَاءٍ هُوَ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعَلِيٌّ وَعُثْمَانُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ، فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اهْدَأْ فَمَا عَلَيْكِ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيْقٌ، أَوْ شَهِيْدٌ)) [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل طلحة والزبير رضي الله تعالى عنهما: ٢٤١٧]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''حراء'' پہاڑ پر تھے، اس وقت پہاڑ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم موجود تھے کہ پہاڑ ہلنے لگا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(اے حراء!) ٹھہر جا، تیرے اوپر اس وقت صرف نبی یا صدیق یا شہید ہیں۔''

بلاشبہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَبُوْ بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ فِي الْجَنَّةِ وَأَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ)) [ترمذي، كتاب المناقب، باب مناقب عبد الرحمن بن عوف...... الخ : ٣٧٤٧، و إسناده

صحیح]

''ابوبکر (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں، عمر (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں، عثمان (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں، علی (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں، طلحہ بن عبید اللہ (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں، زبیر بن عوام (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں، سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں، سعید ابن زید (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں اور ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں۔''

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے اللہ سے اپنے عہد کو نبھایا

سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے دونوں لڑکے موسیٰ اور عیسیٰ رحمہ اللہ اپنے باپ طلحہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے ایک کم علم اعرابی سے کہا کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرے کہ ''مَنْ قَضٰی نَحْبَهٗ'' (جنھوں نے اپنا وعدہ پورا کیا) میں کون شامل ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے کی جرأت نہیں کرتے تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر و احترام کرتے تھے اور (ساتھ ہی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرتے بھی تھے (اس لیے انھوں نے ایک اعرابی سے سوال کرنے کے لیے کہا)۔ چنانچہ اس اعرابی نے یہ سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس اعرابی نے پھر وہی سوال دہرایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھر کوئی جواب نہ دیا۔ اس اعرابی نے (تیسری مرتبہ) پھر اپنا سوال دہرایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس مرتبہ بھی) اس سے اعراض کیا۔ تو اس وقت میں (طلحہ) مسجد کے دروازے سے داخل ہوا، میں سبز رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمانے لگے: ''جس نے '' مَنْ قَضٰی نَحْبَهٗ '' سے متعلق سوال کیا تھا وہ کدھر ہے؟'' اعرابی نے کہا: ''میں حاضر ہوں یا رسول اللہ!'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((هٰذَا مِمَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ)) [ترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة



الأحزاب : ٥/٣٢٠٣، وإسنادهٗ حسن لذاته]

''یہ (طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ) ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے اللہ کے ساتھ اپنا عہد پورا کیا۔''

باب 5

جنگِ صفین، خوارج اور جنگِ نہروان

- جنگِ صفین
- تحکیم کی دعوت
- معرکۂ صفین اور سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت
- سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب
- سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب
- سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی سیرت
- سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے فضائل
- واقعۂ تحکیم، خوارج اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ان سے مناظرہ
- صحابہ کی باہمی لڑائیاں اور اہلِ سنت کا موقف
- خوارج کون تھے؟
- معرکۂ نہروان
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خوارج سے برتاؤ

سعید بن جُمہان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

((كِلَابُ النَّارِ شَرُّ قَتْلٰى تَحْتَ ظِلِّ السَّمَاءِ، طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلُوْهُ، طُوْبٰى لِأَبِيْكَ)) [الأحاديث المختارة للضياء المقدسي: ١٣/ ١١٠، ح : ١٨٠، و إسناده حسن لذاته والنسخة الأخرى : ١٣/ ١٣٢، ح : ١٨٠ـ مسند أحمد : ٤/ ٣٨٢، ح : ١٩٤١٥، و إسناده حسن لذاته]

”جہنم کے کتے (یعنی خارجی) آسمان کے سائے تلے بدترین مقتول ہیں، مبارک ہو اس آدمی کے لیے جسے یہ (آگ کے کتے) قتل کریں۔“ (عبداللہ بن ابی اوفی نے سعید بن جُمہان سے کہا) ”تمھارے باپ کو مبارک ہو (انھیں خارجیوں نے قتل کیا تھا)۔“

جنگِ صفین

جنگ کے اسباب ومحرکات

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ عہدِ فاروقی اور عہدِ عثمانی میں شام کے گورنر تھے۔ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت ہوئی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں یہ سمجھتے تھے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد اور آپ کے قاتلوں سے قصاص کا مطالبہ ان کی ذمہ داری ہے، اس لیے کہ وہ ان کے خون کے ولی ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا﴾ [بني إسرائيل: ٣٣]

”اور جو شخص قتل کر دیا جائے، اس حال میں کہ مظلوم ہو تو یقیناً ہم نے اس کے ولی کے لیے پورا غلبہ رکھا ہے۔ پس وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے، یقیناً وہ مدد دیا ہوا ہوگا۔“

ابو اشعث صنعانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ملک شام میں خطباء (وعظ ونصیحت کے لیے) جمع ہوئے، ان میں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے۔ سب سے آخر میں مُرّہ بن کعب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا: ”اگر میرے پاس ایک حدیث نہ ہوتی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو میں (نصیحت کے لیے) کھڑا نہ ہوتا، (وہ یہ کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے جلد آنے والے فتنوں کا ذکر کیا تو اس دوران ایک شخص وہاں سے گزرا اور اس نے اپنا سر ایک کپڑے سے ڈھانپ رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((هٰذَا وَأَصْحَابُهُ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْهُدٰى))

''یہ شخص اور اس کے ساتھی اس دن ہدایت (حق) پر ہوں گے۔''

میں اس شخص کی طرف بڑھا تو وہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے، پھر میں نے ان کا چہرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیا اور پوچھا: ''کیا یہی شخص؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((نَعَمْ)) ''ہاں! (یہی شخص)۔'' [ترمذي، كتاب المناقب، باب في عد عثمان تسميته شهيدًا و تجهيزه جيش العسرة : ۳۷۰٤، وإسناده صحيح۔ فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل : ۱/۶۲۱، ۶۲۲، ح : ۸۲۸]

اس کے علاوہ ایک دوسری حدیث بھی ہے جس کی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے قاتلینِ عثمان سے قصاص کے مطالبہ میں تاثیر رہی اور انھیں ان کے عزم مصمم تک لے جانے میں وہ حدیث ایک قوی محرک ثابت ہوئی۔ اس کے راوی سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما ہیں، وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو (بلانے کے لیے) پیغام بھیجا۔ جب وہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ) جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ کا (اپنی طرف) پھرنا دیکھتی تو ہم ایک دوسری کی طرف متوجہ ہو جاتیں۔ (الغرض) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری بات جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے کندھوں کے درمیان تھپکی دیتے ہوئے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی:

((يَا عُثْمَانُ! إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ عَسٰى أَنْ يُلْبِسَكَ قَمِيْصًا، فَإِنْ أَرَادَكَ الْمُنَافِقُوْنَ عَلٰى خَلْعِهِ فَلَا تَخْلَعْهُ حَتّٰى تَلْقَانِيْ، يَاعُثْمَانُ! إِنَّ اللّٰهَ عَسٰى أَنْ يُلْبِسَكَ قَمِيْصًا، فَإِنْ أَرَادَكَ الْمُنَافِقُوْنَ عَلٰى خَلْعِهِ فَلَا تَخْلَعْهُ حَتّٰى تَلْقَانِيْ))

''اے عثمان! عنقریب اللہ عزوجل آپ کو ایک خلعت (قمیص) پہنائے گا، اگر منافقین اسے تم سے اتروانا چاہیں تو تم اسے ہرگز نہ اتارنا، یہاں تک کہ مجھ سے آ ملو۔ اے عثمان! عنقریب اللہ آپ کو ایک خلعت (قمیص) پہنائے گا، اگر منافقین اسے تم سے اتروانا چاہیں تو تم اسے ہرگز نہ اتارنا، یہاں تک کہ مجھ سے آ ملو۔''

آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے ان سے کہا: ''اے ام المومنین! اب تک یہ حدیث آپ سے کہاں غائب تھی؟'' آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''میں بھول گئی تھی، اللہ کی قسم! مجھے یاد نہ تھی۔'' نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے اس حدیث کی خبر سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو دی، تو انھیں میری بات پر اطمینان نہ ہوا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف خط لکھا کہ یہ حدیث میرے پاس لکھ کر بھیج دو۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے وہ حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ کر (خط کے ذریعے) بھیج دی۔ [فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل: ۱/ ۶۱۲، ۶۱۳، ح: ۸۱۶، وإسناده صحيح۔ مسند أحمد: ۶/ ۸۶، ۸۷، ۱۴۹، ح: ۲۵۰۷۳، ۲۵۶۷۷۔ صحيح ابن حبان: ۶۹۱۵۔ ترمذي: ۳۷۰۵]

درحقیقت قاتلینِ عثمان پر حکمِ الٰہی کی تنفیذ کی شدید حرص ہی اس بات کا اصل سبب بنی کہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی قیادت میں اہل شام نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار کر دیا۔ وہ لوگ یہی سوچتے تھے کہ قصاص کی تنفیذ بیعت پر مقدم ہے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام شام کی گورنری کے لالچ میں نہیں تھا اور نہ آپ رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ جس چیز پر میرا حق نہیں ہے میں اس کا مطالبہ کروں، کیونکہ آپ کو بخوبی یہ بات معلوم تھی کہ خلافت چھ ممبرانِ شوریٰ کے بقیہ افراد ہی میں ہوگی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان میں سب سے افضل ہیں اور وہی اس کے زیادہ حق دار بھی ہیں۔ مدینہ میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع و اتفاق رائے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت وجود میں آئی تھی اور وہ خلیفہ بنے تھے، اس سلسلے میں سیدنا

معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد غلطی پر مبنی تھا اور اس اجتہاد ہی کی وجہ سے وہ عند اللہ ایک اجر کے مستحق ہیں۔ (ان شاء اللہ)

جنگِ صفین سے متعلق سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کا موقف

ثقہ تابعی امام اعمش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو وائل رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ جنگِ صفین میں موجود تھے؟ انھوں نے کہا کہ جی ہاں! اور میں نے (وہاں) سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا:

«اِتَّهِمُوْا رَأْيَكُمْ رَأَيْتُنِيْ يَوْمَ أَبِيْ جَنْدَلٍ وَلَوْ أَسْتَطِيْعُ أَنْ أَرُدَّ أَمْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَدَدْتُهُ، وَمَا وَضَعْنَا أَسْيَافَنَا عَلٰى عَوَاتِقِنَا لِأَمْرٍ يُفْظِعُنَا إِلَّا أَسْهَلْنَ بِنَا إِلٰى أَمْرٍ نَعْرِفُهُ غَيْرِ أَمْرِنَا هٰذَا» [بخاري، كتاب الجزية والموادعة، باب : ٣١٨١ ـ مسلم : ٩٥/ ١٧٨٥]

"(اے لوگو!) تم (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی رائے کو غلط قرار دینے کے بجائے) اپنی رائے کو غلط قرار دو (کیونکہ صلح کو مسترد کر کے تم اللہ کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ رہے ہو۔ اللہ کی قسم!) میں نے ابو جندل رضی اللہ عنہ (کے واقعہ) کے دن اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (صلح کے) معاملے کو رد کر سکتا تو رد کر دیتا۔ (اللہ کی قسم!) ہم نے جب بھی کسی مشکل کام کے لیے اپنی تلواریں اپنے کندھوں پر رکھیں (یعنی جہاد کیا) تو ان تلواروں نے ہماری مشکلات کو آسان کر دیا، سوائے ہمارے اس موجودہ کام کے (کہ اس میں کوئی آسانی نظر نہیں آ رہی)۔"

ابو وائل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مقام صفین میں تھے کہ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ! اتَّهِمُوْا أَنْفُسَكُمْ، فَإِنَّا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَلَوْ نَرٰى قِتَالًا لَقَاتَلْنَا»

''اے لوگو! (امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ پر الزام لگانے کے بجائے) خود کو الزام دو۔ ہم حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اگر ہم لڑائی مناسب سمجھتے تو ہم اس وقت ضرور لڑتے (لیکن ہم نے صلح کو ترجیح دی، تم بھی صلح کو اختیار کرو)۔''

اس موقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں! (ایسا ہی ہے)۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں جائیں گے؟'' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں!'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''پھر ہم اپنے دین کے معاملے میں کیوں دبیں (یعنی نیچے لگ کر صلح کیوں کریں)؟ اور اس طرح کیوں لوٹ جائیں کہ اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان کوئی فیصلہ نہیں کیا؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابن خطاب! میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ مجھے کبھی ضائع نہیں کرے گا۔'' اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے بھی وہی سوال کیے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر چکے تھے، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ انھیں کبھی ضائع نہیں ہونے دے گا۔'' پھر سورۂ فتح نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو وہ آخر تک پڑھ کر سنائی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! کیا یہی فتح ہے؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! (بلاشبہ یہی فتح ہے)۔'' تو اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دل خوش ہو گیا اور وہ واپس لوٹ آئے۔'' [بخاري، كتاب الجزية والموادعة، باب : ٣١٨٢۔ مسلم : ١٧٨٥]

حبیب بن ابی ثابت رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابو وائل رحمہ اللہ کی خدمت میں (خوارج کے متعلق) ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے حاضر ہوا، انھوں نے فرمایا: ''ہم مقام صفین میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے کہ اس دوران ایک شخص نے (سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے) کہا: ''آپ کا ان لوگوں

کے متعلق کیا خیال ہے جو کتاب اللہ کی طرف صلح کے لیے بلائے جاتے ہیں؟" سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «نَعَمْ» "ہاں! (ہم قرآنی فیصلے کے لیے تیار ہیں)۔" (لیکن خوارج اس کے خلاف تھے) اس پر سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بجائے) خود کو الزام دو، (بات یہ ہے کہ) ہم لوگ حدیبیہ کے دن موجود تھے...... ان کی مراد صلح حدیبیہ تھی، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین (مکہ) کے درمیان طے پائی تھی...... اگر ہم مناسب سمجھتے تو (اس دن) ضرور جنگ کرتے۔" [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ إذ يبايعونك تحت الشجرة ﴾ : ٤٨٤٤]

ابو وائل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ جنگِ صفین سے واپس آئے تو ہم جنگ کے حالات معلوم کرنے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے کہا: "اس جنگ کے بارے میں تم لوگ اپنی رائے اور فکر پر نازاں مت ہو، میں ابو جندل (یعنی صلح حدیبیہ) کے دن بھی موجود تھا۔ اگر میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (صلح والے) حکم کو ماننے سے انکار ممکن ہوتا تو میں اس دن ضرور حکم عدولی کرتا، لیکن (مصالح کو) اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ ہمارا حال یہ تھا کہ جب ہم کسی مشکل کام کے لیے اپنی تلواروں کو اپنے کندھوں پر رکھتے (یعنی جہاد کے لیے نکلتے) تو صورت حال آسان ہو جاتی اور ہم مشکل حل کر لیتے۔ لیکن اس جنگ کا عجیب حال تھا، اس میں ہم (فتنے کے) ایک کونے کو بند کرتے تو دوسرا کونا کھل جاتا تھا۔ ہم نہیں جانتے کہ ہم کو کیا تدبیر کرنی چاہیے۔" [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الحديبية : ٤١٨٩]

صحیح بخاری ہی کی ایک اور روایت میں سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ہم نے جب کسی مہم پر اپنی تلواریں اپنے کندھوں پر رکھیں (اور لڑائی شروع کی) تو ان تلواروں کی بدولت ہمیں آسانی مل جاتی جسے ہم پہچانتے ہیں، مگر اس مہم میں (یعنی جنگِ صفین میں ہم مشکل میں گرفتار ہیں، دونوں طرف والے اپنے اپنے دلائل پیش کرتے ہیں)۔" اعمش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابو وائل رحمہ اللہ نے فرمایا: "میں جنگِ صفین میں موجود تھا اور صفین کی لڑائی

بہت بری لڑائی تھی (جس میں مسلمان آپس میں کٹ مرے)۔" [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما يذكر من ذم الرأي...... الخ : ٧٣٠٨]

ان روایات سے ثابت ہوا کہ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ لڑائی میں کسی طرف بھی شریک نہیں تھے، اس لیے دونوں گروہ ان کو الزام دے رہے تھے۔ اس کا جواب انھوں نے یہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مسلمانوں سے لڑنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہ تو خود تمھاری غلطی ہے کہ اپنی تلوار سے اپنے ہی بھائیوں کو قتل کر رہے ہو۔ بہت سے دوسرے صحابہ کرام بھی سیدنا معاویہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے جھگڑے میں شریک نہیں تھے۔ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کے مقابلے میں جنگ میں جلدی نہیں کی اور ان سے صلح کر لی تو تم مسلمانوں سے لڑنے کے لیے کیوں جلدی کر رہے ہو۔ خوب سوچ لو کہ یہ جنگ جائز ہے یا نہیں اور اس کا انجام کیا ہو گا۔

تحکیم کی دعوت

حبیب بن ابی ثابت رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابو وائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ کے پاس ان کے اہل خانہ کی مسجد میں آیا اور میں ان سے ان لوگوں کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا تھا جنھیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نہروان میں قتل کر دیا تھا کہ پہلے ان لوگوں نے ان کی بات کو تسلیم کیوں کیا، پھر وہ لوگ ان سے الگ کیوں ہوئے اور پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کو حلال کیوں سمجھا؟ تو وہ بیان کرنے لگے: ''ہم جنگِ صفین میں شامل تھے، جب اہل شام کے ساتھ جنگ کا میدان گرم ہو گیا تو وہ ایک ٹیلے پر چڑھ گئے، تو سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

« أَرْسِلْ إِلَى عَلِيٍّ بِمُصْحَفٍ، وَادْعُهُ إِلَى كِتَابِ اللّٰهِ، فَإِنَّهُ لَنْ يَأْبَى عَلَيْكَ »

''علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس مصحف (قرآن حکیم) بھیج کر انھیں اللہ کی کتاب کی طرف بلایئے، (اللہ کی قسم!) وہ آپ کی اس پیش کش کا انکار نہیں کریں گے۔''

پھر ایک آدمی مصحف لے کر (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس) گیا اور اس نے کہا: ''ہمارے اور تمھارے درمیان اللہ کی کتاب کے ساتھ فیصلہ ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ ﴾ [آل عمران : ۲۳]

"کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا، انھیں اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، پھر ان میں سے ایک گروہ منہ پھیر لیتا ہے، اس حال میں کہ وہ منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«نَعَمْ، أَنَا أَوْلٰی بِذٰلِكَ، بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ»

"کیوں نہیں، میں اس کا (تم سے) زیادہ حق دار ہوں، ہمارے اور تمھارے درمیان اللہ کی کتاب فیصلہ کن چیز ہے۔"

تو خوارج سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، ہم انھیں ان دنوں "قراء" کے نام سے پکارتے تھے، ان کی تلواریں ان کے کندھوں پر تھیں، انھوں نے کہا: "اے امیر المومنین! جو لوگ اس ٹیلے پر موجود ہیں ہم (ان کے نیچے اترنے تک) ان کا انتظار نہیں کر سکتے، کیوں نہ ہم ان کے پاس اپنی تلواریں لے کر چلیں، تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔" سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ! اتَّهِمُوْا أَنْفُسَكُمْ، فَلَقَدْ رَأَيْتُنَا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ، يَعْنِي الصُّلْحَ الَّذِي كَانَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَلَوْ نَرٰى قِتَالًا لَقَاتَلْنَا»

"اے لوگو! (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو غلط قرار دینے کے بجائے) خود کو الزام دو (یعنی اپنی اس رائے کو ترک کر دو)، کیونکہ ہم صلح حدیبیہ کے موقع پر (اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) موجود تھے، یعنی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان عہد نامۂ صلح تیار ہو رہا تھا، اگر ہم مناسب سمجھتے تو (اس دن) ضرور جنگ کرتے (لہٰذا اگر مشرکین سے صلح ہو سکتی ہے تو مسلمانوں سے کیوں نہیں)۔"

اس موقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کی: ''یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں جائیں گے؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''پھر ہم اپنے دین کے معاملے میں کیوں دبیں (یعنی نیچے لگ کر صلح کیوں کریں)؟ اور اس طرح کیوں لوٹ جائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اور ان کے درمیان کوئی فیصلہ نہیں کیا؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابن خطاب! میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ مجھے کبھی ضائع نہیں کرے گا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پریشان حال واپس پلٹے، انھیں صبر نہیں آ رہا تھا، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: ''اے ابوبکر! کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول آگ میں نہیں جائیں گے؟'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیوں نہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''پھر ہم دین کے معاملے میں کیوں دبیں اور ہم اس طرح کیوں لوٹ جائیں کہ اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان کوئی فیصلہ نہیں کیا؟'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ابن خطاب! وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ انھیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔'' راوی حدیث کہتے ہیں کہ پھر سورۂ فتح نازل ہوئی تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کیا (میں انھیں بلا کر لایا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورت انھیں پڑھ کر سنائی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں۔'' [مسند أحمد: ۳/ ۴۸۵، ۴۸۶، ح: ۱۵۹۷۵، و إسناده صحیح۔ مصنف ابن أبي شيبة: ۷/ ۵۵۷، ۵۵۸، ح: ۳۷۹۱۴]

معرکۂ صفین اور سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما معرکۂ صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گروہ کے ساتھ مل کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ کے خلاف لڑے اور بالآخر اسی معرکہ میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ان کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کی تھی، جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے حدیث سنائی جو مجھ سے بہتر ہے (یعنی ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کی کھدائی کے دوران سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ان سے فرمایا:

«بُؤْسَ ابْنِ سُمَيَّةَ ! تَقْتُلُكَ فِئَةٌ بَاغِيَةٌ» [مسلم، كتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل ...... الخ: ٢٩١٥]

''سمیہ کے بیٹے کی مصیبت! تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔''

حنظلہ بن خویلد العنزی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ اس دوران ان کے پاس دو آدمی آئے، وہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔ وہ دونوں ہی یہ کہہ رہے تھے کہ عمار کو میں نے قتل کیا ہے۔ تو سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''تم دونوں میں سے کوئی بھی اس سے اپنا جی خوش کر لے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے: «تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ» ''انھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔'' سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تو پھر آپ ہمارے ساتھ کیا کر رہے ہیں؟'' انھوں نے کہا: ''میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری (نافرمانی کی) شکایت کی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا تھا:

« أَطِعْ أَبَاكَ مَا دَامَ حَيًّا، وَلَا تَعْصِهِ، فَأَنَا مَعَكُمْ وَلَسْتُ أُقَاتِلُ »

[مسند أحمد: ۲/ ۱۶۴، ۱۶۵، ح : ۶۵۳۸، و إسنادهٗ حسن لذاته۔ مصنف ابن أبي شيبة : ۷/ ۵۴۷، ح : ۳۷۸۴۵، و إسنادهٗ حسن لذاته]

''تو جب تک زندہ ہے ہمیشہ اپنے باپ کی فرماں برداری کر، اس کی نافرمانی نہ کرنا۔'' اس لیے میں آپ کے ساتھ ہوں، لیکن میں لڑنے والا نہیں ہوں۔''

اس روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فقیہ صحابی سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ حق اور بھلی بات کہنے کے کس قدر حریص تھے اور وہ جنگ میں لشکر معاویہ رضی اللہ عنہ میں موجود ہونے کے باوجود لڑائی سے کنارہ کش رہے اور شمولیت کی وجہ بھی اپنے باپ کی اطاعت کو قرار دیا۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت ہم ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے، جب کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انھیں دیکھا تو ان کے بدن سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا:

« وَيْحَ عَمَّارٍ ! تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، يَدْعُوْهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَ يَدْعُوْنَهُ إِلَى النَّارِ، قَالَ يَقُوْلُ عَمَّارٌ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ » [بخاري، كتاب الصلوة، باب التعاون في بناء المسجد : ۴۴۷]

''ہائے عمار! انھیں ایک باغی جماعت قتل کرے گی، یہ انھیں جنت کی دعوت دیں گے اور وہ انھیں جہنم کی دعوت دیں گے۔'' سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عمار رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: ''میں فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں معجزات نبوی میں سے ایک معجزے کا بیان ہے۔ سیدنا علی اور عمار رضی اللہ عنہما کی فضیلت (اس حدیث میں) واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ اس میں نواصب کی تردید بھی ہے، جن کا گمان ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی جنگوں میں برحق نہ تھے۔ [فتح الباري : ۱/ ۶۴۶]

سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْذَنُوْا لَهُ، مَرْحَبًا بِالطَّيِّبِ الْمُطَيَّبِ)) [ابن ماجه ، كتاب السنة ، باب فضل عمار بن ياسر : ١٤٦۔ فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل : ٨٦٠/٢ ، ح : ١٦٠٥، وإسناده حسن لذاته۔ ترمذي : ٣٧٩٨]

''میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ سیدنا عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہما) نے آنے کی اجازت چاہی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے اجازت دے دو، اس پاک کیے ہوئے پاک باز کو خوش آمدید۔''

ہمام بن ابی الحارث رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

((رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا مَعَهُ إِلَّا خَمْسَةُ أَعْبُدٍ وَامْرَأَتَانِ وَأَبُوْ بَكْرٍ)) [بخاري، كتاب مناقب الأنصار ، باب إسلام أبي بكر الصديق رضي الله عنه : ٣٨٥٧]

''(جب میں نے اسلام قبول کیا تو) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اس حالت میں) دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (ایمان لانے والے) صرف (آٹھ اشخاص تھے یعنی) پانچ غلام، دو عورتیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ''سب سے پہلے اپنے اسلام کا اظہار کرنے والے سات حضرات ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمار، ان کی والدہ سمیہ، صہیب، بلال اور مقداد رضی اللہ عنہم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابو طالب کے ذریعے سے (مشرکین کی اذیتوں سے) محفوظ رکھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کی قوم کے ذریعے سے محفوظ رکھا، باقی جو حضرات تھے انھیں مشرکین نے پکڑ لیا اور انھیں لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں ڈال دیا۔ [ابن ماجه، كتاب السنة، باب فضل سلمان وأبي ذر و المقداد: ١٥٠، و إسنادہٗ حسن لذاته۔ الآحاد والمثاني: ٢٠٧/١، ح: ٢٦٩، وإسناده حسن لذاته]

ثقہ تابعی ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((سَمِعْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ بِصِفِّيْنَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي قُتِلَ فِيْهِ، وَهُوَ يُنَادِي أُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ، وَزُوِّجَتِ الْحُوْرُ الْعِيْنُ، الْيَوْمَ نَلْقَى حَبِيْبَنَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّ آخِرَ زَادِكَ مِنَ الدُّنْيَا ضَيْحٌ مِنْ لَبَنٍ)) [مستدرك حاكم: ٤٣٩/٣، ح: ٥٦٦٨ و إسنادہٗ حسن لذاته]

''میں نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو جنگ صفین کے دن، جس دن آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی تھی، یہ پکارتے ہوئے سنا: ''آج جنت (میرے) قریب کر دی گئی ہے اور موٹی آنکھوں والی حوروں سے (میرا) نکاح کر دیا گیا ہے۔ آج کے دن ہم اپنے (سب سے زیادہ) محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے والے ہیں، انھوں نے مجھے پختہ خبر دی تھی کہ دنیا میں میرا آخری کھانا پانی ملا دودھ ہوگا۔''

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنِّيْ لَا أَرٰى بَقَائِيْ فِيْكُمْ إِلَّا قَلِيْلًا، فَاقْتَدُوْا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ، وَأَشَارَ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَاهْتَدُوْا بِهَدْيِ عَمَّارٍ، وَمَا حَدَّثَكُمُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَاقْبَلُوْهُ » [ابن حبان، كتاب إخباره ﷺ عن مناقب الصحابة، باب ذكر أمر المصطفى ﷺ ...... الخ : ٦٩٠٢، و إسناده حسن لذاته۔ ترمذي : ٣٧٩٩ ۔ مسند أحمد : ٣٩٩/٥، ح : ٢٣٧٧٨۔ سالم المرادي صدوق حسن الحديث وثقه الجمهور]

”میرا خیال ہے کہ میں تم میں زیادہ دیر تک نہیں رہوں گا، لہٰذا میرے بعد دو آدمیوں کی اقتدا کرنا۔“ (راوی بیان کرتے ہیں کہ) آپ ﷺ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کیا (پھر فرمایا) ”اور عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہما) کا طریقہ اپنانا اور عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) جو کچھ تمھیں بتائیں اسے قبول کرنا۔“

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی قدر ومنزلت

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، تو میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر میرے دونوں شانوں کے درمیان تھپکی دی اور فرمایا: ''جاؤ! معاویہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔'' میں نے (واپس) آ کر کہا: ''وہ کھانا کھا رہے ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تھوڑی دیر بعد) پھر فرمایا: ''جاؤ! معاویہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔'' میں نے پھر آ کر کہا: ''وہ کھانا کھا رہے ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ ان کا پیٹ نہ بھرے۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة و الأدب، باب من لعنه النبي ﷺ ...... الخ: ٢٦٠٤]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ کہ ''اللہ ان کا پیٹ نہ بھرے'' بطور بددعا کے نہ تھے۔ عرب میں اس قسم کے کلمات مثلاً ''تیرا باپ نہ رہے''، ''تیری ماں تجھے روئے'' وغیرہ عام استعمال کیے جاتے تھے، کہنے والے کی نیت بددعا کی نہیں ہوتی تھی، بلکہ محض اظہار تعجب ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ کا بھی یہی منشا ہے۔

اگر ان الفاظ کو بددعا ہی پر محمول کیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے اپنے رب سے پختہ عہد لیا ہے، میں نے کہا کہ میں ایک بشر ہی ہوں، جس طرح بشر خوش ہوتے ہیں میں بھی خوش ہوتا ہوں اور جس طرح بشر ناراض ہوتے ہیں میں بھی ناراض ہوتا ہوں۔ لہٰذا تو میری امت میں سے

کوئی بھی آدمی جس کے خلاف میں نے بددعا کی اور وہ اس کا مستحق نہیں تھا تو تُو اس دعا کو قیامت کے دن اس کے لیے پاکیزگی، گناہوں سے صفائی اور ایسی قربت بنا دے جس کے ذریعے سے تو اسے اپنے قریب فرما لے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة والأدب، باب من لعنه النبي ﷺ ...... الخ: ۲٦۰۳]

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتماد تھا۔ بعض خدمات کی انجام دہی کے لیے خاص طور پر انھیں بلایا جاتا تھا۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قاصد نے جا کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ ﷺ تمھیں بلا رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ فوراً حاضر نہیں ہوئے، کھانا کھاتے رہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ (گھر سے) نکل کر مسجد میں ایک مجلس کے پاس سے گزرے اور (ان سے) پوچھا: ''تمھیں کس چیز نے (یہاں) بٹھا رکھا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''ہم اللہ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھے ہیں۔'' سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''کیا اللہ کو گواہ بنا کر کہتے ہو کہ تمھیں اس کے علاوہ کسی اور غرض نے نہیں بٹھایا؟'' انھوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! ہم اس کے علاوہ اور کسی وجہ سے نہیں بیٹھے۔'' معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے تم سے اس لیے قسم نہیں لی کہ میں نے تم کو جھوٹا سمجھا اور (سنو) رسول اللہ ﷺ کے پاس میرا جو رتبہ تھا اس رتبے کے لوگوں میں سے کوئی مجھ سے کم احادیث روایت کرنے والا نہیں (یعنی میں اپنے ہم مرتبہ لوگوں میں سے سب سے کم احادیث روایت کرتا ہوں، اس کے باوجود میں تمھیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو یقینی ہے، وہ یہ کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ (اپنے گھر سے) نکل کر اپنے ساتھیوں کی ایک مجلس کے قریب تشریف لائے اور فرمایا: ''تم کس غرض سے بیٹھے ہو؟'' انھوں نے کہا: ''ہم بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور جو اس نے اسلام کی طرف ہماری رہنمائی کر کے ہم پر احسان کیا اس پر اس کی حمد بیان کر رہے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اللہ کو گواہ بنا کر کہتے ہو کہ تم

اس کے سوا کسی اور غرض سے نہیں بیٹھے؟'' انھوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! ہم اس کے علاوہ اور کسی غرض سے نہیں بیٹھے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے تمھیں جھوٹا سمجھ کر تم سے قسم نہیں لی، بلکہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ تمھارے ذریعے سے فرشتوں کے سامنے فخر کا اظہار فرما رہے ہیں۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن و علی الذکر: ۲۷۰۱]

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں:

1. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے مقام و مرتبے والے تھے۔
2. سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ حدیث کی روایت میں بڑے محتاط تھے۔
3. سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں انھوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتماد کیا، ان کے مرتبے اور ان کی بیان کردہ حدیث کو وثوق کے ساتھ بیان کر دیا اور انھوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے کسی بیان کی تردید نہیں کی، گویا انھیں بھی یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا بڑا مرتبہ تھا۔

جنتی ہونے کی بشارت

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے پاس (جو آپ کی رضاعی خالہ تھیں) جایا کرتے تھے۔ وہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے، تو انھوں نے آپ کو کھانا پیش کیا اور آپ کے سر سے جوئیں دیکھنے لگیں۔ تو اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے، پھر بیدار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے میرے سامنے پیش کیے گئے۔ وہ سمندر کے وسط میں اس طرح چلے جا رہے تھے گویا کہ وہ تختوں پر بیٹھے ہوئے بادشاہ ہیں۔'' سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی

ہیں کہ میں نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔'' رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی اور پھر اپنا سر مبارک (نیچے تکیے وغیرہ پر) رکھا اور سو گئے۔ جب دوبارہ آپ ﷺ بیدار ہوئے تو پھر مسکرا رہے تھے۔ (سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ) میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے میرے سامنے پیش کیے گئے۔'' اور پھر وہی کلمہ فرمایا جو پہلے فرمایا تھا۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اے اللہ کے رسول! دعا کیجیے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پہلے لوگوں میں سے ہے۔'' چنانچہ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں بحری جہاد کے لیے روانہ ہوئیں اور جب سمندر سے باہر آئیں تو سواری سے گر کر شہید ہوگئیں۔ [بخاري، كتاب التعبير، باب الرؤيا بالنهار : ۷۰۰۱، ۷۰۰۲]

دوسری روایت میں ہے: ''سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا اپنے خاوند سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کے لیے نکلیں، جب پہلی مرتبہ مسلمان سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سمندری سفر پر روانہ ہوئے تھے۔ پھر جب وہ غزوے سے واپس آئے تو شام میں پڑاؤ کیا، اس دوران ایک سواری ان (ام حرام رضی اللہ عنہا) کے لیے قریب کی گئی، تاکہ وہ اس پر سوار ہوں، لیکن اس سواری نے انھیں زمین پر گرا دیا جس سے وہ فوت ہوگئیں۔'' [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب فضل من يصرع في سبيل الله فمات فهو منهم: ۲۷۹۹، ۲۸۰۰]

اس واقعہ سے متعلق مروی روایات سے درج ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:

① سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے کے بحری جہاد کو رسول اللہ ﷺ نے جہاد فی سبیل اللہ فرمایا۔

② سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ بحری جنگ خالص اللہ کے راستے میں تھی۔

③ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو جنت کی بشارت دی گئی کہ وہ (جنت میں) یوں ہوں گے جیسے تختوں پر بیٹھے ہوئے بادشاہ ہوں۔

4 سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی عزت عطا کی اور ان کو بادشاہوں کی سی شان و شوکت دی۔ پھر ان کی شاہانہ شان و شوکت کو بطور خوش خبری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ یہ تمام باتیں بتا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے صرف خوش ہی نہیں بلکہ ان پر فخر کرتا ہے۔

5 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو خواب میں دیکھ کر خوش ہوئے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بحیثیت کاتب نبوی

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسلمان ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے نہ بات کرتے تھے اور نہ ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے (کیونکہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے سے پہلے مسلمانوں کے سخت دشمن تھے) تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: ''اے اللہ کے نبی! مجھے تین چیزیں عطا کر دیجیے (یعنی تین چیزوں کے متعلق میری درخواست قبول فرما لیجیے)۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ٹھیک ہے (بات کرو)۔'' اس نے کہا: ''میرے پاس عرب کی سب سے حسین و جمیل عورت (میری بیٹی) ام حبیبہ بنت ابی سفیان ہے، میں اسے آپ کے عقد میں دینا چاہتا ہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ٹھیک ہے۔'' اس نے کہا: ''(میرے بیٹے) معاویہ کو آپ اپنے پاس رہنے والا کاتب بنا لیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ٹھیک ہے۔'' پھر اس نے کہا: ''آپ مجھے (کسی لشکر کا) امیر بنا دیں، تاکہ جس طرح میں مسلمانوں کے خلاف لڑتا تھا اسی طرح کافروں کے خلاف بھی جنگ کروں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ٹھیک ہے۔'' [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي سفیان صخر بن حرب رضي اللّٰه عنه : ۲۵۰۱]

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہوئے

حُمران بن ابان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے (ایک مرتبہ کچھ لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا تو) فرمایا: ''تم لوگ (اس وقت) نماز پڑھتے ہو، حالانکہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

صحبت میں رہے ہیں، ہم نے آپ ﷺ کو کبھی اس وقت نماز پڑھتے نہیں دیکھا، بلکہ آپ ﷺ نے ان دو رکعتوں سے منع فرمایا تھا، یعنی عصر کے بعد دو رکعتوں سے۔" [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب ذكر معاوية رضي الله عنه: ٣٧٦٦]

رسول اللہ ﷺ کی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

سیدنا عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ)) [ترمذي، كتاب المناقب، باب مناقب معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه: ٣٨٤٢، وإسناده حسن لذاته۔ مسند أحمد : ٢١٦/٤، ح: ١٨٠٥٥۔ الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم، ح: ١١٢٩۔ تاريخ بغداد : ٢٠٧/١، ٢٠٨]

"اے اللہ! معاویہ کو راستہ دکھانے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور ان کے ذریعے سے دوسروں کو ہدایت دے۔"

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ، وَقِهِ الْعَذَابَ)) [فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل : ٩١٣/٢، ح : ١٧٤٨، و إسناده حسن لذاته، و حارث بن زياد صدوق حسن الحديث، ذكره ابن حبان في الثقات، ووثقه ابن خزيمة بتصحيح حديثه (ح : ١٩٣٨)۔ مسند أحمد: ١٢٧/٤، ح ١٧١٥٧۔ الشريعة للآجري، ح : ١٩٧٠۔ ١٩٧٣، وسنده حسن لذاته]

"اے اللہ! معاویہ کو کتاب اللہ اور حساب کتاب کا علم دے اور انھیں عذاب سے بچا۔"

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ

ثقہ و صدوق محدث جناب عبید بن ابی امیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

((جَاءَ أَبُوْ مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيُّ وَ أُنَاسٌ مَعَهُ إِلٰى مُعَاوِيَةَ فَقَالُوْا لَهُ أَنْتَ تُنَازِعُ عَلِيًّا، أَمْ أَنْتَ مِثْلُهُ؟ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لَا وَاللّٰهِ! إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّ عَلِيًّا أَفْضَلُ مِنِّيْ وَأَنَّهُ لَأَحَقُّ بِالْأَمْرِ مِنِّيْ، وَلٰكِنْ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ عُثْمَانَ قُتِلَ مَظْلُوْمًا وَأَنَا ابْنُ عَمِّهِ؟ وَ إِنَّمَا أَطْلُبُ بِدَمِ عُثْمَانَ، فَائْتُوْهُ فَقُوْلُوْا لَهُ فَلْيَدْفَعْ إِلَيَّ قَتَلَةَ عُثْمَانَ، أُسَلِّمُ لَهُ، فَأَتَوْا عَلِيًّا فَكَلَّمُوْهُ بِذٰلِكَ فَلَمْ يَدْفَعْهُمْ إِلَيْهِ)) [تاريخ دمشق : ۵۹/ ۱۳۲، و إسناده حسن لذاته]

’’ابو مسلم عبداللہ بن ثوب الخولانی رحمہ اللہ اور ان کے ساتھ دوسرے لوگ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کی: ’’کیا آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جھگڑنا چاہتے ہیں یا پھر آپ اپنے آپ کو ان کی مثل قرار دیتے ہیں؟‘‘ یہ سن کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’نہیں، اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ مجھ سے زیادہ فضیلت اور مقام و مرتبے والے ہیں اور وہ مجھ سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں، لیکن کیا تم جانتے نہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو مظلومانہ شہید کر دیا گیا ہے اور میں ان کا چچازاد بھائی ہوں؟ میں تو صرف سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کر رہا ہوں، لہٰذا آپ لوگ ان کے پاس جائیں اور انھیں کہیں کہ وہ قاتلینِ عثمان کو میرے حوالے کر دیں، تو میں ان کی اطاعت قبول کر لوں گا۔‘‘ تو یہ لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے اس سلسلے میں بات چیت کی، لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قاتلینِ عثمان کو ان کے حوالے نہیں کیا۔‘‘

دنیا کی حقیقت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک

ثقہ و متقن مخضرم تابعی جناب قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«أَخْرَجَ مُعَاوِيَةُ يَدَيْهِ كَأَنَّهُمَا عَسِيبَا نَخْلٍ فَقَالَ هَلِ الدُّنْيَا إِلَّا مَا ذُقْنَا وَ جَرَبْنَا، وَاللّٰهِ ! لَوَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَغْبُرْ فِيكُمْ إِلَّا ثَلَاثًا ثُمَّ أُلْحِقُ بِاللّٰهِ، قَالُوْا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ وَإِلٰى رِضْوَانِهِ ؟ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ إِلٰى مَا شَاءَ، قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ أَنِّيْ لَمْ آلُ وَلَوْ أَرَادَ أَنْ يُغَيِّرَ لَغَيَّرَ »

[تاريخ دمشق : ٥٩/ ٢٢٣، و إسناده صحيح]

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ باہر نکالے تو گویا کہ وہ خشک کھجور کی ٹہنیاں ہیں، پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بس دنیا صرف اتنی ہے جسے ہم نے چکھ لیا اور جس کا ہم نے تجربہ کرلیا، اللہ کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ میں تم میں صرف تین دن ٹھہروں، پھر میں اللہ سے جا ملوں۔'' تو لوگوں نے کہا: ''اے امیر المومنین! اللہ کی رحمت یا اس کی رضا کی طرف؟'' تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جس طرف بھی اللہ چاہے (چاہے تو رحمت کی طرف اور چاہے تو رضوان کی طرف) اور اللہ یقیناً جانتا ہے کہ میں نے (اس کی اطاعت میں) کوئی سستی و کمزوری نہیں دکھائی اور اگر اس نے تبدیل کرنا چاہا تو (میری زندگی کو موت میں) تبدیل کردے گا۔''

صدوق حسن الحدیث تابعی ابوعبد ربہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ اس منبر پر فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

«إِنَّ مَا بَقِيَ مِنَ الدُّنْيَا بَلَاءٌ وَ فِتْنَةٌ وَ إِنَّمَا مَثَلُ عَمَلِ أَحَدِكُمْ كَمَثَلِ الْوِعَاءِ إِذَا طَابَ أَعْلَاهُ طَابَ أَسْفَلُهُ وَ إِذَا خَبُثَ أَعْلَاهُ خَبُثَ أَسْفَلُهُ »

[كتاب الزهد والرقائق لابن المبارك : ١/ ٢١١، ح : ٥٩٦، و إسناده حسن

لذاته۔ مسند أحمد : ٤/ ٩٤، ح: ١٦٩٧٨۔ المنتخب من مسند عبد بن حميد : ١/ ٣٣٥ ، ح: ٤١٤۔ المعجم الكبير للطبراني : ١٩/ ٣٦٨، ح : ٨٦٦، أبو عبد ربه وثقه ابن حبان بتصحيح حديثه (٣٣٩، ٦٩٠)، و ذكره في الثقات و قال الذهبي "صدوق" انظر الكاشف : ٣/ ٣٨٨، ت: ٦٧١٨]

''دنیا میں اب سوائے آزمائشوں اور فتنوں کے کچھ بھی باقی نہیں رہا، یقیناً تمھارے اعمال کی مثال برتن کی مانند ہے، جب اس کا اوپر والا حصہ پاک صاف ہو تو اس کا نیچے والا حصہ بھی پاک صاف ہوتا ہے اور جب اس کا اوپر والا حصہ گندہ ہو تو اس کا نیچے والا حصہ بھی گندہ ہوتا ہے۔''

ثقہ تابعی زہدم الجرمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''میں تمھیں ایک ایسی حدیث سناؤں گا جو نہ تو رازدارانہ ہے اور نہ ہی علانیہ۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں اسے تم سے نہیں چھپاؤں گا اور جہاں تک تمھارا تعلق ہے تو میں نہیں چاہتا کہ تم اس کا اعلان کرتے پھرو۔ وہ یہ کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آپ اس معاملہ (یعنی خلافت) سے الگ رہیں۔'' انھوں نے فرمایا: ''مجھے تو اس معاملے میں پیش قدمی ہوتی نظر آ رہی ہے، اللہ کی قسم! اس پر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا غلبہ رہے گا۔ اس کی تصدیق اس ارشاد باری تعالیٰ سے ہوتی ہے:

﴿وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا﴾ [بني إسرائيل : ٣٣]

[تاريخ المدينة المنورة للنميري : ٤/ ١٢٥٥، و إسناده حسن لذاته۔ المعجم الكبير للطبراني: ١٠/ ٢٦٣، ح: ١٠٦١٢، و إسناده حسن لذاته۔ تاريخ دمشق: ٥٩/ ١٢٥، مطر الوراق صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر عليه وثقه الجمهور]

''اور جو شخص قتل کر دیا جائے، اس حال میں کہ مظلوم ہو تو یقیناً ہم نے اس کے ولی کے لیے پورا غلبہ رکھا ہے۔''

دوسری روایت میں زہدم الجرمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

نے فرمایا: ''میں تمھیں ایک ایسی بات بتانا چاہتا ہوں جس کے بارے میں میں نہیں جانتا کہ وہ راز دارانہ ہے یا علانیہ، وہ یہ کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آپ اپنی سواریوں پر سوار ہوں اور مکہ چلے جائیں، لوگ یقیناً تمھاری پیروی کریں گے اور تم ان کی مجبوری بن جاؤ گے۔'' مگر انھوں نے میری بات نہیں مانی، لیکن اللہ کی قسم! معاویہ (رضی اللہ عنہ) ان پر غالب آ جائیں گے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے:

﴿ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا ﴾ [بني إسرائيل : ٣٣]

''اور جو شخص قتل کر دیا جائے، اس حال میں کہ مظلوم ہو تو یقیناً ہم نے اس کے ولی کے لیے پورا غلبہ رکھا ہے۔''

اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آپ اس معاملے سے الگ رہیں، اگر آپ کسی پتھر میں بھی چھپے ہوں گے تو آپ کو وہاں سے بھی نکال لیا جائے گا اور اللہ کی قسم! معاویہ (رضی اللہ عنہ) تم پر ضرور حکومت کریں گے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ﴾ [بني إسرائيل : ٣٣] [تاريخ المدينة المنورة : ٤/ ١٢٥٥، ١٢٥٦، وإسناد حسن لذاته۔ المعجم الكبير للطبراني : ١٠/ ٢٦٣، ح: ١٠٦١٢، و إسناده حسن لذاته۔ تاريخ دمشق : ٥٩/ ١٢٥، مطر الوراق صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر عليه وثقه الجمهور]

''اور جو شخص قتل کر دیا جائے، اس حال میں کہ مظلوم ہو تو یقیناً ہم نے اس کے ولی کے لیے پورا غلبہ رکھا ہے۔ پس وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے، یقیناً وہ مدد دیا ہوا ہوگا۔''

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نظر میں

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« مَا رَأَيْتُ رَجُلًا كَانَ أَخْلَقُ لِلْمُلْكِ مِنْ مُعَاوِيَةَ » [السنة لأبي بكر بن الخلال : ٢/ ٤٤٠، ح : ٦٧٧، وسنده صحيح۔ الأمالي في آثار الصحابة لعبد الرزاق : ١/ ٧٤، ح: ٩٧۔ معجم الصحابة للبغوي: ٥/ ٣٧٣۔ تاريخ دمشق : ٥٩/ ١٧٤، ١٧٥، وسنده صحيح]

''میں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اقتدار کے لیے موزوں کوئی شخص نہیں دیکھا۔''

ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز کے بعد ایک وتر پڑھا۔ ان کے پاس سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک آزاد کردہ غلام تھا، (جب اس نے یہ عمل دیکھا) تو وہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا (اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس سلسلے میں اعتراض کیا)، تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

« دَعْهُ، فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب ذكر معاوية رضي الله عنه : ٣٧٦٤]

''انھیں چھوڑ دو، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اٹھائی ہے۔''

اس سے اگلی روایت میں ہے، ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا: ''آپ امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں، انھوں نے وتر کی نماز صرف ایک رکعت پڑھی ہے؟'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

« إِنَّهُ فَقِيْهٌ » ''بے شک وہ فقیہ ہیں۔'' [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب ذكر معاوية رضي الله عنه : ٣٧٦٥]

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَن يُّرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ » [بخاري، كتاب فرض الخمس، باب قول الله تعالى: ﴿ فإن لله خمسه و للرسول﴾...... الخ : ٣١١٦]

''اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو اسے دین میں سمجھ عطا کر دیتا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بقول سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فقیہ تھے، لہٰذا ان کا فقیہ ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر خیر کی بارش کی، ان کے افعال و کردار اور سیاست و امارت سب میں خیر تھی۔ [فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ]

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نظر میں

ثقہ وصدوقہ تابعیہ مرجانہ ام علقمہ رحمہا اللہ فرماتی ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

((مَا زَالَ بِيْ مَا رَأَيْتُ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ فِي الْفِتْنَةِ حَتّٰى إِنِّيْ لَأَتَمَنّٰى أَنْ يَزِيْدَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُعَاوِيَةَ مِنْ عُمْرِيْ فِيْ عُمْرِهِ)) [المنتقى من كتاب الطبقات لأبي عروبة الحسين بن محمد الحراني: ٤١/١، و سنده صحيح، وأم علقمة اسمها مرجانة و هي ثقة صدوقة، قال العجلي المعتدل "مدنية تابعية ثقة" (معرفة الثقات: ٤٦١/٢، ت : ٢٣٦٤) و ذكرها ابن حبان في الثقات (٤٦٦/٥) و قال ابن سعد "روت عن عائشة و روى عنها ابنها علقمة بن أبي علقمة أحاديث صالحة" (الطبقات لابن سعد: ٨/ ٣٥٦) ووثقها الترمذي و الحاكم بتصحيح حديثها (الترمذي : ٨٧٦- مستدرك : ١٧٨٠، ١٧٩٤، ٢٦٦٩)، و أخرج عنها مالك في الموطأ (١/ ٥٩، باب ١٨، ح : ٦٧، ١٤٤/١، باب : ١٦، ح: ٥٧) وهي ثقة عند يعقوب بن سفيان الفارسي (المعرفة والتاريخ: ١/ ٣٤٩، ٤٢٥)]

”فتنہ کے دور میں میں نے لوگوں کا جو معاملہ دیکھا اس میں ہمیشہ سے میری یہ تمنا رہی کہ اللہ عزوجل میری عمر بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو لگا دے۔“

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جب ملک شام سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی تھی۔ [انظر تاريخ دمشق: ١٥٣/٥٩، و سنده صحيح]

بلکہ ایک روایت میں ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کا انجبان علاقے کا بنا ہوا جبہ مبارک اور آپ ﷺ کے بال مبارک منگوائے، پھر آپ ﷺ کا جبہ مبارک زیب تن کیا اور آپ ﷺ کے بال مبارک پانی میں بھگو کر پانی پی لیا اور

(کچھ) اپنے جسم پر ڈال لیا۔" [تاريخ دمشق : ٥٩/ ١٥٣، و إسناده حسن لذاته]

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا:

((وَاللّٰهِ! مَا سَمِعْتُ خَطِيْبًا لَيْسَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْلَغَ مِنْ عَائِشَةَ)) [تاريخ دمشق : ٥٩/ ١٥٣، و إسناده صحيح]

"اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی بھی خطیب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر فصیح و بلیغ نہیں سنا۔"

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نظر میں

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَسْوَدَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ، قَالَ قُلْتُ وَلَا عُمَرَ ، قَالَ كَانَ عُمَرُ خَيْرًا مِنْ مُعَاوِيَةَ وَ كَانَ مُعَاوِيَةُ أَسْوَدَ مِنْهُ))

[مكارم الأخلاق للخرائطي محمد بن جعفر بن سهل : ١١٨٦/٣، ح: ٨٣، و إسناده صحيح و إبراهيم بن الجنيد وهو إبراهيم بن عبد الله بن الجنيد الخلتي الثقة، الراوي عن ابن معين، و إسحاق بن إبراهيم وهو إسحاق بن أبي إسرائيل المروزي، المعروف بابن كامجرا "الثقة"، انظر معجم الصحابة للبغوي: ٣٦٩/٥۔ السنة للخلال: ١/ ٣٤٦، ٣٤٧۔ الأحاد و المثاني لابن أبي عاصم ، ص : ٩٩، ترجمة معاوية بن أبي سفيان۔ طبراني أوسط : ٧/ ٣١، ح : ٦٧٥٩۔ طبراني كبير : ١٢/ ٣٨٧، ح: ١٣٤٣٢۔ الجزء الثامن من المشيخة البغدادية لأبي الطاهر السِلَفي: ١/ ٦، ح: ١٠۔ تاريخ دمشق: ٥٩/ ١٧٣]

"میں نے سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر سخی اور حلیم و بردبار کوئی نہیں دیکھا۔" جبلہ بن سحیم کہتے ہیں کہ میں نے کہا: "کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی نہیں؟" تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہت بہتر تھے، لیکن سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سخاوت اور حلم و بردباری میں ان سے بڑھے ہوئے تھے۔"

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

((مَا رَأَيْتُ أَحَدًا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْوَدَ مِنْ مُعَاوِيَةَ)) [تاريخ دمشق: ٥٩/ ١٧٣، و سنده حسن لذاته، أبوسفيان الحميري وهو سعيد بن يحيى بن مهدي وهو صدوق ثقة حسن الحديث وثقه الجمهور وهو من رجال البخاري۔ حلم معاوية بن أبي سفيان لابن أبي الدنيا: ١/ ٢٢، ح: ١١]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر سخی اور حلیم و بردبار کوئی نہیں دیکھا۔''

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ابو الدرداء عویمر بن عجلان رضی اللہ عنہ کی نظر میں

سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

((مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِمَامِكَ هٰذَا يَعْنِيْ مُعَاوِيَةَ)) [معجم الصحابة للإمام أبي القاسم عبد الله بن محمد بن عبد العزيز البغوي: ٥/ ٣٦٧، ح: ٢١٩٠، و إسناده صحيح۔ الفوائد المنتقاة لأبي عمرو عثمان بن محمد السمرقندي: ١/ ١٩٦، ح: ٦٧۔ تاريخ دمشق: ٤٩/ ٣٧٠۔ مسند الشاميين للطبراني: ١/ ١٦٨، ١٦٩، ح: ٢٨٢، ٢٨٣۔ حلية الأولياء لأبي نعيم: ٨/ ٢٧٥۔ تذكرة الحفاظ للذهبي: ١/ ٢١١، و قيس بن الحارث الكندي ثقة صدوق وثقه العجلي والذهبي في الكاشف، ذكره ابن حبان في الثقات، و أخرج عنه مالك في الموطأ و أظهر اسمه (١/ ٤٦، باب ٥، ح: ٢٥) وهو ثقة عند يعقوب بن سفيان الفارسي، انظر المعرفة و التاريخ: ١/ ٣٤٩، ٤٢٥]

''میں نے تمھارے اس امام یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔''

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی نظر میں

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

«مَا رَأَيْتُ أَحَدًا بَعْدَ عُثْمَانَ أَقْضَى بِحَقٍّ مِنْ صَاحِبِ هٰذَا الْبَابِ يَعْنِيْ مُعَاوِيَةَ» [تاريخ دمشق : ٥٩/ ١٦٠، ١٦١، و إسناده حسن لذاته، و بكر بن سهل الدمياطي صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر عليه، وثقه الجمهور]

''میں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد اس دروازے والے یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر حق کے مطابق فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔''

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ابو مسلم الخولانی رحمہ اللہ کی نظر میں

ایک موقع پر کچھ لوگوں کے بارے میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ثقہ و متقن تابعی عبداللہ بن ثوب ابو مسلم الخولانی رحمہ اللہ سے بھی رائے لی تو ابو مسلم رحمہ اللہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو یوں مخاطب کیا:

«أَمَّا بَعْدُ، فَلَا وَاللّٰهِ! مَا أَبْغَضْنَاكَ مُنْذُ أَحْبَبْنَاكَ وَلَا عَصَيْنَاكَ مُنْذُ أَطَعْنَاكَ، وَلَا فَارَقْنَاكَ مُنْذُ جَامَعْنَاكَ وَلَا نَكَثْنَا بَيْعَتَنَا مُنْذُ بَايَعْنَاكَ، سُيُوْفُنَا عَلٰى عَوَاتِقِنَا، إِنْ أَمَرْتَنَا أَطَعْنَاكَ، وَإِنْ دَعَوْتَنَا، أَجَبْنَاكَ، وَ إِنْ سَبَقْتَنَا أَدْرَكْنَاكَ، وَإِنْ سَبَقْنَاكَ نَظَرْنَاكَ» [مسائل لإمام أحمد ابن حنبل رواية ابن أبي الفضل صالح : ٢/ ٣٢٩، ٣٣٠، ح : ٩٦٠۔ تاريخ دمشق: ١٢/ ٢٢٣، ٢٤۔ بغية الطلب في تاريخ حلب : ٥/ ٢١٢٦، و إسناده صحيح، شرحبيل بن مسلم ثقة صدوق وثقه العجلي و أحمد ابن حنبل و إسماعيل بن عياش (المعرفة و التاريخ : ٢/ ٤٥٦) وذكره ابن حبان في الثقات، وجرح ابن معين متعارضة بتوثيقه و أبو شرحبيل اسمه مسلم، و ذكره ابن حبان في الثقات (٥/ ٣٩٤) وهو ثقة من ثقات أهل الشام، انظر تاريخ دمشق: ١٢/ ٢٢٣، و سنده صحيح، و٣٣/ ٢٩]

''حمد وثنا کے بعد عرض ہے کہ اللہ کی قسم! ہم نے جب سے آپ سے محبت کی ہے تو پھر کبھی آپ سے نفرت نہیں کی اور ہم جب سے آپ کی اطاعت میں آئے

ہیں تو پھر کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی اور ہم جب سے آپ سے ملے ہیں تو پھر کبھی آپ سے علیحدہ نہیں ہوئے اور ہم نے جب سے آپ کی بیعت کی ہے پھر کبھی اپنی بیعت توڑی نہیں۔ ہماری تلواریں ہمارے کندھوں پر ہیں، اگر آپ نے ہمیں کوئی حکم دیا تو ہم آپ کی اطاعت کریں گے، اگر آپ نے ہمیں پکارا تو ہم لبیک کہیں گے، اگر آپ ہم سے آگے نکل گئے تو ہم آپ کے پیچھے جائیں گے اور اگر ہم آپ سے آگے نکل گئے تو ہم آپ کا انتظار کریں گے۔"

ثقہ و متقن محدث ربیع بن نافع ابو توبہ الحلبی رحمہ اللہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

((مُعَاوِيَةُ سِتْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا كَشَفَ الرَّجُلُ السِّتْرَ اجْتَرَأَ عَلٰى مَا وَرَاءَهُ)) [تاریخ دمشق: ۵۹/ ۲۰۹، و إسناده حسن لذاته۔ تاریخ بغداد: ۱/ ۱۶۳، ۱۶۴، ت: ۴۹]

"سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پردہ و ستر ہیں، جب کوئی (بدبخت و بے وقوف) شخص پردے کو ہٹا دیتا ہے تو پھر وہ پردے کے پیچھے والی اشیاء کو دیکھنے کی جسارت کرنے لگتا ہے (مطلب یہ کہ اگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو سب و شتم کا نشانہ بنایا گیا تو باقی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی سب و شتم کیا جائے گا)۔"

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے سیدنا مسور رضی اللہ عنہ کی دعائے استغفار

ثقہ و متقن جلیل القدر تابعی جناب عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ قاصد بن کر سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوئے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب ان کی ضرورت پوری کر دی تو پھر انھیں علیحدگی میں بلا کر کہا: "مسور! آپ کی حکمرانوں پر تنقید کی کیا صورت حال ہے؟" سیدنا مسور رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ اس بات کو چھوڑیں اور ہمارے موجودہ طرز عمل کی بنا پر ہم سے حسن سلوک کا

برتاؤ کریں۔" سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "نہیں، اللہ کی قسم! آپ کو ضرور بالضرور اپنے دل کی بات کہنا ہوگی اور اپنے خیال کے مطابق میرے عیوب بیان کرنا ہوں گے۔" سیدنا مسور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میرے نزدیک ان کے جو عیوب تھے میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑا، تمام کے تمام بیان کر دیے۔" تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کوئی انسان (سوائے انبیاء و رسل علیہم السلام کے) گناہ سے پاک نہیں، اے مسور! عوام کے معاملے میں جو اصلاح و کارہائے خیر میں نے انجام دیے ہیں کیا انھیں کچھ وقعت دیتے ہو؟ نیکی تو دس گنا تک شمار ہوتی ہے، کیا آپ صرف غلطیوں کو شمار کرتے ہیں اور نیکیوں سے صرفِ نظر کرتے ہیں؟" سیدنا مسور رضی اللہ عنہ نے کہا: "نہیں، بلکہ ہم تو صرف ان غلطیوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو آپ کو بھی نظر آتی ہیں۔"

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم اللہ کی جناب میں ہر اس غلطی کا اقرار و اعتراف کرتے ہیں جو ہم سے سرزد ہوئی، لیکن اے مسور! کیا تم سے اپنے خاص لوگوں کے بارے میں ایسی غلطیاں اور خطائیں نہیں ہوئیں جنھیں اگر اللہ معاف نہ کرے تو تمھیں اپنی ہلاکت کا ڈر ہو؟" سیدنا مسور رضی اللہ عنہ نے کہا: "ہاں! (ہم سے بھی ایسی خطائیں اور غلطیاں ہوئی ہیں)۔" سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "پھر تمھیں اپنے بارے میں تو مغفرت کی بڑی امید ہے، میرے بارے میں کیوں نہیں؟ اللہ کی قسم! میں آپ سے بڑھ کر اصلاح کی کوشش میں رہتا ہوں اور اگر مجھے اللہ کی اطاعت و فرماں برداری اور اس کی معصیت و نافرمانی میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دیا جائے تو میں ضرور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کو اختیار کروں گا۔ ہم ایسے دین کے ماننے والے ہیں جس کے موافق کیے ہوئے اعمال کو اللہ رب العزت قبول و منظور فرماتا ہے، نیکی کی جزا دیتا ہے اور برائی و معصیت پر سزا دیتا ہے، ہاں جسے وہ خود چاہے معاف بھی کر دیتا ہے۔ میں نے جو بھی نیکیاں کی ہیں مجھے ان پر کئی گنا ثواب و اجر کی امید ہے۔ میں ان امور کو سامنے رکھتا ہوں جنھیں نہ میں شمار کر سکتا ہوں اور نہ آپ شمار کر سکتے ہیں، مثلاً اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے مسلمانوں میں نظام صلاۃ کا قیام،

اللہ عزوجل کے راستے میں جہاد، اللہ رب العزت کے نازل کردہ نظام شریعت کا نفاذ اور ایسے ہی دوسرے وہ امور جن کو میں ذکر بھی کروں تو آپ شمار نہیں کر سکیں گے، (اے مسور!) کبھی اس بارے میں بھی غور وفکر کرو۔"

سیدنا مسور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں جان گیا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ بیان کر کے مجھ پر غالب آ گئے ہیں۔" جناب عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس کے بعد جب کبھی سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے سامنے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوتا تو وہ ضرور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے استغفار کرتے۔" [تاريخ بغداد : ١/ ١٦٣، و إسناده صحيح۔ تاريخ دمشق: ٥٩/ ١٦١، ١٦٢۔ معجم الصحابة لبغوي : ٥/ ٣٧٠، ح: ٢١٩٦۔ جامع معمر بن راشد: ١١/ ٣٤٤، ح : ٢٠٧١٧۔ تاريخ الإسلام للذهبي : ٥/ ٢٤٥]

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے پر سزا

خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس آدمی کو کوڑے مارے تھے جس نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا تھا۔ چنانچہ ثقہ و متقن محدث ابراہیم بن میسرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

((مَا رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ ضَرَبَ إِنْسَانًا قَطُّ، إِلَّا إِنْسَانًا شَتَمَ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ ضَرَبَهُ أَسْوَاطًا)) [تاريخ دمشق: ٥٩/ ٢١١، و إسناده حسن لذاته]

"میں نے (خلیفۃ المسلمین) عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو کبھی کسی انسان کو مارتے ہوئے نہیں دیکھا، سوائے اس (بدبخت) انسان کے جس نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا تھا تو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اسے کوڑے مارے۔"

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی سیرت

صفین کی لڑائی ختم ہوئی اور فریقین کے درمیان تحکیم قبول کرنے پر اتفاق ہوگیا۔ تحکیم کا مطلب یہ ہے کہ دونوں گروہ اپنی اپنی طرف سے ایک ایک آدمی کو حَکَم (فیصل) منتخب کریں، پھر وہ دونوں حَکَم جس چیز میں مسلمانوں کی بھلائی دیکھیں اس پر متفق ہو جائیں اور سب اس فیصلے کو تسلیم کریں۔ چنانچہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اپنا اپنا حَکَم منتخب کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کی ایک جماعت نے آپ رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو ایسا گناہ قرار دیا جو کفر کو لازم کر دیتا ہے اور انھوں نے کہا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے اللہ کی بارگاہ میں اس عمل سے توبہ کرنا لازم ہے، پھر یہ لوگ آپ کے خلاف نکل پڑے۔ اسی لیے انھیں خوارج (نکل جانے والے) کہا جانے لگا۔ تحکیم کے مسئلہ میں خاص طور پر سیدنا ابوموسیٰ اشعری اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو بھی ہدف تنقید بنایا گیا۔ چنانچہ ہم اصل موضوع میں داخل ہونے سے پہلے ان دونوں جلیل القدر صحابہ کی سیرت و کردار سے اس بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا دو مرتبہ ہجرت کرنا

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (مدینہ کی طرف) ہجرت کی اطلاع ملی تو اس وقت ہم یمن میں تھے۔ تو ہم (مدینہ آنے کے لیے) کشتی پر سوار ہوئے مگر وہ ہمیں حبشہ میں نجاشی کے پاس لے گئی (یعنی ہم غلطی سے حبشہ چلے گئے)۔ وہاں ہم نے سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو پایا تو ہم نے ان کے ساتھ اقامت

اختیار کر لی، پھر ہم مدینہ آئے اور ہم اس وقت نبی ﷺ سے ملے جب آپ ﷺ نے خیبر فتح کر لیا تھا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے کشتی والو! تمھارے لیے دو ہجرتیں ہیں۔'' [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة الحبشة : ٣٨٧٦]

دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت میں سے ہمارا حصہ مقرر فرمایا، یا ہمیں اس میں سے کچھ عطا کیا اور آپ ﷺ نے غنیمت میں سے کسی ایسے شخص کو کچھ نہ دیا جو فتح خیبر میں حاضر نہیں ہوا تھا، صرف انھی لوگوں کو حصہ دیا جو آپ ﷺ کے ساتھ تھے، مگر سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سمیت ہم کشتی والوں کو مالِ غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا۔ ان سب کے لیے آپ ﷺ نے ان (فتح میں شریک ہونے والوں) کے ساتھ ہی حصہ نکالا۔'' [بخاري، كتاب فرض الخمس، باب و من الدليل على أن الخمس...... الخ : ٣١٣٦]

ایک روایت میں ہے کہ جب لوگوں نے کشتی والوں سے کہا کہ ہم نے ہجرت میں تم سے سبقت حاصل کی ہے تو سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے اس کی رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ (یعنی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے) مجھ پر تم سے زیادہ حق نہیں رکھتے۔ ان کی اور ان کے ساتھیوں کی ایک ہجرت ہے (جو انھوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف کی) اور تم کشتی والوں کی دو ہجرتیں ہیں (ایک حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ کی طرف)۔'' سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: ''میں نے دیکھا کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور کشتی والے جوق در جوق میرے پاس آتے تھے اور اس حدیث کے بارے میں پوچھتے تھے۔ دنیا کی کوئی چیز اس بات سے جو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے کہی تھی، ان کے لیے زیادہ خوشی کا باعث اور ان کے دلوں میں زیادہ عظمت رکھنے والی نہ تھی۔'' سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں: ''میں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ بار بار مجھ سے یہ حدیث سنتے تھے۔'' [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل جعفر بن أبي طالب...... الخ : ٢٥٠٣]

اے اللہ! عبداللہ بن قیس کو بخش دے

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن قیس تھا، وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے تو سیدنا ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر اوطاس کی طرف روانہ کیا۔ وہاں ان کی دُرید بن صمّہ سے لڑائی ہوئی، تو دُرید قتل کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھیوں کو شکست دی۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی ابو عامر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا۔ ایک جُشمی آدمی نے ابو عامر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں تیر مارا، جو وہاں پیوست ہو کر رہ گیا۔ میں ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور میں نے کہا: ''اے چچا! آپ کو کس نے تیر مارا ہے؟'' انھوں نے ابوموسیٰ اشعری کو (یعنی مجھے) اشارے سے بتایا کہ وہ (جُشمی) میرا قاتل ہے جس نے مجھے تیر مارا ہے، تو میں نے اسے پکڑنے کا عزم کیا اور اس کے پاس جا پہنچا مگر جب اس نے مجھے دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلا۔ میں اس سے کہنے لگا: ''کیا تجھے شرم نہیں آتی؟ اب تو ٹھہرتا کیوں نہیں؟'' تو وہ رک گیا، پھر میرے اور اس کے درمیان تلوار کے دو وار ہوئے اور میں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر میں لوٹ کر ابو عامر (رضی اللہ عنہ) کے پاس گیا اور کہا: ''اللہ تعالیٰ نے تمھارے قاتل کو ہلاک کر دیا ہے۔'' انھوں نے کہا: ''اب یہ تیر نکالو۔'' چنانچہ میں نے تیر کو نکالا تو زخم سے پانی بہنے لگا۔ انھوں نے کہا: ''اے میرے بھتیجے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے سلام عرض کرنا اور کہنا کہ میرے لیے بخشش کی دعا فرمائیں۔'' پھر ابو عامر رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنی جگہ امیر مقرر کر دیا، پھر وہ کچھ دیر زندہ رہنے کے بعد وفات پا گئے۔ میں واپس آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کے گھر حاضر ہوا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بان سے بنی ہوئی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے جس پر (ہلکا سا) بستر تھا اور چارپائی کی رسیوں کے نشانات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر اور پہلوؤں پر پڑ گئے تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (جنگ کے) تمام حالات بیان کیے اور ابو عامر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بھی بیان کیا اور آپ سے عرض کی کہ انھوں نے کہا تھا کہ میں

آپ سے عرض کروں کہ آپ ان کے لیے استغفار کریں۔ تو آپ ﷺ نے پانی منگوایا، پھر وضو کرنے کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے یہ دعا کی:

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ»

''اے اللہ! عبید (بن سلیم یعنی) ابو عامر کو بخش دے۔''

اس وقت (آپ ﷺ کے ہاتھ اس قدر بلند تھے کہ) میں آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ رہا تھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيرٍ مِنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ»

''اے اللہ! قیامت کے دن انھیں انسانوں میں سے اکثر پر برتری عطا فرما۔''

تو میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! میرے لیے بھی مغفرت کی دعا فرما دیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ، وَأَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُدْخَلًا كَرِيمًا» [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة أوطاس : ٤٣٢٣۔ مسلم : ٢٤٩٨]

''اے اللہ! عبداللہ بن قیس کے گناہ بخش دے اور قیامت کے دن انھیں باعزت مقام میں داخل فرما۔''

اس نے بشارت کو قبول نہیں کیا، تم دونوں اسے قبول کرو

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ مکہ اور مدینہ کے درمیان (مقام) جعرانہ میں پڑاؤ کیے ہوئے تھے، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی (بدو) شخص آیا، اس نے کہا: ''اے محمد! (ﷺ) آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا نہیں کریں گے؟'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خوش ہو جاؤ۔'' اس (بدنصیب) بدوی نے کہا: ''آپ

مجھے بہت دفعہ ''خوش ہو جاؤ'' کہہ چکے ہیں۔'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصے جیسی کیفیت میں ابوموسیٰ (یعنی میرے) اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اس نے بشارت قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے، اب تم دونوں اسے قبول کرو۔'' ان دونوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! ہم نے قبول کی۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا اور اس میں اپنے دونوں ہاتھوں اور چہرے کو دھویا، پھر اس میں کلی کی اور فرمایا: ''تم دونوں اس میں سے پی لو اور اسے اپنے چہرے اور سینے پر مل لو اور خوش ہو جاؤ۔'' ان دونوں نے پیالہ لے لیا اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا تھا اسی طرح کیا، تو پردے کے پیچھے سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انھیں آواز دے کر کہا: ''جو تمھارے برتن میں ہے اس میں سے اپنی ماں کے لیے بھی کچھ بچا لینا۔'' چنانچہ انھوں نے اس میں سے کچھ ان کے لیے بھی بچا لیا۔ [مسلم، كتاب فضائل الصحابة رضي الله عنهم، باب من فضائل أبي موسى ...... الخ : ٢٤٩٧]

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو داؤد علیہ السلام جیسی خوبصورت آواز دی گئی

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

((يَا أَبَا مُوْسٰى! لَقَدْ أُوْتِيْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ آلِ دَاوُدَ)) [بخاري، كتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت...... الخ : ٥٠٤٨۔ مسلم : ٧٩٣]

''اے ابوموسیٰ! بلاشبہ تمھیں داؤد علیہ السلام جیسی خوش الحانی اور خوبصورت آواز دی گئی ہے۔''

کیا میں تمھیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں؟

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ لوگ بلند آواز کے ساتھ ''اللہ اکبر'' کہنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَيُّهَا النَّاسُ! ارْبَعُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ، إِنَّكُمْ لَيْسَ تَدْعُوْنَ أَصَمَّ وَلَا

غَائِبًا، إِنَّكُمْ تَدْعُوْنَهُ سَمِيْعًا قَرِيْبًا وَّهُوَ مَعَكُمْ، قَالَ وَأَنَا خَلْفَهُ وَأَنَا أَقُوْلُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ! أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى كَنْزٍ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ ؟ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ قُلْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ)) [مسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب خفض الصوت بذكر...... الخ : ٢٧٠٤۔ بخاري : ٤٢٠٢]

”اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو، تم نہ کسی بہرے کو پکار رہے ہو اور نہ کسی غائب کو، تم تو اسے پکار رہے ہو جو (ہر وقت) خوب سننے والا ہے، قریب ہے اور وہ (ہر وقت) تمھارے ساتھ ہے۔“ (سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا اور میں ” لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ “ (گناہوں سے بچنے اور نیکی کی قوت صرف اور صرف اللہ کی طرف سے ملتی ہے) کہہ رہا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تمھیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کا پتا نہ بتاؤں؟“ میں نے کہا: ”کیوں نہیں (ضرور بتائیں) اے اللہ کے رسول!“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ” لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ “ کہا کرو۔“

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بحیثیت عامل

سعید بن ابو بردہ رحمہ اللہ اپنے والد (ابو بردہ) سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (سعید) کے دادا سیدنا ابو موسیٰ اشعری اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو (عامل بنا کر) یمن کی طرف بھیجا اور (انھیں نصیحت کرتے ہوئے) فرمایا:

((يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا))

”تم دونوں (لوگوں کے لیے) آسانی پیدا کرنا، تنگی نہ کرنا، (انھیں) خوش خبری سنانا، نفرت نہ دلانا اور آپس میں موافقت پیدا کرنا۔“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے اللہ کے نبی! ہمارے علاقے (یمن) میں کچھ مشروبات ''جَو'' سے تیار ہوتے ہیں جنھیں " اَلْمِزْرُ " اور کچھ شہد سے تیار ہوتے ہیں جنھیں " اَلْبِتْعُ " کہتے ہیں (ان شرابوں کا کیا حکم ہے)؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ))

''ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''

چنانچہ دونوں حضرات یمن کی طرف روانہ ہوئے۔ پھر (ایک ملاقات میں) سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''آپ قرآن مجید کیسے پڑھتے ہیں؟'' انھوں نے کہا: ''کھڑے ہوکر، بیٹھ کر اور سواری پر وقفے وقفے سے پڑھتا رہتا ہوں۔'' سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں (شروع رات میں) سوتا ہوں، پھر (قیام کے لیے) اٹھتا ہوں اور نیند کو بھی قیام کی طرح (ثواب) سمجھتا ہوں۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب بعث أبي موسى و معاذ إلى اليمن ...... الخ : ٤٣٤٤، ٤٣٤٥۔ مسلم : ١٧٧١ /٢٠٠١]

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے فضائل

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت

ابن شماسہ مہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، وہ موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھے، وہ بہت زیادہ رو رہے تھے اور انھوں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف کرلیا تھا۔ ان کا بیٹا کہنے لگا: ''اے ابا جان! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فلاں چیز کی بشارت نہیں دی تھی؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فلاں بات کی بشارت نہیں دی تھی؟'' (راوی) کہتا ہے کہ پھر انھوں نے اپنا چہرہ ہماری طرف کیا اور فرمایا: ''جو کچھ ہم (آئندہ کے لیے) تیار کرتے ہیں یقیناً اس میں سے بہترین گواہی یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ میں تین حالتوں میں رہا ہوں۔ (پہلی یہ کہ) میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں پایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھ سے زیادہ کسی کو بغض نہیں تھا اور مجھے اس سے زیادہ کوئی اور بات پسند نہیں تھی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قابو پاکر آپ کو قتل کر دوں (یعنی میری شدید خواہش تھی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دوں)، اگر میں اس حالت میں مر جاتا تو یقیناً میں جہنمی ہوتا۔ (دوسری حالت یہ کہ) جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا کر دی تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی: ''آپ اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھائیں، تاکہ میں آپ کی بیعت کروں۔'' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ (پیچھے) کھینچ

لیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمرو! تمھیں کیا ہوا ہے؟'' میں نے کہا: ''میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا شرط لگانا چاہتے ہو؟'' میں نے کہا: ''یہ کہ میرے گناہ بخش دیے جائیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَمَا عَلِمْتَ يَا عَمْرُو! أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ؟ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا ؟ وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ؟ وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا أَجَلَّ فِي عَيْنِي مِنْهُ، وَمَا كُنْتُ أُطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ، وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ لِأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ، وَلَوْ مُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ))

''اے عمرو! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور ہجرت ان تمام گناہوں کو ختم کر دیتی ہے جو اس (ہجرت) سے پہلے کیے گئے تھے اور حج ان سب گناہوں کو ختم کر دیتا ہے جو اس سے پہلے کے تھے؟'' تو اس وقت مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا اور نہ آپ سے بڑھ کر میری نظر میں کسی کی عظمت تھی، میں آپ کی عظمت کی بنا پر آنکھ بھر کر آپ کو دیکھ بھی نہیں سکتا تھا اور مجھ سے اگر آپ ﷺ کا حلیہ پوچھا جائے تو میں بتا نہیں سکوں گا، کیوں کہ میں آپ کو (آپ کی عظمت کی وجہ سے) آنکھ بھر کر دیکھ ہی نہیں سکا تھا، اگر میں اس حالت میں مر جاتا تو مجھے امید تھی کہ میں جنتی ہوتا۔''

پھر (تیسری حالت یہ ہوئی کہ) ہم نے کچھ چیزوں کی ذمہ داری لے لی، میں نہیں جانتا کہ ان میں میرا حال کیسا رہا؟ تو جب میں مر جاؤں تو کوئی نوحہ کرنے والی میرے ساتھ نہ جائے، نہ ہی آگ ساتھ ہو اور جب تم مجھے دفن کر چکو تو مجھ پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا،

پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جا سکتا ہے، تاکہ میں تمھاری وجہ سے (اپنی نئی منزل کے ساتھ) مانوس ہو جاؤں اور دیکھ لوں کہ میں اپنے رب کے فرستادوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله ...... الخ: ۱۲۱]

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا خلوص اور للّٰہیت

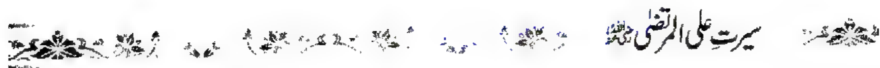
ثقہ وصدوق تابعی علی بن رباح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عمرو! اپنے ہتھیار اور لباس سے آراستہ ہو جاؤ۔'' سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا، پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو وضو کرتے ہوئے پایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا، پھر نظر اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر اپنی نظر کو نیچے کر کے فرمایا:

((يَا عَمْرُو! إِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ أَبْعَثَكَ وَجْهًا فَيُسَلِّمَكَ اللّٰهُ وَ يُغْنِمَكَ، وَأَزْعَبُ لَكَ مِنَ الْمَالِ زَعْبَةً صَالِحَةً))

''اے عمرو! میں تمھیں ایک مہم پر امیر بنا کر بھیجنا چاہتا ہوں، (اس مہم میں) اللہ تعالیٰ تمھیں سلامت بھی رکھے گا اور مال غنیمت بھی دے گا اور میں تجھے مال (غنیمت) میں سے صالح مال دوں گا۔''

میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! میں نے مال و دولت کی خاطر اسلام قبول نہیں کیا، میں نے تو اس لیے اسلام قبول کیا ہے کہ (خلوص دل سے) جہاد کروں اور یہ کہ آپ کے ساتھ رہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَا عَمْرُو! نِعِمَّا بِالْمَالِ الصَّالِحِ مَعَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ)) [صحيح ابن حبان، كتاب الزكاة، باب ذكر الإخبار عن إباحة جمع المال ...... الخ: ۳۲۱۱، و إسناده صحيح]



''اے عمرو! مردِ صالح کے لیے مالِ صالح کیا ہی بہتر چیز ہے۔''

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی دینی بصیرت

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے ذات السلاسل کے سال بھیجا تو مجھے ایک شدید سرد رات احتلام ہو گیا اور مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے تیمم کیا اور اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی۔ پھر جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عمرو! تم نے اپنے ساتھیوں کو حالت جنابت ہی میں نماز پڑھا دی؟'' میں نے عرض کی: ''ہاں! اے اللہ کے رسول! مجھے شدید سرد رات احتلام ہو گیا اور مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو ہلاک ہو جاؤں گا اور (اس موقع پر) میں نے اللہ عزوجل کا یہ فرمان یاد کیا:

﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾ [النساء : ۲۹]

''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر ہمیشہ سے بے حد مہربان ہے۔''

تو میں نے تیمم کیا پھر نماز پڑھا دی۔'' یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور آپ نے مزید کچھ نہ فرمایا۔'' [مسند أحمد : ۴/ ۲۰۳، ۲۰۴، ح : ۱۷۸۱۲۔ أبو داؤد : ۳۳۴۔ مستدرك حاكم : ۱/ ۱۷۷، ح : ۶۲۹]

زبانِ رسالت سے ایمان کی گواہی

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

((أَسْلَمَ النَّاسُ وَآمَنَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ)) [مسند أحمد : ۴/ ۱۵۵، ح : ۱۷۴۱۳، وإسناده حسن لذاته۔ مسند الروياني : ۱/ ۱۷۱، ح : ۲۱۲، ۲۱۳]

''لوگ اسلام لائے اور عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) ایمان لائے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِبْنَا الْعَاصِ مُؤْمِنَانِ هِشَامٌ وَعَمْرٌو)) [الطبقات لابن سعد : ٤/ ١٤٥، و إسنادهٗ حسن لذاته]

''عاص کے دونوں بیٹے ہشام اور عمرو مومن ہیں۔''

واقعۂ تحکیم، خوارج اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ان سے مناظرہ

جب جنگِ صفین اختتام پذیر ہوئی اور اہلِ شام و اہلِ عراق کی دونوں جماعتوں کا تحکیم پر اتفاق ہو گیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی جانب روانہ ہو گئے تو راستے میں خوارج نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ لشکر میں ان کی تعداد چھ ہزار تھی اور بعض روایات کے مطابق آٹھ ہزار تھی۔ یہ لوگ الگ ہو کر مقام حروراء میں ٹھہر گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انھیں سمجھانے کے لیے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ان کے پاس بھیجا اور انھوں نے ان لوگوں سے مناظرہ کیا۔

چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''جب حروریہ (یعنی خارجیوں) نے (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے الگ ہو کر ان کے خلاف) خروج کیا تو وہ ایک حویلی میں جمع ہو گئے، ان کی تعداد چھ ہزار تھی۔ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہا: ''اے امیر المومنین! ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے ادا کریں، شاید کہ میں ان لوگوں کے پاس جا کر ان سے بات چیت کروں۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكَ))

''میں تمھارے بارے میں ڈر محسوس کرتا ہوں۔''

میں نے کہا: ''(اللہ نے چاہا تو) ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔'' چنانچہ میں نے یمن کا بہترین لباس زیبِ تن کیا اور ان کے پاس جانے کے لیے روانہ ہو گیا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو وہ ایک حویلی میں جمع تھے اور قیلولہ کر رہے تھے۔ میں نے انھیں سلام کہا تو انھوں نے کہا: ''خوش آمدید! اے ابو عباس! یہ کیسا لباس (پہن رکھا) ہے؟'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ''تم مجھ پر کیوں عیب لگاتے ہو؟ میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو اس سے بھی زیادہ خوبصورت لباس میں دیکھا ہے اور قرآن مجید میں ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾

[الأعراف : ٣٢]

''تو کہہ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں؟''

انھوں نے کہا: ''آپ کس مقصد کے لیے آئے ہیں؟'' میں نے کہا: ''میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ انصار اور مہاجرین کے پاس سے تمھارے پاس آیا ہوں، تاکہ تم لوگوں تک ان کا پیغام پہنچاؤں اور وہ لوگ وہی بات کہتے ہیں جس کی انھیں (اللہ کی طرف سے) خبر دی گئی ہے اور ان (صحابہ کرام) پر قرآن نازل ہوا، وہ تم سے زیادہ وحی کا علم رکھتے ہیں اور قرآن ان میں اتارا گیا، جبکہ تم میں سے کوئی ایک بھی ان کی طرح (صحابی) نہیں ہے۔'' اس پر ان میں سے بعض لوگ کہنے لگے: ''قریش سے جھگڑا نہ کرو، کیونکہ انھی کے بارے میں اللہ فرماتا ہے:

﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾ [الزخرف : ٥٨]

''بلکہ وہ جھگڑالو لوگ ہیں۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''میں ایک ایسی قوم کے پاس گیا تھا کہ میں نے ان سے بڑھ کر (نیکی کے کاموں میں) زیادہ محنت کرنے والی کوئی قوم نہیں دیکھی۔ ان کے چہروں پر شب بیداری کی وجہ سے دھاریاں پڑ چکی تھیں اور ان کے ہاتھ اور گھٹنے جانور کے اس حصے کی طرح (سخت) ہو چکے تھے جو زمین پر لگنے کی وجہ سے سخت ہو جاتا ہے اور ان کے بدن پر پسینے میں بھیگے ہوئے قمیص تھے۔'' تو ان میں سے بعض لوگ کہنے لگے: ''ہم ان سے ضرور بات کریں گے اور دیکھیں گے کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔'' میں نے کہا: ''مجھے بتاؤ کہ تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے عم زاد، آپ ﷺ کے داماد اور مہاجرین و انصار سے کیوں ناراض ہو؟'' انھوں نے کہا: ''اس کی تین وجوہات ہیں۔'' میں نے کہا: ''وہ کون سی ہیں؟''

انھوں نے کہا: ''پہلی وجہ یہ ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) نے اللہ کے امر میں انسانوں کو حَکم تسلیم کر لیا ہے، جبکہ اللہ فرماتا ہے:

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ [الأنعام: ٥٧]

''فیصلہ اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔''

آدمیوں کا فیصلے سے کیا واسطہ؟'' میں نے کہا: ''یہ ایک وجہ ہوئی۔'' انھوں نے کہا: ''دوسری وجہ یہ ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) نے جنگ کی، مگر نہ کسی کو قیدی بنایا اور نہ مال غنیمت حاصل کیا۔ اگر انھوں نے کافروں سے جنگ کی تھی تو ان کو قیدی بنانا اور ان کا مال بطورِ غنیمت حلال تھا اور اگر وہ مومن تھے تو پھر ان سے جنگ کرنا ہی جائز نہیں تھا۔'' میں نے کہا: ''یہ دو باتیں ہوئیں، تیسری بات کیا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''علی (رضی اللہ عنہ) نے اپنے نام سے لفظ ''امیر المومنین'' مٹا دیا، تو کیا وہ کافروں کے امیر ہیں؟'' میں نے کہا: ''کیا تمھارے پاس اس کے علاوہ بھی کوئی بات ہے؟'' انھوں نے کہا: ''ہمیں یہی کافی ہے۔'' میں نے کہا: ''تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر میں تمھارے سامنے کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم رکھوں، جس سے تمھارے موقف کی تردید ہوتی ہو، تو کیا تم راضی ہو جاؤ گے؟'' انھوں نے کہا: ''ہاں (ہم راضی ہو جائیں گے)۔'' تو میں نے انھیں کہا: ''جہاں تک تمھارے اس قول کا تعلق ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے امر میں انسانوں کو حَکم تسلیم کر لیا ہے، تو میں تمھارے سامنے وہ آیت پڑھتا ہوں جس میں خرگوش یا اس جیسے شکار کی چوتھائی درہم قیمت میں آدمیوں کو حَکم بنایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ﴾

[المائدة: ٩٥]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شکار کو مت قتل کرو، اس حال میں کہ تم احرام والے

ہو اور تم میں سے جو اسے جان بوجھ کر قتل کرے تو چوپاؤں میں سے اس کی مثل بدلا ہے جو اس نے قتل کیا، جس کا فیصلہ تم میں سے دو انصاف والے کریں۔"

میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا خرگوش اور اس جیسے کسی شکاری جانور کے بارے میں انسانوں کو حَکَم بنانا افضل ہے یا ان (مسلمانوں) کے خون اور باہم صلح و صفائی کے معاملات میں (افضل ہے)؟ تم جانتے ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ یہ فیصلہ خود ہی کر دیتا اور اسے آدمیوں کے حوالے نہ کرتا۔ اور عورت اور اس کے خاوند کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَاۤ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا﴾ [النساء: ۳۵]

"اور اگر ان دونوں کے درمیان مخالفت سے ڈرو تو ایک حَکَم مرد کے گھر والوں سے اور ایک حَکَم عورت کے گھر والوں سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔"

اللہ تعالیٰ کا آدمیوں کو حَکَم مقرر کرنا تو ایک سنت ماضیہ ہے۔ کیا میں نے اس سوال کا جواب دے دیا؟" انھوں نے کہا: "جی ہاں۔" عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "اور رہا تمھارا یہ کہنا کہ علی رضی اللہ عنہ نے لڑائی کی لیکن نہ کسی کو قیدی بنایا اور نہ مال غنیمت حاصل کیا، تو کیا تم اپنی ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو قیدی بناؤ گے؟ اور پھر تم ان سے وہ چیزیں حلال کرو گے جو دوسری (قیدی) عورتوں سے حلال کی جاتی ہیں؟ اگر تم ایسا کرو گے تو یقیناً کفر کا ارتکاب کرو گے، اس لیے کہ وہ تمھاری ماں ہیں اور اگر تم یہ کہو کہ وہ تمھاری ماں ہی نہیں ہیں تو بھی تم نے کفر کا ارتکاب کیا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾

[الأحزاب: ٦]

''یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

اب تم دو گمراہیوں میں گھوم رہے ہو، ان دونوں میں سے جس طرف بھی جاؤ گے گمراہی کی طرف ہی جاؤ گے۔'' تو وہ (خوارج) ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: ''کیا میں اس اعتراض سے بھی نکل گیا (یعنی میں نے اس کا جواب بھی دے دیا)؟'' انھوں نے کہا: ''جی ہاں۔'' پھر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''رہا تمھارا یہ اعتراض کہ انھوں نے اپنے نام سے ''امیر المومنین'' کا لفظ مٹا دیا، تو میں تمھیں وہ چیز پیش کرتا ہوں جسے تم پسند کرتے ہو، یقیناً تم نے یہ بات سنی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن مشرکینِ (مکہ) سہیل بن عمرو اور ابوسفیان بن حرب کے ساتھ تحریری معاہدہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ''اے علی! لکھو، یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے (مشرکین کے ساتھ) صلح کی۔'' تو اس پر مشرکین نے کہا: ''نہیں، اللہ کی قسم! ہم اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اگر ہمیں اس کا یقین ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ سے جنگ ہی نہ کریں۔'' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں، اے علی! یہ لکھو کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی۔'' اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ خیر و بھلائی پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نام سے لفظ ''رسول اللہ'' مٹانے نے نبوت سے نہیں نکال دیا تھا۔'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''(میری اس گفتگو سے) دو ہزار خارجی واپس لوٹ آئے اور باقی سارے (جنگ نہروان میں) گمراہی پر مارے گئے۔'' [السنن الکبری للبیهقي : ۳۰۹/۸ ، ح : ۱٦۷٤۰، و إسنادہ حسن لذاته، وفي النسخة الأخری: ۱۷۹/۸، ۱۸۰۔ مستدرك حاکم: ۱۵۰/۲، ح : ۲٦۵٦، و إسنادہ حسن لذاته ۔ السنن الکبری للنسائي: ٤۸۰/۷، ح : ۸۵۲۲، و إسنادہ حسن لذاته۔ مصنف عبد الرزاق : ۱۵۷/۱۰]

بقیہ خوارج کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مناظرہ

ابورزین مسعود بن مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب واقعۂ تحکیم کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ صفین سے واپس لوٹے اور نہر کے پاس پہنچے تو کچھ لوگ وہیں رک گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ (باقی) لوگوں کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو گئے اور وہ (خارجی) حروراء کے مقام پر جا ٹھہرے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف (مذاکرات کی غرض سے) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بھیجا مگر وہ خالی ہاتھ واپس لوٹ آئے۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ خود ان کے پاس گئے اور ان سے بات چیت کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ باہم رضا مند ہوگئے اور وہ (کوفہ میں) آ گئے۔ [تاريخ الطبري : ٧٣/٥، و إسناده صحيح۔ مصنف ابن أبي شيبة : ٥٥٦/٧، ح : ٣٧٩٠٠، و إسناده صحيح، أبو رزين وهو مسعود بن مالك و قد أخطأ من جعله أبا زرير عبد الله بن زرير]

ثقہ و متقن تابعی عبداللہ بن شداد بن ہاد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، تو ہم ان کے پاس بیٹھے تھے، وہ ان دنوں عراق سے واپس آئی تھیں جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا، وہ مجھ سے کہنے لگیں: ''اے عبداللہ بن شداد! میں تم سے جو سوال کرنے جا رہی ہوں کیا تم مجھے اس کا صحیح جواب دو گے؟ مجھے اس قوم کے متعلق بتاؤ جسے علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔'' میں نے کہا: ''مجھے کیا ہے کہ میں آپ کے سامنے سچ نہ بولوں؟'' انھوں نے فرمایا: ''پھر مجھے ان لوگوں کا واقعہ سناؤ (جنھیں علی رضی اللہ عنہ نے قتل کر ڈالا تھا)۔'' میں نے کہا: ''جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خط کتابت کے بعد حکمین کو تسلیم کر لیا تو لوگوں میں سے آٹھ ہزار قراء نے ان کے خلاف بغاوت کر دی اور وہ کوفہ کی جانب ''حروراء'' کے مقام پر جا ٹھہرے۔ انھوں نے اس (حکمین کے فیصلے) کا انکار کیا۔ انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آپ نے (خلافت کی) وہ قمیص اتار دی ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے پہنائی تھی اور آپ نے اس نام (امیر المومنین) کو بھی چھوڑ دیا ہے جو

اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا، (کیونکہ) آپ نے اللہ کے دین میں انسانوں کو حکم تسلیم کرلیا ہے، حالانکہ حکم تو صرف اللہ کا ہے۔'' جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان کے اپنے متعلق اعتراضات اور ان کی علیحدگی کا علم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک اعلان کرنے والے کو حکم دیا (کہ وہ یہ اعلان کرے) کہ امیر المومنین کے پاس وہی شخص آئے گا جو حامل قرآن (یعنی حافظ) ہوگا۔ پھر جب لوگوں میں سے قراء سے حویلی بھر گئی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک عظیم مصحف منگوایا اور اسے اپنے سامنے رکھ لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اسے اپنے ہاتھ سے تھپکی دیتے اور فرماتے: ((أَيُّهَا الْمُصْحِفُ! حَدِّثِ النَّاسَ)) ''اے مصحف! لوگوں سے باتیں کر۔'' اس پر لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو آواز دی اور کہنے لگے: ''اے امیر المومنین! آپ اس سے کیا پوچھتے ہیں؟ یہ تو صرف کاغذ اور سیاہی ہے۔ ہم نے جو کچھ اس سے سیکھا ہے وہ ہم بتائیں گے، آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((أَصْحَابُكُمُ الَّذِيْنَ خَرَجُوْا بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ كِتَابُ اللّٰهِ تَعَالٰى يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ امْرَأَةٍ وَرَجُلٍ: ﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ ﴾ [النساء: ۳۵] فَأُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْظَمُ حُرْمَةً مِنِ امْرَأَةٍ وَرَجُلٍ، وَنَقَمُوْا عَلَيَّ أَنِّيْ كَاتَبْتُ مُعَاوِيَةَ وَكَتَبْتُ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ وَقَدْ جَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَيْبِيَةِ حِيْنَ صَالَحَ قَوْمَهُ قُرَيْشًا، فَكَتَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، فَقَالَ سُهَيْلٌ لَا تَكْتُبْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، قُلْتُ فَكَيْفَ أَكْتُبُ؟ قَالَ اكْتُبْ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتُبْهُ، ثُمَّ قَالَ اكْتُبْ مِنْ مُحَمَّدٍ

رَسُوْلِ اللّٰهِ، فَقَالَ لَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَمْ نُخَالِفْكَ فَكَتَبَ هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قُرَيْشًا، يَقُوْلُ اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ [الأحزاب: ٢١]»

''تمھارے جن ساتھیوں نے (میرے خلاف) خروج کیا ہے میرے اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اللہ عزوجل عورت اور مرد (یعنی میاں بیوی) کے بارے میں فرماتے ہیں: ﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا﴾ [النساء: ٣٥] ''اور اگر تم ان دونوں کے درمیان مخالفت سے ڈرو تو ایک حَکَم مرد کے گھر والوں سے اور ایک حَکَم عورت کے گھر والوں سے مقرر کرو۔'' (سنو!) محمد ﷺ کی امت کی حرمت ایک عورت اور ایک مرد کی حرمت سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ میں نے معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ معاہدہ تحریر کرتے وقت (صرف) علی بن ابی طالب لکھا (اور امیر المومنین کا لفظ کاٹ دیا)، حالانکہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم قریش سے صلح حدیبیہ کا معاہدہ کیا تو (قریش کی طرف سے) سہیل بن عمرو آیا، ہم بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے (مجھے) اس کی عبارت اس طرح لکھوائی: '' بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ '' تو سہیل نے کہا: '' بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ '' نہ لکھو، میں نے کہا: ''کیا لکھوں؟'' اس نے کہا: ''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ '' لکھو۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''یہی لکھ دو۔'' پھر فرمایا: ''لکھو: '' مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ'' اس پر سہیل کہنے لگا: ''اگر ہم یقین رکھتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کی مخالفت ہی نہ کرتے۔'' چنانچہ نبی ﷺ نے یہ عبارت لکھوائی: '' هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ

عَبْدِ اللّٰهِ قُرَيْشًا " (یعنی یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے قریش کے ساتھ صلح کی)۔'' اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں: ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ ﴾ [الأحزاب: ۲۱] ''بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کی امید رکھتا ہو۔''

اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا، یہاں تک کہ جب ہم ان کے لشکر کے درمیان میں پہنچے تو ابن الکواء کھڑا ہوا اور لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے کہنے لگا: ''اے حاملین قرآن! یہ عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) ہیں، اگر کوئی انھیں نہیں جانتا تو میں انھیں کتاب اللہ کے حوالے سے بخوبی جانتا ہوں۔ یہ وہ شخص ہیں کہ ان کے اور ان کی قوم (قریش) کے بارے میں اللہ کی کتاب (میں یہ آیت) نازل ہوئی:

﴿ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴾ [الزخرف: ۵۸]

''بلکہ وہ جھگڑالو لوگ ہیں۔''

انھیں ان کے ساتھی (علی رضی اللہ عنہ) کے پاس بھیج دو اور ان سے کتاب اللہ کے حوالے سے بحث مباحثہ نہ کرنا۔'' اس پر ان کے خطباء کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! ہم ان سے ضرور کتاب اللہ کے حوالے سے بات چیت کریں گے، اگر وہ ہمارے پاس وہ حق لے کر آئیں جس سے ہم آشنا ہوں تو ہم ضرور اس حق کی پیروی کریں گے اور اگر وہ باطل لے کر آئیں تو ہم ان کی ان کے جھوٹ کی وجہ سے خوب خبر لیں گے، پھر انھیں ان کے ساتھی کے پاس بھیج دیں گے۔'' پھر تین دن تک سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کتاب اللہ کے حوالے سے بحث مباحثہ کرتے رہے، جس سے ان میں سے چار ہزار افراد توبہ کرکے واپس لوٹ آئے۔ ابن الکواء انھیں اپنے ساتھ لایا اور پھر انھیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پھر ان کے باقی ماندہ لوگوں کے پاس یہ پیغام بھیجتے ہوئے فرمایا:

((قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِنَا وَأَمْرِ النَّاسِ مَا قَدْ رَأَيْتُمْ ، قِفُوْا حَيْثُ شِئْتُمْ حَتّٰى تَجْتَمِعَ أُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَنْزِلُوْا فِيْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ، بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ نَقِيَكُمْ رِمَاحَنَا مَا لَمْ تَقْطَعُوْا سَبِيْلًا أَوْ تَطْلُبُوْا دَمًا، فَإِنَّكُمْ إِنْ فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ فَقَدْ نَبَذْنَا إِلَيْكُمُ الْحَرْبَ عَلٰى سَوَاءٍ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِيْنَ))

''ہمارا معاملہ اور لوگوں کا معاملہ تم نے دیکھ لیا ہے، تم جہاں چاہو رہو، یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مجتمع ہو جائے۔ تم اس زمین میں جہاں چاہو رہو، ہمارے اور تمھارے درمیان یہ بات ہے کہ ہم تمھیں اپنے نیزوں سے بچائیں، جب تک کہ تم راستے بند نہیں کرتے اور خون نہیں بہاتے، اگر تم ایسا کرو گے تو ہم برابری کی بنیاد پر تمھاری طرف جنگ پھینک دیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اے ابن شداد! کیا سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) نے انھیں قتل کیا تھا؟'' ابن شداد نے کہا: ''اللہ کی قسم! سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان (خوارج) کی طرف کسی کو نہیں بھیجا تھا، یہاں تک کہ انھوں نے راستے بند کر دیے اور خون بہائے۔ انھوں نے ابن خباب (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر ڈالا اور اہل ذمہ پر دست درازی کی۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! (واقعی انھوں نے ایسے کیا)؟'' میں نے کہا: ''اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! یہی کچھ ہوا تھا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''وہ کیا چیز ہے (یعنی وہ کون ہے) جس کی خبر مجھے اہل عراق کی طرف سے ملی ہے، جس کے بارے میں وہ بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پستان والا، پستان والا؟'' میں نے کہا: ''میں نے اسے دیکھا ہے، میں مقتولین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس (کی لاش) کے پاس کھڑا تھا، انھوں نے لوگوں کو بلا کر پوچھا: ((هَلْ

تَعْرِفُوْنَ هٰذَا؟ ›› ''کیا تم اس شخص کو جانتے ہو؟'' اس پر کتنے ہی لوگ (صرف) یہ کہتے ہوئے آئے کہ میں نے اسے بنو فلاں کی مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا، میں نے اسے بنو فلاں کی مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اس کی شناخت کا اس کے علاوہ اور کوئی ثبوت (کسی کے پاس) نہیں تھا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اس پر کھڑے ہو کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کیا کہا تھا، جیسا کہ اہل عراق گمان کرتے ہیں؟'' میں نے کہا کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

‹‹ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ ››

''اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''کیا تم نے علی رضی اللہ عنہ کو اس کے علاوہ کچھ اور کہتے ہوئے بھی سنا؟'' میں نے کہا: ''اللہ کی قسم! نہیں۔'' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''ہاں! اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا، اللہ تعالیٰ علی رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، انھیں جب بھی کوئی بات پسند آتی تو فرماتے: ‹‹ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ ›› ''اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔'' [السنن الكبرى للبيهقي : ٨/ ٣١١، ح : ١٦٧٤١، و إسناده حسن لذاته، والنسخة الأخرى : ٨/ ١٧٩، ١٨٠ مسند أحمد : ١/ ٨٧، ح : ٦٥٦، و إسناده حسن لذاته۔ مستدرك حاكم : ١/ ١٥٢، ١٥٣، ح : ٢٦٥٧]

صحابہ کی باہمی لڑائیاں اور اہل سنت کا موقف

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں ان کے بارے میں اہل سنت کا موقف ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے اور اگر بیان بھی کیا جائے تو ان کے مقام و منصب کو آنچ نہ آئے، کیونکہ اس کے متعلق بہت زیادہ بحث و مباحثہ کرنے سے طرفین میں سے کسی ایک کے خلاف نفرت، عداوت، کینہ اور حسد کا پیدا ہونا ضروری ہے، اسی لیے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنی چاہیے اور ان کے مناقب کو عام کرنا چاہیے، ان کے درمیان جو باہمی لڑائیاں ہوئی ہیں وہ ان کے اجتہادات کا نتیجہ تھیں، غلطی اور درستی دونوں حالتوں میں وہ ثواب کے مستحق ہیں، البتہ اجتہاد میں غلطی کر جانے والے کو ایک اور صحیح نتیجہ پر پہنچنے والے کو دوہرا ثواب ملے گا۔ ان لڑائیوں میں قاتل اور مقتول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دونوں جنت میں جائیں گے۔ ان تمام باتوں پر ایمان اور یقین رکھنا ضروری ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین لڑائیوں پر بحث و مباحثہ کو اہل سنت درست قرار نہیں دیتے۔ اس سلسلہ میں چند ایک شرعی نصوص پیش خدمت ہیں۔

پہلی دلیل یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ [الحجرات : ۹]

''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا

دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ جب ان کے درمیان آپس میں لڑائی جھگڑا ہو جائے تو وہ مصالحت کی راہ نکالیں، اس لیے کہ مومنین سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ یہ باہمی لڑائی جھگڑا انھیں ایمان سے خارج نہیں کرتا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مومن کہا ہے اور صلح کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ عام مسلمانوں کے درمیان ہونے والی لڑائیاں اگر انھیں ایمان سے خارج نہیں کرتیں تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنھوں نے جنگِ جمل و صفین میں شرکت کی وہ اس آیت کے حکم میں بدرجۂ اولیٰ شامل ہوں گے۔ وہ اپنے رب کے ہاں حقیقی ایمان والے مومن ہیں۔ ان کی آپس کی لڑائیاں ان کے ایمان پر کسی حالت میں بھی اثر انداز ہونے والی نہیں، کیونکہ وہ اجتہاد کا نتیجہ تھیں۔

دوسری دلیل وہ روایت ہے جسے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَكُوْنُ فِي أُمَّتِي فِرْقَتَانِ فَيَخْرُجُ مِنْ بَيْنِهِمَا مَارِقَةٌ يَلِي قَتْلَهُمْ أَوْلَاهُمْ بِالْحَقِّ)) [مسلم ، كتاب الزكاة ، باب ذكر الخوارج وصفاتهم : ١٥١/ ١٠٦٥]

''میری امت میں دو گروہ ہوں گے، ان دونوں کے درمیان سے دین میں سے تیزی سے باہر ہو جانے والے لوگ نکلیں گے، انھیں وہ گروہ قتل کرے گا جو دونوں گروہوں میں سے حق کے زیادہ لائق ہوگا۔''

مذکورہ حدیث میں جس پھوٹ اور انتشار کی طرف اشارہ ہے وہ سیدنا علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما

کا اختلاف ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک ساتھ دونوں گروہوں کو مسلمان کہا ہے اور بتایا ہے کہ دونوں ہی حق پر ہوں گے۔ نیز یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کا ایک معجزہ بھی ہے، کیونکہ بعد میں بالکل اس حدیث کے مطابق حالات پیدا ہوئے اور اس حدیث میں دونوں گروہوں یعنی اہل عراق اور اہل شام پر مسلمان ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔ حقیقتِ واقعہ رافضیوں اور سرکش جہلا کے عقیدہ ومنہج کے خلاف ہے، جو اہل شام کی تکفیر کرتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی ہی حق کے زیادہ قریب تھے اور یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد درست تھا، اس لیے انھیں دوہرا اجر ملے گا، جبکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اگرچہ اجتہاد کیا تھا اور غلطی کر گئے تھے، تاہم آپ رضی اللہ عنہ بھی عند اللہ ان شاء اللہ ماجور ہوں گے، جیسا کہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

« إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ ، وَ إِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ » [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ: ۷۳۵۲۔ مسلم: ۱۷۱۶]

"جب کوئی حاکم اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے، پھر وہ فیصلہ صحیح ہو تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے اور اگر فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو پھر اس کے لیے ایک اجر ہے۔"

اہلِ سنت کے موقف کی تائید میں تیسری دلیل سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر (خطبہ دیتے ہوئے) دیکھا، جب کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے، آپ ﷺ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی ان کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے:

« إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ

مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ›› [بخاري، كتاب الصلح، باب قول النبي ﷺ للحسن بن علي رضي الله عنهما...... الخ : ٢٧٠٤]

"میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کروائے گا۔"

اس حدیث میں بھی نبی اکرم ﷺ کی شہادت موجود ہے کہ اہلِ شام اور اہلِ عراق دونوں گروہ مسلمان تھے۔ اسی طرح اس حدیث میں ان خوارج کی بھی صراحت سے تردید ہے جو سیدنا علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں کی تکفیر کرتے ہیں، کیونکہ اس میں سب کو مسلمان کہا گیا ہے۔ اسی طرح ان سب کو حق کا متلاشی قرار دیا اور بتایا کہ وہ لوگ ایمان پر باقی ہیں، آپس کی لڑائی کی وجہ سے ایمان سے خارج نہیں ہوئے، لہٰذا ان کی تکفیر نہ کی جائے۔ چنانچہ اہل سنت کے ثقہ و متقن امام محمد بن علی بن حسین الباقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« لَمْ يَكْفُرْ أَهْلُ الْجَمَلِ » [مصنف ابن أبي شيبة : ٥٣٥/٧، ح : ٣٧٧٦٨، و إسناده صحيح]

"اہلِ جمل نے کفر نہیں کیا۔"

الغرض، ہر مسلمان پر واجب ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس کی لڑائیوں کے بارے میں فرقۂ ناجیہ والا عقیدہ رکھے، یعنی ان کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے اور اگر کبھی کوئی بات کرنے کی ضرورت پیش آ جائے تو پوری احتیاط سے بات کی جائے، تاکہ ان کے مقام و منصب کو کوئی آنچ نہ آئے اور ضروری ہے کہ ان کے لیے دعائے رحمت کی جائے، ان کے فضائل و مناقب کی حفاظت کی جائے، ان کی خوبیوں کا اعتراف کیا جائے، ان کے محاسن کی نشر و اشاعت کی جائے اور ان کے لیے رضائے الٰہی کا اعلان کیا جائے۔

خوارج کون تھے؟

خوارج کا تعارف اور ان کی مذمت میں احادیث رسول ﷺ

خوارج وہ گروہ ہے جس نے معرکہ صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے معاہدہ ''تحکیم'' کو قبول کر لینے کی وجہ سے ان کے خلاف خروج یعنی بغاوت کی تھی۔ یہ لوگ خوارج کے علاوہ دیگر القاب سے بھی جانے جاتے ہیں، مثلاً:

1. حروریہ: اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ لوگ الگ ہونے کے بعد سب سے پہلے مقام ''حروراء'' میں اکٹھے ہوئے تھے۔
2. شُرَاۃٌ: اس کے معنی سودا کر لینے والے کے ہیں۔ یہ لوگ اپنے بارے میں کہتے تھے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اپنی جانوں کا سودا کر لیا ہے۔
3. مُحَکِّمَہ: اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ لوگ تحکیم کے منکر اور ''لَا حُکْمَ إِلَّا لِلّٰهِ'' کے نعرے لگاتے تھے۔
4. مارقہ: دین سے نکل جانے کی وجہ سے انھیں مارقہ کہا جاتا ہے۔

خوارج کا سب سے پہلا اور بدترین شخص ''ذوالخویصرہ تمیمی'' تھا، جس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے یمن سے بھیجے گئے چمڑے کے ایک تھیلے میں سونے کی ڈلیوں کی تقسیم کے وقت رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کیا تھا، جس کی تفصیل سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یمن سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صاف کیے ہوئے چمڑے (کے ایک تھیلے) میں تھوڑا سا سونا بھیجا، جو ابھی مٹی سے علیحدہ نہیں

کیا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چار آدمیوں عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید الخیل اور چوتھے علقمہ بن علاثہ عامری یا عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ میں تقسیم کر دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا: ''ہم ان لوگوں سے زیادہ اس سونے کے حق دار تھے۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَلَا تَأْمَنُوْنِي وَ أَنَا أَمِيْنُ مَنْ فِي السَّمَاءِ، يَأْتِيْنِي خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً؟))

''کیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟ حالانکہ میں اس ہستی کا امین ہوں جو آسمان پر ہے اور صبح و شام میرے پاس آسمان کی خبر آتی ہے۔''

راوی بیان کرتے ہیں کہ اس دوران ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا جس کی آنکھیں دھنسی ہوئیں، رخسار پھولے ہوئے، پیشانی ابھری ہوئی، گھنی ڈاڑھی، سر منڈا اور اونچی ازار باندھے ہوئے تھا، کہنے لگا: ''اے اللہ کے رسول! آپ اللہ سے ڈریے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَيْلَكَ! أَوَ لَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ يَتَّقِيَ اللّٰهَ؟))

''افسوس تجھ پر، کیا میں اس روئے زمین پر اللہ سے ڈرنے کا سب سے زیادہ مستحق نہیں ہوں۔''

پھر وہ شخص چلا گیا، تو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! کیا میں اس شخص کی گردن نہ اڑا دوں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔'' اس پر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: ''بہت سے نماز پڑھنے والے ایسے ہوتے ہیں جو زبان سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنِّي لَمْ أُوْمَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ))

''مجھے کسی کے دل ٹٹولنے یا پیٹ چیرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔''

پھر آپ ﷺ نے اس شخص کی طرف دیکھا، وہ پیٹھ پھیر کر جا رہا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ رَطْبًا، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، وَأَظُنُّهُ قَالَ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ [عَادٍ]))

[بخاري، كتاب المغازي، باب بعث علي بن أبي طالب...... الخ : ٤٣٥١۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم: ١٠٦٤]

''یقیناً اس شخص کی نسل سے (یعنی جس قبیلے سے اس کا تعلق ہے اس سے) ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ کتاب اللہ کی تلاوت سے ان کی زبانیں تر ہوں گی، حالانکہ وہ (کتاب اللہ) ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کے پار نکل جاتا ہے۔'' (راوی بیان کرتا ہے) میرا گمان ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''اگر میں ان کو پاؤں تو ضرور بالضرور انھیں قوم ثمود (اور قوم عاد) کی طرح قتل کروں۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے اور آپ کچھ مال (غنیمت) تقسیم کر رہے تھے، اتنے میں بنو تمیم کا ''ذوالخویصرہ'' نامی ایک شخص آیا اور کہنے لگا: ''اے اللہ کے رسول! عدل کیجیے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَيْلَكَ! وَ مَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ؟ قَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ إِنْ لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ))

''تیرے لیے ہلاکت ہو! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا؟ اگر میں نے عدل نہ کیا تو میں ناکام ہو جاؤں گا اور خسارے میں رہوں گا۔''

تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! اس کے بارے میں

مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:

((دَعْهُ، فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يُنْظَرُ إِلَى نَصْلِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى رِصَافِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى نَضِيِّهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، وَهُوَ الْقِدْحُ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى قُذَذِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ، آيَتُهُمْ رَجُلٌ أَسْوَدُ إِحْدَى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ أَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ، يَخْرُجُونَ عَلَى حِينِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ))

''اسے چھوڑو، اس کے کچھ ساتھی ہوں گے، تم اپنی نماز کو ان کی نماز اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے سامنے کم تر سمجھو گے۔ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کی ہنسلیوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح نکلیں گے جیسے تیر نشانہ بنائے گئے شکار سے نکلتا ہے۔ اس کے پھل (یا پیکان) کو دیکھا جائے تو اس میں کچھ نہیں پایا جاتا، پھر اس کے سوفار (پچھلے حصے) کو دیکھا جائے تو اس میں بھی کچھ نہیں پایا جاتا، پھر اس کی لکڑی کو دیکھا جائے تو اس میں بھی کچھ نہیں پایا جاتا، پھر اس کے پر کو دیکھا جائے تو اس میں بھی کچھ نہیں پایا جاتا، وہ تیر گوبر اور خون میں سے نکل گیا (لیکن اس پر خون اور گوبر میں سے لگا کچھ بھی نہیں)۔ ان کی نشانی ایک سیاہ فام مرد ہے، اس کے دونوں مونڈھوں میں سے ایک مونڈھا عورت کے پستان کی طرح یا گوشت کے ہلتے ہوئے ٹکڑے کی طرح ہوگا۔ وہ لوگوں (مسلمانوں) کے باہم اختلاف کے وقت نمودار ہوں گے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جنگ کی اور میں ان کے ساتھ تھا۔ انھوں نے اس آدمی (کو تلاش کرنے) کے بارے میں حکم دیا، اسے تلاش کیا گیا تو وہ مل گیا، اس (کی لاش) کو لایا گیا تو میں نے اس کو اسی طرح دیکھا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تعارف کروایا تھا۔'' [مسلم، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم: ١٤٨/١٠٦٤۔ بخاري: ٣٦١٠]

ابوسلمہ اور عطاء بن یسار رحمہما اللہ بیان کرتے ہیں کہ وہ دونوں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے حروریہ کے متعلق دریافت کیا، پوچھا: ''کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تھا؟'' انھوں نے کہا: ''حروریہ کو تو میں نہیں جانتا، البتہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

((يَخْرُجُ فِيْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا، قَوْمٌ تَحْقِرُوْنَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ، يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ، أَوْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَيَنْظُرُ الرَّامِيْ إِلٰى سَهْمِهِ، إِلٰى نَصْلِهِ، إِلٰى رِصَافِهِ، فَيَتَمَارٰى فِي الْفُوْقَةِ، هَلْ عَلِقَ بِهَا مِنَ الدَّمِ شَيْءٌ)) [مسلم، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج و صفاتهم: ١٤٧/١٠٦٤۔ بخاري: ٦٩٣١]

''اس امت میں سے ایک قوم نکلے گی۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے '' مِنْهَا '' نہیں فرمایا (کہ وہ قوم اس امت کا حصہ ہو گی، بلکہ فرمایا کہ وہ قوم اس امت میں سے نکل کر کافر ہو چکی ہو گی) (اور فرمایا) ''تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں بہت حقیر جانو گے، وہ قرآن پڑھیں گے اور وہ ان کے حلق یا گلے سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اس طرح دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کیے

ہوئے جانور سے نکل جاتا ہے اور تیر انداز اپنے تیر کی لکڑی کو، اس کے پھل کو اور اس کے پر کو دیکھتا ہے اور اس کے پچھلے حصے (سوفار یا چٹکی) کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ کیا اس کے ساتھ (شکار کے) خون میں سے کچھ لگا ہے (تیر تیزی سے شکار میں سے نکل جائے تو اس پر خون وغیرہ زیادہ نہیں لگتا، اسی طرح تیزی کے ساتھ دین سے نکلنے والے پر بھی دین کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا)۔"

یسیر بن عمرو رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے کہا: "کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوارج کے متعلق کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے؟" تو انھوں نے کہا: "میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ اپنے ہاتھ مبارک سے عراق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے:

((يَخْرُجُ مِنْهُ قَوْمٌ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ)) [بخاري، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين و قتالهم، باب من ترك قتال الخوارج ...... الخ : ٦٩٣٤۔ مسلم : ١٠٦٨]

"وہاں سے ایک قوم نکلے گی، وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ (قرآن) ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح باہر نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ بنائے گئے شکار سے نکل جاتا ہے۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا فَوَاللّٰهِ! لَأَنْ أَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكْذِبَ عَلَيْهِ، وَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيْمَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ فَإِنَّ الْحَرْبَ خُدْعَةٌ، وَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ ، أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، لَا يُجَاوِزُ إِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ، كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَأَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، فَإِنَّ فِيْ قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))[بخاري، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج ...... الخ: ۶۹۳۰ـ مسلم : ۱۰۶۶]

”جب میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کروں تو اللہ کی قسم! میرا آسمان سے گرنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں آپ ﷺ پر جھوٹ باندھوں اور جب میں تم سے وہ بات کروں جو میرے اور تمھارے درمیان ہے تو بلاشبہ لڑائی دھوکا ہے۔ یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: ”آخر زمانے میں ایک ایسی قوم ظاہر ہوگی جو نوخیز اور کم عقل لوگوں پر مشتمل ہوگی۔ (بظاہر) وہ تمام مخلوق سے بہتر کلام (قرآن مجید) کو پڑھیں گے، لیکن ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے آر پار ہو جاتا ہے۔ تم انھیں جہاں بھی پاؤ انھیں قتل کر دو، کیونکہ ان کا قتل قیامت کے دن اس شخص کے لیے باعث اجر ہوگا جو انھیں قتل کرے گا۔“

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ بَعْدِيْ مِنْ أُمَّتِيْ، أَوْ سَيَكُوْنُ بَعْدِيْ مِنْ أُمَّتِيْ، قَوْمٌ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ حَلَاقِيْمَهُمْ، يَخْرُجُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَخْرُجُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ فِيْهِ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ))

[مسلم، كتاب الزكاة، باب الخوارج شر الخلق والخليقة : ۱۰۶۷]

”میرے بعد میری امت سے، یا (فرمایا) عنقریب میرے بعد میری امت سے ایک قوم ظاہر ہوگی جو قرآن پڑھے گی اور وہ اس کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ قوم دین سے ایسے نکل جائے گی جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، پھر اس (دین) میں واپس نہیں آئے گی۔ وہ انسانوں اور تمام مخلوقات میں بدترین مخلوق ہوگی۔“

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کا تذکرہ فرمایا جو آپ کی امت میں سے ہوگی اور لوگوں (مسلمانوں) کے افتراق کے وقت نکلے گی۔ ان کی نشانی سر منڈوانا ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ، أَوْ مِنْ أَشَرِّ الْخَلْقِ، يَقْتُلُهُمْ أَدْنَى الطَّائِفَتَيْنِ إِلَى الْحَقِّ» [مسلم، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم: ١٠٦٥]

”وہ مخلوق کے بدترین لوگ یا مخلوق کے بدترین لوگوں میں سے ہوں گے۔ ان کو دو گروہوں میں سے وہ گروہ قتل کرے گا جو حق کے قریب تر ہوگا۔“

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ الْهَرْجَ، قُلْنَا وَمَا الْهَرْجُ؟ قَالَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ، حَتَّى يَقْتُلَ الرَّجُلُ جَارَهُ وَابْنَ عَمِّهِ وَأَبَاهُ، قَالَ فَرَأَيْنَا مَنْ قَتَلَ أَبَاهُ زَمَانَ الْأَزَارِقَةِ» [مسند أبي يعلى: ٢٠٣/١٣، ح: ٧٢٣٤، وإسناده صحيح]

”یقیناً قیامت سے پہلے ہرج ہوگا۔“ ہم نے کہا: ”ہرج کیا ہے؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قتل، قتل (یعنی قتل عام ہوگا)، یہاں تک کہ آدمی اپنے پڑوسی کو قتل کرے گا، اپنے چچا زاد کو قتل کرے گا اور اپنے باپ کو قتل کرے گا۔“ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”ہم نے ازارقہ (خوارج کا ایک گروہ) کے زمانے میں اس شخص کو دیکھا جس نے اپنے باپ کو قتل کر دیا تھا۔“

سعید بن جُمہان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

((كِلَابُ النَّارِ شَرُّ قَتْلَى تَحْتَ ظِلِّ السَّمَاءِ، طُوْبَى لِمَنْ قَتَلُوْهُ، طُوْبَى لِأَبِيْكَ)) [الأحاديث المختارة للضياء المقدسي: ١٣/١١٠، ح: ١٨٠، و إسناده حسن لذاته، والنسخة الأخرى: ١٣/١٣٢، ح: ١٨٠۔ مسند أحمد: ٤/٣٨٢، ح: ١٩٤١٥، و إسناده حسن لذاته]

''جہنم کے کتے (یعنی خارجی) آسمان کے سائے تلے بدترین مقتول ہیں، مبارک ہو اس آدمی کے لیے جسے یہ (آگ کے کتے) قتل کریں۔'' (عبداللہ بن ابی اوفی نے سعید بن جمہان سے کہا) ''تمھارے باپ کو مبارک ہو (انھیں خارجیوں نے قتل کیا تھا)۔''

ثقہ وصدوق تابعی عاصم بن ضمرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((إِنَّ خَارِجَةً خَرَجَتْ عَلٰى حُكْمٍ، فَقَالُوْا لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ، فَقَالَ عَلِيٌّ إِنَّهُ لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ، وَلٰكِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ لَا إِمْرَةَ، وَلَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ أَمِيْرٍ، بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ، يَعْمَلُ فِيْ إِمَارَتِهِ الْمُؤْمِنُ وَيَسْتَمْتِعُ فِيْهَا الْكَافِرُ وَيُبَلِّغُ اللّٰهُ فِيْهَا الْأَجَلَ)) [مصنف ابن أبي شيبة: ٧/٥٥٧، ح: ٣٧٩٠٧، وإسناده صحيح۔ السنن الكبرى للبيهقي: ٨/٣١٩، ح: ١٦٧٦٤، والنسخة الأخرى: ٨/١٨٤]

''خارجی تحکیم کے مسئلہ میں (یہ نعرہ لے کر) نکلے کہ ''لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ'' (حکم صرف اللہ کا ہے) تو اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یقیناً حکم اللہ ہی کا ہے، مگر وہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ امارت بھی اللہ ہی کی ہے، حالانکہ لوگوں کے لیے امیر کا ہونا از حد ضروری ہے، وہ نیک ہو یا فاجر۔ مومن اس کی امارت میں (نیک) عمل کرتا ہے اور کافر اس میں فائدہ اٹھاتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کی مدت

تک پہنچا دیتا ہے۔“

مصعب بن سعد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ (سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) خوارج کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

«هُمْ قَوْمٌ زَاغُوْا فَأَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ» [مصنف ابن أبي شيبة: ٧/ ٥٦١، ح: ٣٧٩٢٦، و إسناده صحيح]

”وہ ایسی قوم ہے جو ٹیڑھی ہوگئی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبیداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب حروریہ نے خروج کیا اور وہ (عبیداللہ) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، حروریہ نے کہا: ”لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ“ یعنی حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيْدَ بِهَا بَاطِلٌ، إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَ نَاسًا، إِنِّي لَأَعْرِفُ صِفَتَهُمْ فِيْ هٰؤُلَاءِ، يَقُوْلُوْنَ الْحَقَّ بِأَلْسِنَتِهِمْ لَا يَجُوْزُ هٰذَا مِنْهُمْ، وَأَشَارَ إِلٰى حَلْقِهِ، مِنْ أَبْغَضِ خَلْقِ اللّٰهِ إِلَيْهِ، مِنْهُمْ أَسْوَدُ إِحْدٰى يَدَيْهِ طُبْيُ شَاةٍ أَوْ حَلَمَةُ ثَدْيٍ، فَلَمَّا قَتَلَهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْظُرُوْا، فَنَظَرُوْا فَلَمْ يَجِدُوْا شَيْئًا، فَقَالَ ارْجِعُوْا فَوَاللّٰهِ! مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِبْتُ، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا»

”یہ کلمۂ حق ہے جس سے باطل مراد لیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کی صفات بیان کیں، میں ان لوگوں میں ان صفات کو خوب پہچانتا ہوں۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) ”وہ اپنی زبانوں سے حق بات کہیں گے اور وہ (حق) ان کی اس جگہ (عبید نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا) سے آگے نہیں بڑھے گا۔ یہ اللہ کی مخلوق میں سے اس کے ہاں سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہیں۔ ان میں ایک سیاہ

رنگ کا آدمی ہوگا، اس کا ایک ہاتھ بکری کے تھن یا سر پستان کی طرح ہوگا۔"
(راوی بیان کرتے ہیں) جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کیا تو فرمایا: "اسے تلاش کرو۔" لوگوں نے تلاش کیا تو انھیں کچھ نہ ملا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پھر دو یا تین مرتبہ فرمایا: "اسے تلاش کرو، اللہ کی قسم! میں نے جھوٹ نہیں بولا اور نہ مجھے جھوٹ بتایا گیا ہے۔"

پھر لوگوں نے اسے ایک کھنڈر میں پالیا تو وہ اسے لے آئے، یہاں تک کہ اسے آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا۔ عبیداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی ان کے اس معاملے میں اور ان کے متعلق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بات کے وقت حاضر تھا۔ [مسلم، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج: ١٥٧/ ١٠٦٦]

اہلِ اسلام کو قتل کرنا اور بت پرستوں کو چھوڑ دینا

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا، أَوْ فِيْ عَقِبِ هٰذَا قَوْمًا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَ يَدَعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ، لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ » [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ و إلى عاد أخاهم هودا ﴾ ...... الخ : ٣٣٤٤، ٤٣٥١۔ مسلم : ١٠٦٤]

"اس شخص کی نسل (یعنی اس کی قوم میں) سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن تو پڑھیں گے لیکن وہ (قرآن) ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں انھیں پالوں تو ضرور انھیں ایسے قتل کروں جیسے قوم عاد قتل ہوئی ہے۔"

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ایک واضح معجزہ ثابت ہوا، ہو بہو یہ باتیں واقع ہوئیں، انھوں نے مسلمانوں کے خلاف تلواریں سونتیں اور کفار و یہود کے خلاف انھیں میان میں رکھا۔ خوارج کے ان قبیح ترین اوصاف کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ان کے ظہور کے وقت قتل کر دینے کی ترغیب دی ہے اور فرمایا کہ اگر خود میں ان کا دور پاؤں تو انھیں عاد و ثمود کی طرح قتل کر کے ان کا نام و نشان مٹا دوں اور فرمایا کہ جو انھیں قتل کرے گا وہ روز قیامت اللہ کے ہاں اجر عظیم کا مستحق ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خلیفۂ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان سے قتال کرنے اور انھیں تہ تیغ کرنے کا شرف بخشا، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ نشانیوں کے مطابق ان کا ظہور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا۔ آپ نے اپنی جس فوج کو شام کی مہم کے لیے تیار کیا تھا، آپ اسے لے کر خوارج کی طرف نکل پڑے اور نہروان میں ان سے لڑائی کی، تو چند افراد ہی بچ سکے، باقی سب تہ تیغ کر دیے گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے لڑائی کا آغاز نہیں کیا تھا، بلکہ جب انھوں نے ناحق خون بہایا، مسلمانوں کا مال لوٹا، قولاً و عملاً بدتمیزیاں کیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی سرکشی اور مظالم کے خلاف جنگ شروع کی۔

معرکۂ نہروان

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کے ساتھ گفت وشنید کے ذریعے سے ان سے یہ طے کیا تھا کہ وہ ناحق کسی کا خون نہیں بہائیں گے، کسی عام آدمی کو خوف زدہ نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی مسافر کا راستہ روکیں گے، اگر ان شرائط کی مخالفت ہوئی تو پھر جنگ ہی ہو گی۔ لیکن خوارج نے اپنے مخالفین کی تکفیر کے عقیدے کے پیش نظر اپنے مخالف کے خون اور مال کو حلال سمجھا اور مسلمانوں کا ناحق خون بہانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مختلف وفود بھیج کر انھیں سمجھایا گیا، جیسا کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما اپنے بارے میں فرماتے ہیں: ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مجھے اہلِ نہروان کی طرف (انھیں سمجھانے کے لیے) بھیجا تو میں نے انھیں تین مرتبہ دعوت دی۔'' [شرح معاني الآثار: ۲۱۲/۳، ح: ۵۱۱۱، و إسناده حسن لذاته، والنسخة الأخرى: ۱۱۳/۳، ح: ٤٩٩٦]

حمید بن ہلال رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبدالقیس قبیلہ کے ایک شخص نے بتایا کہ میں خوارج کا ساتھی تھا، جب میں نے ان میں ناپسندیدہ حرکتیں دیکھیں تو ان سے اس شرط پر علیحدگی اختیار کر لی کہ میں ان کے خلاف زیادہ باتیں نہیں کروں گا۔ ایک دفعہ میں ان کے ایک گروہ کے ساتھ تھا کہ انھوں نے ایک شخص کو گھبرائے ہوئے (ایک بستی سے) باہر آتے دیکھا، اس وقت اس شخص کے اور ان کے درمیان نہر حائل تھی۔ وہ نہر عبور کر کے اس کے پاس گئے اور کہنے لگے: ''گویا کہ ہم نے تجھے خوف زدہ کر دیا ہے؟'' اس نے کہا: ''ہاں (ایسا ہی ہے)۔'' انھوں نے کہا: ''تو کون ہے؟'' اس نے کہا: ''میں عبداللہ بن خباب بن

ارت ہوں۔" انھوں نے کہا: "تیرے پاس کوئی حدیث ہے جو تو ہمیں اپنے باپ کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرے؟" اس نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا:

« إِنَّ فِتْنَةً جَائِيَةً الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي فَإِذَا لَقِيتَهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ عَبْدَ اللّٰهِ الْمَقْتُولَ فَلَا تَكُنْ عَبْدَ اللّٰهِ الْقَاتِلَ »

"یقیناً ایک فتنہ آنے والا ہے جس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا، اگر تو ان (فتنہ پرور لوگوں) سے ملے اور تیرے بس میں ہو کہ تو عبداللہ قاتل نہیں بلکہ عبداللہ مقتول بنے تو ایسا ہی کرنا (یعنی تیرے لیے اس فتنے کے وقت میں قاتل بننے سے مقتول بننا بہتر ہے)۔"

راوی حمید بن ہلال رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: "پھر انھوں نے عبداللہ بن خباب بن ارت کو نہر کے قریب کیا اور اس کی گردن کاٹ دی۔ میں نے ان کا خون پانی کی سطح پر اس طرح بہتے دیکھا جیسے وہ جوتے کا ایک تسمہ ہے، جو پانی پر تیرتا چلا جا رہا ہے، یہاں تک کہ وہ چھپ گیا۔ پھر انھوں نے ان کی لونڈی کو بلایا اور اس کا پیٹ چاک کر دیا۔" [مصنف ابن أبي شيبة: ٧/٥٥٤، ٥٥٥، ح: ٣٧٨٩٦، وإسناده صحيح إلى حميد بن هلال، والرجل التائب من الخوارج لم أعرفه. الآحاد والمثاني: ١/١٦٥، ح: ٢٨٣]

سلمہ بن کہیل نے کہا کہ مجھے زید بن وہب الجہنی رحمہ اللہ نے حدیث سنائی کہ وہ اس لشکر میں شامل تھے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور خوارج کی طرف روانہ ہوا تھا۔ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ، لَيْسَ قِرَاءَ تُكُمْ إِلٰى قِرَاءَ تِهِمْ بِشَيْءٍ، وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلٰى صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ، وَلَا صِيَامُكُمْ إِلٰى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ، يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ، يَحْسِبُوْنَ أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ، لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِيْنَ يُصِيْبُوْنَهُمْ مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَّكَلُوْا عَنِ الْعَمَلِ، وَآيَةُ ذٰلِكَ أَنَّ فِيْهِمْ رَجُلًا، لَعَلَّهُ قَالَ لَهُ عَضُدٌ وَلَيْسَ لَهُ ذِرَاعٌ، عَلٰى رَأْسِ عَضُدِهِ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ، عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ بِيْضٌ، فَتَذْهَبُوْنَ إِلٰى مُعَاوِيَةَ وَأَهْلِ الشَّامِ وَتَتْرُكُوْنَ هٰؤُلَاءِ يَخْلُفُوْنَكُمْ فِيْ ذَرَارِيِّكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَاللّٰهِ! إِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ يَكُوْنُوْا هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ وَأَغَارُوْا فِيْ سَرْحِ النَّاسِ، فَسِيْرُوْا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ))

''اے لوگو! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''میری امت میں سے ایک قوم نکلے گی، وہ (اتنا زیادہ) قرآن پڑھے گی کہ تمھاری قراءت ان کی قراءت کے مقابلے میں کچھ نہ ہوگی اور نہ تمھاری نمازوں کی ان کی نمازوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہوگی اور نہ ہی تمھارے روزوں کی ان کے روزوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہوگی، وہ قرآن پڑھیں گے اور خیال کریں گے کہ وہ ان کے حق میں ہے، حالانکہ وہ ان کے خلاف ہوگا۔ ان کی نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی، وہ اس طرح تیزی سے اسلام سے نکل جائیں گے جس طرح تیزی سے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔'' اگر وہ لشکر جو انھیں جا لے

گا (یعنی جو ان سے جہاد کرے گا) وہ جان لے کہ ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ان کے بارے میں کیا فیصلہ ہوا ہے تو وہ (باقی) عمل سے بے نیاز ہوکر صرف اسی عمل پر بھروسا کر لیں۔ اس گروہ کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک آدمی ہوگا جس کا ایک بازو (کندھے سے لے کر کہنی تک کا حصہ) ہوگا، اس بازو کی کلائی نہیں ہوگی، اس کے بازو کا سرا پستان کی نوک کی طرح ہوگا جس پر سفید بال ہوں گے۔ تم لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کی طرف جا رہے ہو اور ان (لوگوں) کو چھوڑ رہے ہو جو تمھارے بعد تمھارے بچوں اور تمھارے اموال پر آ پڑیں گے۔ اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ یہ وہی قوم ہے، کیوں کہ انھوں نے (مسلمانوں کا) حرمت والا خون بہایا ہے اور لوگوں کے مویشیوں پر غارت گری کی ہے۔ اللہ کا نام لے کر (ان کی طرف) چلو۔''

سلمہ بن کہیل بیان کرتے ہیں کہ پھر زید بن وہب رحمہ اللہ نے مجھے (سفر کی) ایک ایک منزل کا حال بیان کیا (یعنی ہر منزل کے بارے میں تفصیل سے بتایا) یہاں تک کہ انھوں نے بتایا کہ ہم ایک پل پر سے گزرے، پھر جب ہمارا (خوارج سے) آمنا سامنا ہوا تو اس دن خوارج کا سپہ سالار عبداللہ بن وہب راسبی تھا، اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا: ''اپنے نیزے پھینک دو اور اپنی تلواریں میان سے نکال لو، اس لیے کہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمھارے سامنے (صلح کے لیے اللہ کا نام) پکاریں گے جس طرح انھوں نے حروراء کے دن تمھارے سامنے پکارا تھا۔'' تو وہ لوگ واپس ہوئے اور انھوں نے اپنے نیزے دور پھینک دیے اور تلواریں سونت لیں تو (لشکر علی رضی اللہ عنہ کے) لوگ انھی نیزوں کے ساتھ ان پر پل پڑے اور خارجی یکے بعد دیگرے قتل ہوتے رہے۔ اس روز (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے) لوگوں میں سے صرف دو آدمی قتل ہوئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((اِلْتَمِسُوْا فِيْهِمُ الْمُخْدَجَ)) ''ان میں ایک ہاتھ والے کو تلاش کرو۔'' لوگوں نے اسے تلاش کیا لیکن وہ نہ ملا۔ تو سیدنا

علی رضی اللہ عنہ خود کھڑے ہوئے اور ان لوگوں کے پاس آئے جو قتل ہو کر ایک دوسرے کے اوپر گرے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((أَخِّرُوْهُمْ)) ''ان کو ہٹاؤ۔'' تو انھوں نے اسے (لاشوں کے نیچے سے) زمین سے لگا ہوا پایا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہتے ہوئے فرمایا:

((صَدَقَ اللّٰهُ، وَبَلَّغَ رَسُوْلُهُ))

''اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور اس کے رسول نے (پیغام الٰہی کو ٹھیک ٹھیک ہم تک) پہنچا دیا۔''

راوی زید بن وہب بیان کرتے ہیں: ''پھر عبیدہ سلمانی کھڑے ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے حاضر ہو کر کہنے لگے: ''اے امیر المومنین! اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! کیا واقعی یہ حدیث آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((إِيْ، وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ!)) ''ہاں، اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! (میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے سنی ہے)۔'' یہاں تک کہ اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے تین دفعہ قسم لی اور آپ اس کے سامنے قسم اٹھاتے رہے۔'' [مسلم، کتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج : ١٥٦/ ١٠٦٦۔ السنة لابن أبي عاصم : ٢/ ٤٤٤، ح: ٩١٦]

ثقہ وصدوق تابعی عمرو بن سلمہ ہمدانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ بَابِ عَبْدِاللّٰهِ نَنْتَظِرُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَيْنَا فَخَرَجَ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا أَنَّ قَوْمًا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، وَايْمُ اللّٰهِ! لَا أَدْرِيْ لَعَلَّ أَكْثَرَهُمْ مِنْكُمْ، قَالَ فَقَالَ عَمْرُو ابْنُ سَلَمَةَ فَرَأَيْنَا عَامَّةَ أُولٰئِكَ يُطَاعِنُوْنَا يَوْمَ النَّهْرَوَانِ مَعَ الْخَوَارِجِ))

[مصنف ابن أبي شيبة: ٧/ ٥٥٣، ح : ٣٧٨٩٠، وإسناده حسن لذاته۔ سنن

الدارمي: ۱/ ۲۸٦، ح: ۲۱۰، وإسناده حسن لذاته]

''ہم سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر ان کا انتظار کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آئیں (اور ہم ان کی معیت میں نماز کے لیے مسجد میں جائیں)۔ جب وہ آئے تو انھوں نے ایک حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا: '' (عنقریب) ایک قوم ظاہر ہوگی جو (کثرت سے) قرآن کی تلاوت کرے گی لیکن قرآن مجید ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔'' (ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) '' اللہ کی قسم! (مسجد میں نئی نئی بدعات ایجاد کرنے والو!) میں نہیں جانتا کہ شاید ان لوگوں کی اکثریت تم میں سے ہو۔'' (یہ لوگ مسجد میں نماز سے پہلے مختلف حلقے بنا کر کنکریوں پر تکبیر و تہلیل اور تسبیح پڑھا کرتے تھے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کے اس عمل کو بدعت و گمراہی قرار دیا) عمرو بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''پھر ہم نے دیکھا کہ ان لوگوں کی اکثریت جنگِ نہروان والے دن خارجیوں کے ساتھ مل کر ہم پر تیر و نیزے چلا رہی تھی۔''

ابو حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس امت پر عذاب نہیں ہے، اس امت کا عذاب ان کے اپنے ہی ہاتھوں میں ہے۔'' ان سے پوچھا گیا: ''اس امت کا عذاب ان کے اپنے ہی ہاتھوں میں کیسے ہے؟'' تو انھوں نے فرمایا:

((أَلَيْسَ صِفِّيْنُ كَانَ عَذَابًا؟ أَلَيْسَ النَّهْرَوَانُ كَانَ عَذَابًا؟ أَلَيْسَ الْجَمَلُ كَانَ عَذَابًا؟)) [مسند إسحاق بن راهويه: ۱/ ۲٦۰، ح: ۲۲۷، وإسناده صحيح]

''کیا جنگِ صفین عذاب نہیں تھی؟ کیا جنگِ نہروان عذاب نہیں تھی؟ کیا جنگِ جمل عذاب نہیں تھی؟''

ابو غالب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا کہ اس دوران خارجیوں کے سر لائے گئے اور انھیں دمشق کی مسجد کی سیڑھیوں پر نصب کر دیا گیا۔ تو ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((كِلَابُ النَّارِ، قَالَهَا ثَلَاثًا، شَرُّ قَتْلَى قُتِلُوْا تَحْتَ ظِلِّ السَّمَاءِ، خَيْرُ قَتْلَى مَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ، قَالَهَا ثَلَاثًا))

"یہ جہنم کے کتے ہیں۔" آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی (پھر فرمایا) "یہ وہ بدترین مقتول ہیں جنھیں آسمان کے سائے تلے قتل کیا گیا اور بہترین مقتول وہ ہیں جنھوں نے (پہلے) ان خارجیوں کو قتل کیا اور پھر ان خارجیوں نے انھیں قتل کر دیا۔" آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بھی تین مرتبہ فرمائی۔"

میں نے پوچھا: "کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی یا آپ اپنی رائے سے یہ بات کہہ رہے ہیں؟" آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((إِنِّيْ إِذًا لَجَرِيْءٌ، إِنِّي إِذًا لَجَرِيْءٌ، بَلْ شَيْءٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) [مسند أبي داوٗد الطيالسي: ٢/ ٤٥٥، ح: ١٢٣٢، وإسناده حسن لذاته۔ ترمذي: ٣٠٠٠]

"(اگر میں اپنی طرف سے ایسی بات کروں تو پھر) یقیناً میں بڑا دلیر ہوں، پھر تو میں یقیناً بڑا دلیر ہوں! (یہ میری رائے نہیں) بلکہ یہ ایسی بات ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔"

ثقہ وصدوق تابعی سعید بن جُمہان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، وہ نابینا تھے۔ میں نے انھیں سلام کہا تو انھوں نے مجھ سے پوچھا: "آپ کون ہیں؟" میں نے کہا: "میں سعید بن جُمہان ہوں۔" انھوں نے کہا: "تمھارے باپ کا کیا بنا؟" میں نے کہا: "انھیں ازارقہ (خارجیوں) نے قتل کر دیا ہے۔" تو

انھوں نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْأَزَارِقَةَ، لَعَنَ اللّٰهُ الْأَزَارِقَةَ، حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ كِلَابُ النَّارِ»

''اللہ تعالیٰ ازارقہ پر لعنت کرے، اللہ تعالیٰ ازارقہ پر لعنت کرے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیان فرمایا: ''یہ جہنم کے کتے ہیں۔''

میں نے کہا: ''کیا صرف (خارجیوں کے ایک گروہ) ازارقہ کے بارے میں فرمایا یا سارے خوارج کا (یہی حکم ہے)؟'' انھوں نے فرمایا: «بَلِ الْخَوَارِجُ كُلُّهَا» ''بلکہ تمام خوارج کے لیے فرمایا۔'' میں نے کہا: ''سلطان لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور لوگوں کے ساتھ یہ یہ کچھ کرتا ہے (اس کا کیا حکم ہے)؟'' اس پر انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر سختی سے دبایا اور فرمایا:

«وَيْحَكَ يَا ابْنَ جُمْهَانَ! عَلَيْكَ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ، عَلَيْكَ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ، إِنْ كَانَ السُّلْطَانُ يَسْمَعُ مِنْكَ، فَأْتِهِ فِي بَيْتِهِ، فَأَخْبِرْهُ بِمَا تَعْلَمُ، فَإِنْ قَبِلَ مِنْكَ، وَإِلَّا فَدَعْهُ، فَإِنَّكَ لَسْتَ بِأَعْلَمَ مِنْهُ» [مسند أحمد: ٤/٣٨٢، ٣٨٣، ح: ١٩٤١٥، وإسناده حسن لذاته ـ المخلصيات: ٣/ ٤٤٠، ح: ٢٨٧١]

''تجھ پر افسوس! اے ابن جُمہان! سواد اعظم کو لازم پکڑو، سواد اعظم کو لازم پکڑو، اگر سلطان تمھاری بات سنتا ہے تو اس کے گھر جا کر اسے ان باتوں سے آگاہ کرو جو تم جانتے ہو۔ اگر وہ تمھاری بات تسلیم کر لے تو ٹھیک، ورنہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، اس لیے کہ آپ اس سے بہتر نہیں جانتے۔''

ابو غالب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ملک شام میں تھا کہ مہلب رحمہ اللہ نے ساٹھ (٦٠) خارجیوں کے سر بھیجے، انھیں دمشق کی سیڑھیوں پر نصب کر دیا گیا۔ میں اپنے گھر کی چھت پر تھا کہ (دیکھا کہ) سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ (ادھر سے) گزرے ہیں، تو میں (چھت سے) اتر کر

ان کے پیچھے چل پڑا۔ جب وہ خارجیوں کے سروں کے پاس رکے تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے اور انھوں نے فرمایا:

« سُبْحَانَ اللّٰهِ ، مَا يَصْنَعُ الشَّيْطَانُ بِبَنِي آدَمَ، ثَلَاثًا، كِلَابُ جَهَنَّمَ، كِلَابُ جَهَنَّمَ، شَرُّ قَتْلَى تَحْتَ ظِلِّ السَّمَاءِ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، خَيْرُ قَتْلَى مَنْ قَتَلُوْهُ، طُوْبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ أَوْ قَتَلُوْهُ »

''سبحان اللہ! شیطان ابن آدم کے ساتھ کیا کیا کھیل کھیلتا ہے۔'' یہ بات انھوں نے تین بار دہرائی، پھر فرمایا: ''یہ لوگ جہنم کے کتے ہیں، یہ لوگ جہنم کے کتے ہیں، یہ آسمان کے سائے کے نیچے بدترین مقتول ہیں۔'' یہ بات بھی انھوں نے تین بار دہرائی، پھر فرمایا: ''بہترین مقتول وہ ہے جسے یہ خارجی قتل کریں۔ خوش خبری ہے اس کے لیے جو ان خارجیوں کو قتل کرے یا جسے یہ خارجی قتل کریں۔''

پھر سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اے ابو غالب! اللہ تعالیٰ تجھے ان (کے شر) سے محفوظ رکھے۔'' میں نے پوچھا: ''میں نے آپ کو دیکھا کہ جب آپ نے ان خارجیوں کو دیکھا تو آپ رو پڑے؟'' انھوں نے فرمایا: ''ان پر ترس کھاتے ہوئے، کیوں کہ یہ لوگ اہل اسلام میں سے تھے (پھر یہ اسلام سے نکل گئے)۔'' پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڤ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

[آل عمران : ۷]

''وہی ہے جس نے تجھ پر یہ کتاب اتاری، جس میں سے کچھ آیات محکم ہیں، وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، پھر جن لوگوں کے دلوں میں تو کجی ہے وہ اس میں سے ان کی پیروی کرتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، فتنے کی تلاش کے لیے اور ان کی اصل مراد کی تلاش کے لیے، حالانکہ ان کی اصل مراد نہیں جانتا مگر اللہ اور جو علم میں پختہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت قبول نہیں کرتے مگر جو عقلوں والے ہیں۔''

پھر سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہی لوگ تھے جن کے دلوں میں کجی اور ٹیڑھ پن تھا اور وہ ٹیڑھے ہو گئے۔''

پھر یہ آیات تلاوت کیں:

﴿ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ‎﴿١٠٥﴾‏ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ‎﴿١٠٦﴾‏ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴾ [آل عمران : ۱۰۵ تا ۱۰۷]

''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام آ چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟ تو عذاب چکھو، اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔ اور رہے وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے، سو اللہ کی رحمت میں ہوں گے، وہ

اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

میں نے کہا: ”اے ابوامامہ! وہ یہ لوگ ہیں؟“ تو انھوں نے فرمایا: ”ہاں! (وہ یہی لوگ ہیں)۔“ میں نے کہا: ”آپ یہ بات اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں یا آپ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟“ انھوں نے فرمایا: ”پھر تو میں بڑا جری ہوں (اگر میں یہ بات اپنی طرف سے کروں) میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے ایک مرتبہ نہیں، دو مرتبہ نہیں۔“ یہاں تک کہ انھوں نے اسے سات تک شمار کیا (یعنی بارہا سن چکے ہیں)۔

[السنن الکبری للبیهقي: ٨/ ٣٢٦ ، ح : ١٦٧٨٣، وإسناده حسن لذاته، والنسخة الأخرٰی : ٨/ ١٨٨۔ مسند أحمد: ٥/ ٢٥٣، ح:٢٢٥٣٦، وإسناده حسن لذاته]

ابوالوضیٔ عباد ﷫ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا علی بن ابی طالب ﷜ کے ساتھ کوفہ جا رہے تھے، جب ہم مقام حروراء سے دو یا تین رات کی مسافت پر پہنچے تو ہم میں سے بہت سے لوگ الگ ہوگئے، جب ہم نے اس کا ذکر سیدنا علی ﷜ سے کیا تو انھوں نے فرمایا:

((لَا یَهُوْلَنَّكُمْ أَمْرُهُمْ فَإِنَّهُمْ سَیَرْجِعُوْنَ))

”تمھیں ان کا یہ معاملہ (یعنی ان کا الگ ہونا) ہرگز خوف زدہ نہ کرے، کیونکہ عنقریب وہ لوگ واپس آجائیں گے۔“

پھر انھوں نے ایک طویل حدیث بیان کی۔ سیدنا علی بن ابی طالب ﷜ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا:

((إِنَّ خَلِیْلِيْ أَخْبَرَنِيْ أَنَّ قَائِدَ هٰؤُلَاءِ رَجُلٌ مُخْدَجُ الْیَدِ، عَلٰی حَلَمَةِ ثَدْیِهِ شَعَرَاتٌ، كَأَنَّهُنَّ ذَنَبُ الْیَرْبُوْعِ))

”یقیناً میرے خلیل (رسول اللہ ﷺ) نے مجھے خبر دی کہ ان لوگوں کا قائد ہاتھ کٹا شخص ہوگا۔ (اس کے کٹے ہوئے ہاتھ کا سرا پستان کی نوک کی طرح ہوگا اور) اس کے (اس) پستان کی نوک (کی طرح جگہ) پر چند (سفید) بال ہوں گے،

جس طرح یربوع (چوہے جیسے جانور) کی دم ہوتی ہے (لہٰذا تم اسے تلاش کرو)۔"

(راوی بیان کرتا ہے کہ) لوگوں نے اسے بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملا، تو ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمیں وہ نہیں ملا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اِلْتَمِسُوْہُ ، فَوَاللّٰہِ ! مَا کَذَبْتُ وَلَا کُذِبْتُ))

"اسے تلاش کرو، اللہ کی قسم! نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مجھ سے جھوٹ نہیں بولا)۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ تین مرتبہ دہرائے۔ ہم نے پھر (آ کر) کہا کہ ہمیں وہ شخص نہیں مل رہا، تو آپ رضی اللہ عنہ خود تشریف لائے اور فرمانے لگے:

((اِقْلِبُوْا ذَا، اِقْلِبُوْا ذَا، حَتّٰی جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْکُوْفَۃِ فَقَالَ ھُوَ ذَا، قَالَ عَلِيٌّ اَللّٰہُ أَکْبَرُ، لَا یَأْتِیْکُمْ أَحَدٌ یُخْبِرُکُمْ مَنْ أَبُوْہُ ؟ فَجَعَلَ النَّاسُ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا مَالِکٌ، ھٰذَا مَالِکٌ، یَقُوْلُ عَلِيٌّ ابْنُ مَنْ ھُوَ؟)) [مسند أحمد : ۲/ ۱٤۰، ۱٤۱، ح : ۱۱۸۹، وإسنادہ صحیح]

"اسے الٹو، اسے پلٹو۔" یہاں تک کہ ایک کوفی شخص نے آ کر بتایا کہ وہ یہ پڑا ہے۔ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ اکبر! تمھیں کوئی بھی آدمی یہ نہیں بتائے گا کہ اس کا باپ کون ہے؟" لوگ کہنے لگے: "یہ مالک ہے، یہ مالک ہے۔" سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مگر یہ بیٹا کس کا ہے؟"

ثقہ تابعی عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((أَنَّ عَلِیًّا ذَکَرَ أَھْلَ النَّھْرَوَانِ [الْخَوَارِجَ]، فَقَالَ فِیْھِمْ رَجُلٌ مُّخْدَجُ الْیَدِ أَوْ مُوْدَنُ الْیَدِ، أَوْ مَثْدُوْنُ الْیَدِ، لَوْ لَا أَنْ تَبْطَرُوْا لَحَدَّثْتُکُمْ بِمَا وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ یَقْتُلُوْنَھُمْ عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ، قَالَ فَقُلْتُ لِعَلِيٍّ آنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ إِيْ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ ! إِيْ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ! إِيْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ!))

[مسلم، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج : ١٥٥ / ١٠٦٦۔ مسند أحمد : ١ / ١١٣، ح : ٩٠٤، و إسناده صحيح]

''یقیناً سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اہل نہروان یعنی خوارج کا ذکر کیا اور فرمایا: ''ان میں ایک آدمی ناقص ہاتھ والا یا چھوٹے ہاتھ والا یا (فرمایا) کٹے ہوئے ہاتھ والا ہوگا، اگر مجھے تمھارے اترانے کا ڈر نہ ہوتا تو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انھیں قتل کرنے والوں کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے وعدہ فرمایا ہے وہ میں تمھیں ضرور بتاتا۔'' عبیدہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ''کیا آپ نے یہ (وعدہ براہ راست) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''ہاں، رب کعبہ کی قسم! ہاں، رب کعبہ کی قسم! ہاں، رب کعبہ کی قسم!''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خوارج سے برتاؤ

شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((لَمْ يَسْبِ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمَ الْجَمَلِ وَلَا يَوْمَ النَّهْرَوَانِ))

[السنن الكبرى للبيهقي : ٨/٣١٥ ، ح : ١٦٧٥٠ ، وإسناده حسن لذاته، والنسخة الأخرى: ٨/١٨٢]

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جنگِ جمل اور جنگِ نہروان کے دن کسی کو قیدی نہیں بنایا۔''

شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((قَالَ رَجُلٌ مَنْ يَتَعَرَّفُ الْبُغَاةَ يَوْمَ قُتِلَ الْمُشْرِكُوْنَ، يَعْنِيْ أَهْلَ النَّهْرَوَانِ؟ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ مِنَ الشِّرْكِ فَرُّوْا، قَالَ فَالْمُنَافِقُوْنَ؟ قَالَ الْمُنَافِقُوْنَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا، قَالَ فَمَا هُمْ؟ قَالَ قَوْمٌ بَغَوْا عَلَيْنَا فَنُصِرْنَا عَلَيْهِمْ)) [السنن الكبرى للبيهقي : ٨/٣٠٢ ، ح : ١٦٧٢٢ ، و إسناده حسن لذاته، والنسخة الأخرى: ٨/ ١٧٤]

''ایک آدمی نے (اہل نہروان کے متعلق سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے) پوچھا: ''نہروان کے دن قتل ہونے والے کیا مشرک تھے؟'' اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''شرک سے تو وہ بھاگے تھے۔'' اس نے کہا: ''تو پھر کیا وہ منافق تھے؟'' فرمایا: ''منافقین تو اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔'' اس نے پوچھا: ''پھر وہ کیا تھے؟'' فرمایا: ''وہ ایک ایسی قوم تھی کہ انھوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی تو (اللہ تعالیٰ

کی طرف سے) ان کے خلاف ہماری مدد کی گئی۔"

سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كُنْتُ عِنْدَ عَلِيٍّ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ قِتَالِ أَهْلِ النَّهْرَوَانِ فَقِيْلَ لَهُ أَمُشْرِكُوْنَ هُمْ؟ قَالَ مِنَ الشِّرْكِ فَرُّوْا، فَقِيْلَ مُنَافِقُوْنَ؟ قَالَ: الْمُنَافِقُوْنَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا، قِيْلَ فَمَا هُمْ؟ قَالَ قَوْمٌ بَغَوْا عَلَيْنَا فَقَاتَلْنَاهُمْ)) [تعظیم قدر الصلاة للمروزي: ۲/۵۴۳، ح: ۵۹۱، و إسناده صحیح]

"میں اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب آپ جنگِ نہروان سے فارغ ہوئے، تو (اس موقع پر) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: "کیا وہ لوگ مشرک تھے؟" آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "شرک سے تو وہ بھاگے تھے۔" پھر پوچھا گیا: "کیا وہ منافق تھے؟" آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "منافقین تو اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔" پھر پوچھا گیا: "تو وہ کون تھے؟" آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وہ ایک ایسی قوم تھی جس نے ہمارے خلاف بغاوت کی تو ہم نے ان سے قتال کیا۔"

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "میں جنگِ صفین میں شامل تھا، وہ لوگ (یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی) نہ تو کسی زخمی کو قتل کرتے، نہ کسی بھاگنے والے کو مارتے اور نہ ہی کسی مقتول کا سامان لوٹتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اختلاف کی خبر دی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی دو (بڑی) جماعتوں کے درمیان ہوگا:

((فَتَخْرُجُ مِنْ بَيْنِهِمَا مَارِقَةٌ يَقْتُلُهَا أُوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ))

[الاعتقاد للبيهقي: ۱/۳۷۶، و إسناده صحيح]

"ان دونوں جماعتوں میں سے ایک تیسری جماعت (مارقہ) نکلے گی، جسے ان دونوں جماعتوں میں سے وہ جماعت قتل کرے گی جو حق کے زیادہ قریب ہوگی۔"

ثقہ محدث امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ اختلاف سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مخالفین (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ واہل شام) کے مابین ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں گروہوں کو اپنی امت میں شمار کیا، پھر ان میں سے یہ مارقہ (خروج کرنے والی جماعت) نکلی، جسے اہل نہروان کہا جاتا ہے۔ اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے قتل کیا، اس لیے ان کی جماعت دوسری جماعت کے مقابلہ میں حق کے زیادہ قریب تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیزی سے خروج کرنے والی جماعت کی علامات بیان کرتے ہوئے اس (ہاتھ کٹے) ناقص آدمی کے بارے میں بھی بتایا جو اس جماعت میں موجود تھا اور اسے اس کی اس علامت کی وجہ سے پہچانا گیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھی اور اس کی وضاحت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کی گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے بارے میں مطلع فرمانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس کی تصدیق ہو جانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل میں سے ہے۔ اس سے امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس حوالے سے فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ وہ ان لوگوں کو قتل کرنے میں حق بجانب تھے۔ جس وقت اس ناقص الاعضاء شخص کی لاش ملی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس پر سجدۂ شکر ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان لوگوں کو قتل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔''

[الاعتقاد للبیھقي : ١/ ٣٧٦]

مالک بن حارث رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نہروان کے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ناقص جسم والے شخص کو تلاش کیا مگر وہ نہ ملا، جس سے ان کی پیشانی عرق آلود ہوگئی اور انھیں بڑا صدمہ ہوا۔ پھر وہ مل گیا تو اسے دیکھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سجدے میں گر گئے، پھر فرمایا:

((وَاللّٰهِ! مَا كَذَبْتَ وَلَا كُذِّبْتَ)) [مستدرك حاكم: ٢/ ١٥٤، ح : ٢٦٥٨، وإسناده حسن لذاته]

''اللہ کی قسم! نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ بولا اور نہ آپ کو جھوٹا کہا گیا۔''

مصعب بن سعد رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ (سیدنا

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) سے اس آیت : ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِيْنَ أَعْمَالًا ؕ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾ [الكهف : ١٠٣، ١٠٤] (کہہ دے کیا ہم تمھیں وہ لوگ بتائیں جو اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔ وہ لوگ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں ضائع ہوگئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں) کے متعلق سوال کیا: ”کیا ان (لوگوں) سے مراد حروری (خارجی) ہیں؟“ انھوں نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ ان سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہودیوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور نصاریٰ نے جنت کا انکار کیا اور کہا کہ اس میں کھانا پینا نہیں ہے۔ حروری (خارجی) تو وہ لوگ ہیں جو اللہ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں، ان کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَ يَقْطَعُوْنَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ أَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ ؕ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ [البقرة : ٢٧]

”وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو، اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس چیز کو قطع کرتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔“

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ انھیں فاسق کا نام دیتے تھے۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿قل هل ننبئكم ......﴾ : ٤٧٢٨۔ مصنف ابن أبي شيبة : ٧/٥٦٠، ح : ٣٧٩١٦]

ثقہ وصدوق تابعی ابو حفص سعید بن جُمہان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ہم سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی معیت میں خوارج کے ساتھ قتال کر رہے تھے کہ اس دوران سیدنا عبد اللہ ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کا غلام دوسری جانب خوارج کے ساتھ جا ملا، تو ہم نے اسے آواز دی: ”اے فیروز! اے فیروز! عبد اللہ بن ابی اوفیٰ (رضی اللہ عنہ) یہ ہیں۔“ اس نے کہا: ”وہ بہت اچھے آدمی ہیں اگر ہجرت کر لیں۔“ سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ”وہ اللہ کا دشمن کیا

کہہ رہا ہے؟'' انھیں بتایا گیا کہ وہ کہہ رہا ہے: ''عبداللہ بہت اچھے آدمی ہیں اگر ہجرت کر لیں۔'' تو عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((هِجْرَةٌ بَعْدَ هِجْرَتِي مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ يُرَدِّدُهَا ثَلَاثًا، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ، ثَلَاثًا)) [الأحاديث المختارة للضياء المقدسي: ١٣/ ١١٠، ح: ١٧٩، وإسناده حسن لذاته۔ السنة لابن أبي عاصم: ٢/ ٤٣٨، ٤٣٩، ح: ٩٠٦]

''کیا میں اس ہجرت کے بعد ہجرت کروں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی تھی؟'' یہ بات تین بار دہرائی، پھر فرمایا: ''حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''خوش خبری ہو اس شخص کے لیے جو ان (خارجیوں) کو قتل کرے اور اس کے لیے جسے وہ قتل کر ڈالیں۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بھی تین بار دہرائی۔''

ثقہ وصدوق امام حرب بن اسماعیل الکرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا: ''کیا کوئی شخص کسی خارجی کو اپنا غلام فروخت کر سکتا ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے پوچھا: ''کیا کوئی شخص انھیں خوراک اور کپڑے فروخت کر سکتا ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے کہا: ''اگر وہ اسے (اس کے لیے) مجبور کریں تو؟'' تو انھوں نے ایسی ہر چیز کو ناپسند کیا۔ میں نے کہا: ''کیا وہ ان سے کوئی چیز خرید سکتا ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''ان سے خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے۔'' [السنة للخلال: ١/ ١٥٥، ح: ١٣٢، وإسناده صحيح]

باب 6

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا سفرِ آخرت

- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری ایام
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت
- صحابہ کرام اور سلف صالحین کا خراج تحسین

ثقہ تابعی عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، انھوں نے فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ قَدْ سَئِمْتُھُمْ وَسَئِمُوْنِيْ، وَمَلَلْتُھُمْ وَ مَلُّوْنِيْ، فَأَرِحْنِيْ مِنْھُمْ وَأَرِحْھُمْ مِنِّيْ، مَا يَمْنَعُ أَشْقَاكُمْ أَنْ يَخْضِبَھَا بِدَمٍ))

''اے اللہ! میں نے انھیں مایوس کیا اور انھوں نے مجھے مایوس کیا، میں نے انھیں اکتایا اور انھوں نے مجھے اکتایا، پس تو مجھے ان سے نجات دے اور انھیں مجھ سے نجات دے۔ تمھارے سب سے بدبخت آدمی (یعنی قاتل) کے لیے کوئی چیز اس بات سے مانع نہیں ہے کہ وہ اس (ڈاڑھی) کو خون میں رنگ دے۔''

عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''اس وقت آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اپنی ڈاڑھی پر رکھا ہوا تھا۔'' [جامع معمر بن راشد : ۱۱/ ۳۱۵، ح: ۲۰۶۳۷، وإسناده صحيح]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری ایام

شہادت کی دعا

ثقہ تابعی عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، انھوں نے فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ قَدْ سَئِمْتُھُمْ وَسَئِمُوْنِيْ، وَمَلَلْتُھُمْ وَمَلُّوْنِيْ، فَأَرِحْنِي مِنْھُمْ وَأَرِحْھُمْ مِنِّيْ، مَا یَمْنَعُ أَشْقَاکُمْ أَنْ یَخْضِبَھَا بِدَمٍ))

”اے اللہ! میں نے انھیں مایوس کیا اور انھوں نے مجھے مایوس کیا، میں نے انھیں اکتایا اور انھوں نے مجھے اکتایا، پس تو مجھے ان سے نجات دے اور انھیں مجھ سے نجات دے۔ تمھارے سب سے بدبخت آدمی (یعنی قاتل) کے لیے کوئی چیز اس بات سے مانع نہیں ہے کہ وہ اس (ڈاڑھی) کو خون میں رنگ دے۔“

عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ”اس وقت آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اپنی ڈاڑھی پر رکھا ہوا تھا۔“ [جامع معمر بن راشد : ۱۱/ ۳۱۵، ح : ۲۰۶۳۷، وإسنادہ صحیح]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں کافی الحاح وزاری سے دعائیں کیں۔ چنانچہ سیدنا جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ازدحام کر دیا، یہاں تک کہ انھوں نے آپ کے قدموں کو روند ڈالا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ مَلَلْتُھُمْ وَمَلُّوْنِيْ، وَأَبْغَضْتُھُمْ وَأَبْغَضُوْنِيْ، فَأَرِحْنِي

مِنْهُمْ وَأَرِحْهُمْ مِنِّيْ » [الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم : ١/ ١٣٧، ١٥١، ح: ١٥٦، ١٨٤، وإسناده صحيح۔ مصنف ابن أبي شيبة : ٧/ ٤٤٣، ح : ٣٧٠٩٦]

''اے اللہ! میں نے انھیں اکتا دیا اور انھوں نے مجھے اکتا دیا، میں نے ان سے نفرت کی اور انھوں نے مجھ سے نفرت کی، لہٰذا تو مجھے ان سے اور انھیں مجھ سے نجات دے۔''

ثقہ تابعی ابو صالح الحنفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انھوں نے مصحف (قرآن مجید) لیا اور اسے اپنے سر پر رکھا، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ اس کے اوراق الٹ پلٹ ہو رہے تھے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« اَللّٰهُمَّ إِنَّهُمْ مَنَعُوْنِيْ أَنْ أَقُوْمَ فِي الْأُمَّةِ بِمَا فِيْهِ فَأَعْطِنِيْ ثَوَابَ مَا فِيْهِ ، ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ قَدْ مَلَلْتُهُمْ وَمَلُّوْنِيْ وَأَبْغَضْتُهُمْ وَأَبْغَضُوْنِيْ وَحَمَلُوْنِيْ عَلٰى غَيْرِ طَبِيْعَتِيْ وَ خُلُقِيْ وَ أَخْلَاقٍ لَمْ تَكُنْ تُعْرَفُ لِيْ فَأَبْدِلْنِيْ بِهِمْ خَيْرًا مِنْهُمْ وَأَبْدِلْهُمْ بِيْ شَرًّا مِنِّيْ، اَللّٰهُمَّ أَمِتْ قُلُوْبَهُمْ مَيْتَ الْمِلْحِ فِي الْمَاءِ » [المعرفة والتاريخ للفارسي : ٢/ ٧٥١، و إسناده صحيح۔ البداية والنهاية لابن كثير : ٨/ ١٣۔ تاريخ دمشق : ٤٢/ ٥٣٤، ٥٣٥، و إسناده صحيح۔ أنساب الأشراف للبلاذري : ٢/ ٣٨٣، ح : ٤٥٥]

''اے اللہ! ان لوگوں نے مجھے اس سے روک رکھا ہے کہ میں اس امت میں ان اسباب کے ساتھ قائم رہوں جو اسے قائم رکھنے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے اس کا اجر و ثواب عطا فرما۔'' پھر فرمایا: ''اے اللہ! میں نے انھیں اکتا دیا اور انھوں نے مجھے اکتا دیا، میں نے ان سے نفرت کی اور انھوں نے مجھ سے نفرت کی اور انھوں نے مجھے ایسی چیز پر مجبور کیا جو میری طبیعت و فطرت کے منافی ہے اور ایسے اخلاق کی طرف مجبور کیا جو کبھی بھی میرا تعارف نہیں رہا۔ (اے اللہ!) مجھے

ان کے بدلے میں ان سے کہیں اچھے لوگ عطا فرما اور انھیں میری جگہ کوئی برا حاکم دے۔ اے اللہ! ان لوگوں کے دلوں کو اس طرح مردہ اور ختم کر دے جس طرح نمک پانی میں پگھل کر ختم ہو جاتا ہے۔''

ثقہ و متقن تابعی عبیداللہ بن ابی رافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے (ازدحام کی وجہ سے) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ایڑیوں کو روند ڈالا تو میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ قَدْ مَلَلْتُهُمْ وَمَلُّوْنِي فَأَبْدِلْنِيْ بِهِمْ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَأَبْدِلْهُمْ بِي شَرًّا مِّنِّيْ))

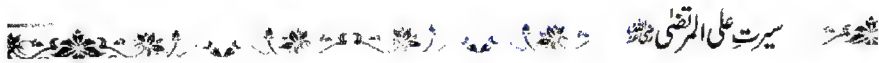
''اے اللہ! میں نے انھیں اکتا دیا اور انھوں نے مجھے اکتا دیا ہے، لہٰذا تو مجھے ان کے بدلے ان سے اچھے لوگ عطا فرما اور انھیں میری جگہ کوئی برا حاکم عطا فرما۔''

عبیداللہ بن ابی رافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''پھر اسی دن آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر (تلوار کے) وار کر دیے گئے۔'' [تاريخ دمشق : ٤٢/ ٥٣٤، وإسناده حسن لذاته، نعيم بن حماد صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر عليه، وثقه الجمهور]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنی شہادت کا علم تھا

بعض احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلٰى حِرَاءٍ هُوَ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعَلِيٌّ وَعُثْمَانُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ، فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اهْدَأْ، فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدٌ)) [مسلم، كتاب فضائل الصحابة رضي الله عنهم، باب من فضائل طلحة ...... الخ : ٢٤١٧]



"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حراء پہاڑ پر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدنا ابوبکر، عمر، علی، عثمان، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے تو اچانک وہ پہاڑ ہلنے لگا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ٹھہر جا! تیرے اوپر (اس وقت) صرف نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے۔"

ابو طفیل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اپنی بیعت کرنے کی دعوت دی تو عبدالرحمن بن ملجم المرادی بھی (بیعت کے لیے) حاضر ہوا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے دو مرتبہ واپس کیا، وہ پھر آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((مَا يَحْبِسُ أَشْقَاهَا، لَتُخْضَبَنَّ أَوْ لَتُصْبَغَنَّ هٰذِهِ مِنْ هٰذَا ، يَعْنِي لِحْيَتَهُ مِنْ رَأْسِهِ))

"یہ بدبخت میرے بارے میں کس چیز کا منتظر ہے، یہ ضرور بالضرور اس سے رنگی جائے گی۔" یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ڈاڑھی ان کے سر (کے خون) سے رنگی جائے گی۔"

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے بطور تمثیل یہ شعر پڑھا ؎

أُشْدُدْ حَيَازِيمَكَ لِلْمَوْتِ فَإِنَّ الْمَوْتَ آتِيكَ
وَلَا تَجْزَعْ مِنَ الْقَتْلِ إِذَا حَلَّ بِوَادِيكَ

"موت کے استقبال کی تیاری کر لو، وہ تم تک پہنچنے والی ہے۔ موت سے نہ گھبراؤ، جب اس نے تمھارے صحن میں قدم رکھ دیا ہے۔" [الطبقات الکبریٰ لابن سعد : ۳/ ۲٤، وإسناده صحيح۔ شرح مشكل الآثار : ۲/ ۲۸۵، تحت ح: ۸۱۱۔ المعجم الكبير للطبراني : ۱/ ۱۰۵، ح : ۱٦۹، تاريخ دمشق : ٤۲/ ٥٤٥۔ مقتل علي رضي الله عنه لابن أبي الدنيا: ۱/ ۱۰، ح : ۳٦]

ابو سنان الدؤلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیماری میں ان کی عیادت کے لیے ان کے پاس گیا، تو میں نے انھیں کہا: "اے امیر المومنین! ہم آپ کی اس تکلیف

کی وجہ سے (آپ کے بارے میں) ڈر رہے ہیں، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«لٰكِنِّيْ وَاللّٰهِ ! مَا تَخَوَّفْتُ عَلٰى نَفْسِي مِنْهُ، لِأَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ يَقُوْلُ إِنَّكَ سَتُضْرَبُ ضَرْبَةً هَاهُنَا وَضَرْبَةً هَاهُنَا، وَأَشَارَ إِلٰى صُدْغَيْهِ، فَيَسِيْلُ دَمُهَا حَتّٰى تَخْتَضِبَ لِحْيَتَكَ، وَ يَكُوْنُ صَاحِبُهَا أَشْقَاهَا كَمَا كَانَ عَاقِرُ النَّاقَةِ أَشْقٰى ثَمُوْدَ» [مستدرك حاكم : ۳/۱۱۳، ح : ۴۵۹۰، و إسناده حسن لذاته۔ السنن الكبرٰى للبيهقي : ۸/۱۰۳ ، ح : ۱۶۰۶۹، والنسخة الأخرٰى: ۸/۵۸، ۵۹۔ الآحاد و المثاني لابن أبي عاصم : ۱/۱۴۶، ح : ۱۷۔ المعجم الكبير للطبراني : ۱/۱۰۶ ، ح : ۱۷۳۔ عبد الله بن صالح صدوق حسن الحديث إذا روى عنه أهل الحذق و عثمان بن سعيد الدارمي من أهل الحذق من أئمة الجرح والتعديل]

''لیکن اللہ کی قسم! مجھے اس (بیماری یا اس تکلیف) سے اپنے بارے میں کوئی ڈر نہیں ہے، اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو صادق و مصدوق ہیں، وہ فرما رہے تھے: ''عنقریب تمھیں تلوار کی ایک ضرب یہاں لگائی جائے گی اور ایک یہاں۔'' اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں کنپٹیوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ''اس جگہ سے بہنے والا خون تمھاری ڈاڑھی کو رنگ دے گا اور حملہ کرنے والا اسی طرح سب سے بڑا بد بخت ہوگا جس طرح اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا قوم ثمود میں سے سب سے بڑا بد بخت تھا۔''

ثقہ و متقن تابعی ابو عمرو عامر بن شراحیل الشعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نماز فجر کے لیے آئے تو عبدالرحمٰن بن ملجم اور شبیب الاشجعی ان پر وار کرنے کے لیے چھپ کر بیٹھے تھے۔ شبیب نے ان پر تلوار کا وار کیا تو وہ خطا گیا اور اس کی تلوار دیوار میں جا لگی، پھر کندہ کے دروازوں کی طرف اس کا محاصرہ کر لیا گیا اور لوگ کہنے لگے کہ تلوار والے

کو پکڑو، تو اس نے پکڑے جانے کے ڈر سے تلوار پھینک دی اور لوگوں میں گھس گیا۔ جب کہ ابن ملجم نے ان کے سر پر تلوار کا وار کیا، پھر اسے باب الفیل کی طرف گھیر لیا گیا، اسے عریض حضرمی یا عویض حضرمی نے جا لیا اور اسے پکڑ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کر دیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((إِنْ أَنَا مِتُّ فَاقْتُلُوْهُ إِنْ شِئْتُمْ أَوْ دَعُوْهُ وَإِنْ أَنَا نَجَوْتُ كَانَ الْقِصَاصُ)) [مصنف ابن أبي شيبة : ۷/ ۴۴۳، ۴۴۴، ح : ۳۷۰۹۷، و إسناده حسن لذاته]

''اگر میں مر جاؤں تو تم چاہو تو اسے قتل کر دینا اور چاہو تو چھوڑ دینا اور اگر میں زندہ بچ گیا تو پھر قصاص ہوگا۔''

ثقہ وصدوق تابعی اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدّی الکبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی کو قبیلہ تیم الرباب کی ایک خارجی عورت سے عشق ہو گیا، جس کا نام قطام تھا۔ اس نے (اس شرط پر کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شہید کرے گا) اس عورت سے نکاح کر لیا اور تین ہزار درہم حق مہر دیا۔ پھر (حسب پروگرام) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ اس بارے میں فرزدق شاعر کہتا ہے ؎

فَلَمْ أَرَ مَهْرًا سَاقَهُ ذُوْ سَمَاحَةٍ
كَمَهْرِ قَطَامٍ بَيْنَ غَيْرِ مُعْجَمِ
ثَلَاثَةُ آلَافٍ وَعَبْدٌ وَقَيْنَةٌ
وَضَرْبُ عَلِيٍّ بِالْحُسَامِ الْمُصَمَّمِ
فَلَا مَهْرَ أَغْلَى مِنْ عَلِيٍّ وَإِنْ غَلَا
وَلَا فَتْكَ إِلَّا دُوْنَ فَتْكِ ابْنِ مُلْجَمِ

''میں نے عربوں میں قطام کے مہر سے زیادہ قیمتی مہر کسی کا نہیں دیکھا۔ تین ہزار

درہم، ایک غلام، ایک لونڈی اور قاطع تلوار کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قتل۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قتل سے بڑھ کر کوئی بھی مہر مہنگا نہیں چاہے وہ جس قدر بھی زیادہ ہو اور کوئی قتل ابن ملجم کے قتل سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔" [مستدرك حاكم : ۱۴۳/۳، ۱۴۴، ح : ۴۶۹۰، وإسنادۂ حسن لذاته إلى السُّدّي الكبير]



سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

ثقہ وصدوق محدث خلیفہ بن خیاط رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ۴۰ ہجری ۲۴ رمضان المبارک جمعہ کے دن صبح کے وقت کوفہ میں عبدالرحمٰن بن ملجم نے شہید کیا اور ان کے بیٹے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ان کا جنازہ پڑھایا۔'' [الطبقات لخليفة بن خياط : ۱/ ۳۰]

ثقہ ومتقن محدث امام الجرح والتعدیل امام احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی نے شہید کیا اور عبدالرحمٰن ابن ملجم کو سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے واصل جہنم کیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت کوفہ میں ایک نامعلوم مقام پر دفن کیا گیا۔'' [معرفة الثقات للعجلي : ۲/ ۱۵۵، ت: ۱۳۰۲]

ثقہ ومتقن امام لیث بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عبدالرحمٰن بن ملجم نے زہر آلود تلوار کے ساتھ صبح کی نماز میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سر پر وار کیا (جب وہ نماز کے لیے آ رہے تھے)، جس سے آپ رضی اللہ عنہ اسی دن شہید ہو گئے، تو انھیں کوفہ ہی میں رات کے وقت دفنا دیا گیا۔''

[معجم الصحابة للبغوي : ۴/ ۳۶۷، وإسناده صحيح]

امام جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''(شہادت کے وقت) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عمر پینسٹھ (۶۵) سال تھی۔'' [تاريخ دمشق : ۴۲/ ۵۷۴، وإسناده صحيح]

صدوق حسن الحدیث راوی اسماعیل بن راشد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ ۴۰ ہجری رمضان المبارک کے مہینے میں شہید کیے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو سیدنا حسن، حسین اور عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہم نے غسل دیا اور تین کپڑوں میں آپ رضی اللہ عنہ کو کفن دیا گیا جس میں قمیص نہیں تھی

اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے نو تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی۔'' [معرفة الصحابة لأبي نعيم : ۸۳/۱ ، ح : ۳۲٦، وإسناده حسن لذاته إلى إسماعيل بن راشد وهو من اتباع التابعين، انظر الثقات لابن حبان: ۳٤/٦۔ المعجم الكبير للطبراني : ۹۷/۱ ، ح : ۱٦۸]

ثقہ وصدوق حسن الحدیث راوی عوانہ بن الحکم (المتوفی ۱۵۸ھ) فرماتے ہیں:

((إِنَّ ثَلَاثَةً تَبَايَعُوْا عَلٰى قَتْلِ عَلِيٍّ وَ مُعَاوِيَةَ وَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، فَخَرَجَ إِلٰى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَ آخَرَ إِلٰى مُعَاوِيَةَ يُقَالُ لَهُ الْبَرْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ مِنْ بَنِيْ سَعْدٍ ثُمَّ مِنْ بَنِيْ صُرَيْمٍ وَ آخَرُ إِلٰى عَلِيٍّ وَهُوَ ابْنُ مُلْجَمٍ، فَجَاءَ ابْنُ مُلْجَمٍ إِلَى الْكُوْفَةِ فَخَطَبَ قَطَامَ وَ كَانَتْ مِنْ بَنِي التَّيْمِ وَكَانَتْ تَرَى رَأْيَ الْمُحَكِّمَةِ، فَقَالَتْ لَا وَاللّٰهِ! لَا أَتَزَوَّجُكَ إِلَّا عَلٰى ثَلَاثَةِ آلَافٍ وَ قَتْلِ عَلِيٍّ، فَأَعْطَاهَا ذٰلِكَ وَبَنٰى بِهَا))

[مقتل أمير المؤمنين علي بن أبي طالب عليه السلام لابن أبي الدنيا، ح: ۱۸، و إسناده صحيح إلى عوانة بن الحكم]

''تین (بدبخت) آدمیوں نے آپس میں اس بات پر پختہ معاہدہ کیا کہ وہ سیدنا علی، سیدنا معاویہ اور سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کو قتل کریں گے۔ ان (بدبختوں) میں سے ایک سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے نکلا، بنو صریم کی شاخ بنو سعد اور اس کی شاخ بنو تمیم میں سے ایک آدمی برک بن عبداللہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے نکلا اور (بدبخت) عبدالرحمٰن بن ملجم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے لیے کوفہ آیا۔ یہاں آ کر اس نے خارجیوں کی رائے کے موافق رائے رکھنے والی ایک عورت قطام کو نکاح کا پیغام دیا، اس کا تعلق بنو تیم سے تھا۔ اس (خبیثہ) عورت نے (ابن ملجم سے) کہا: ''اللہ کی قسم! میں تجھ سے اس وقت تک شادی نہیں کروں گی جب تک تو مجھے تین ہزار (درہم) حق مہر نہ دے اور جب تک تو (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) کو قتل نہ کر دے۔'' تو ابن ملجم (خبیث) نے اسے یہ

مہر ادا کیا اور اس کے ساتھ شادی کی (اور پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا)۔"

ثقہ تابعی زحر بن قیس الکوفی الجعفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَمَّا كَانَ غَدَاةَ أُصِيْبَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَكِبْتُ مَطِيَّتِي وَ مَضَيْتُ نَحْوَ الْمَدَائِنِ فَلَمَّا كُنْتُ قَرِيْبًا مِنْهَا تَلَقَّانِي أَهْلُهَا فَقَالُوْا مِنْ أَيْنَ أَقْبَلَ الرَّجُلُ؟ فَقُلْتُ مِنَ الْكُوْفَةِ، قَالُوْا وَمَا الْخَبَرُ؟ قُلْتُ جُرِحَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ بِصَلَاةِ الْغَدَاةِ فَتَلَقَّاهُ رَجُلَانِ فَضَرَبَهُ أَحَدُهُمَا فَأَخْطَأَهُ وَضَرَبَهُ الْآخَرُ فَأَصَابَهُ بِشَجَّةٍ، قَدْ يَمُوْتُ الرَّجُلُ مِمَّا هُوَ أَدْنَى مِنْهَا وَيَعِيْشُ مِمَّا هُوَ أَكْثَرُ مِنْهَا، فَتَمَارَوْا فِيْمَا بَيْنَهُمْ فَقَالُوْا وَاللّٰهِ! لَوْ جِئْتَنَا بِدِمَاغِهِ فِي سِتِّيْنَ صُرَّةٍ لَعَلِمْنَا أَنَّهُ لَا يَمُوْتُ حَتّٰى يَسُوْقَ الْعَرَبَ بِعَصَاهُ، قَالَ فَدَخَلْتُ الْمَدَائِنَ فَمَكَثْتُ فِي بَعْضِ بُيُوْتِهَا حَتّٰى جَاءَ كِتَابُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَيْكُمْ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، قَالَ كَانَ اللَّذَانِ ضَرَبَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُلْجِمٍ الْمُرَادِيُّ وَشَبِيْبُ بْنُ بُجْرَةَ الْأَشْجَعِيُّ، ضَرَبَهُ شَبِيْبٌ فَأَخْطَأَهُ وَ ضَرَبَهُ ابْنُ مُلْجَمٍ عَلٰى رَأْسِهِ فَقَتَلَهُ، وَكَانَ الَّذِيْ ضَرَبَ مُعَاوِيَةَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي الصُّرَيْمِ يُقَالُ لَهُ الْبَرْكُ وَ أَنَّ مُعَاوِيَةَ حَرَّمَ بَنِي الصُّرَيْمِ أَعْطِيَاتِهِمْ حَيَاتَهُ)) [مقتل أمير المؤمنين علي بن أبي طالب عليه السلام لابن أبي الدنيا: ۱/ ۸۱-۸۳، ح: ۹۶، و إسناده صحيح و زحر بن قيس قال العجلي " تابعي ثقة من كبار التابعين" (معرفة الثقات، ت: ۴۵۷)، و قال الخطيب البغدادي "تابعي ثقة" (بغية الطلب في تاريخ حلب: ۸/ ۳۷۸۶، و إسناده صحيح)، و ذكره ابن حبان في الثقات: ۴/ ۲۷۰، ت: ۲۸۶۵]

''جس صبح سیدنا علی علیہ السلام پر قاتلانہ حملہ کیا گیا اس صبح میں نے اپنی سواری کا زین کسا اور مدائن کی طرف رختِ سفر باندھا۔ جب میں شہر کے قریب پہنچا تو وہاں کے باشندے مجھ سے ملے اور پوچھنے لگے: ''آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟'' میں نے عرض کی: ''کوفہ سے۔'' انھوں نے پھر پوچھا: ''وہاں کی کیا خبر ہے؟'' میں نے کہا: ''آج صبح کی نماز میں امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا ہے، دو شخص (بغرض حملہ) ان کے پاس آئے تھے، ان میں سے ایک نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر وار کیا لیکن اس کا وار خطا گیا جبکہ دوسرے نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سر پر وار کیا ہے، تو کبھی کبھار آدمی اس سے کم زخم کی وجہ سے مر جاتا ہے اور کبھی کبھار اس سے بھی شدید زخمی شخص بچ جاتا ہے۔'' پھر ان لوگوں نے آپس میں سرگوشی کی اور کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! اگر تم ان کے دماغ کو مختلف ساٹھ (۶۰) تھیلوں میں بھی لے آؤ تو بھی ہمیں یقین ہے کہ وہ اس وقت تک نہیں مریں گے جب تک کہ عرب کو اپنی لاٹھی کے ساتھ ہانک نہ لیں۔'' زحر بن قیس رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''(اس بات چیت کے بعد) میں مدائن میں داخل ہو گیا اور وہاں میں بعض گھروں میں رہائش پذیر ہو گیا، یہاں تک کہ سیدنا حسن بن علی علیہما السلام کے خلیفہ مقرر ہونے کا خط وہاں آیا، جس کا مضمون یوں تھا: ''اللہ سے ڈرو اور سمع وطاعت کو لازم پکڑو۔'' زحر بن قیس مزید کہتے ہیں: ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے والے عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی اور شبیب بن بجرہ الاشجعی تھے، شبیب الاشجعی نے حملہ کیا لیکن اس کا وار خطا گیا اور عبدالرحمٰن بن ملجم (خبیث) نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سر پر وار کر کے انھیں شہید کر دیا اور بنو صُریم کے برک نامی (بدبخت) شخص نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر وار کیا اور پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے زندگی بھر بنو صُریم قبیلہ کو ان کے عطیات سے محروم رکھا۔''

صحابہ کرام اور سلف صالحین کا خراج تحسین

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«لَقَدْ أُوْتِيَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ثَلَاثَ خِصَالٍ لَأَنْ تَكُوْنَ لِيْ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ : زَوَّجَهُ ابْنَتَهُ فَوَلَدَتْ لَهُ وَسَدَّ الْأَبْوَابَ إِلَّا بَابَهُ وَأَعْطَاهُ الْحَرْبَةَ يَوْمَ خَيْبَرَ» [مصنف ابن أبي شيبة : ٦/ ٣٧٢، ح : ٣٢٠٩٠، و إسناده حسن لذاته۔ هشام بن سعد صدوق حسن الحديث في غير ما أنكر عليه وثقه الجمهور۔ تاريخ دمشق: ٤٢/ ١٢٠]

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تین ایسے اعزاز عطا کیے گئے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی مجھے مل جاتا تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہوتا۔ (پہلا یہ کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا اور پھر ان سے اولاد بھی ہوئی۔ (دوسرا یہ کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسجد میں) ان کے دروازے کے علاوہ باقی تمام دروازے بند کروا دیے اور (تیسرا یہ کہ) غزوۂ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں "حربہ" (نیزہ) عطا فرمایا۔"

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

عمر بن أسید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

«كُنَّا نَقُوْلُ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : رَسُوْلُ اللّٰهِ خَيْرُ النَّاسِ، ثُمَّ أَبُوْ بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، وَلَقَدْ أُوْتِيَ ابْنُ أَبِيْ طَالِبٍ ثَلَاثَ خِصَالٍ، لَئِنْ تَكُنْ لِيْ وَاحِدَةٌ مِنْهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، زَوَّجَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَتَهُ وَوَلَدَتْ لَهُ، وَسُدَّتِ الْأَبْوَابُ إِلَّا بَابَهُ فِي الْمَسْجِدِ، وَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ يَوْمَ خَيْبَرَ» [فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل : ۲/ ٥٦٧، ح : ٩٥٥، وإسناده حسن لذاته]

''نبی ﷺ کے زمانے میں ہم کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے بہتر و افضل ہیں، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور پھر عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تین ایسے اعزاز عطا کیے گئے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی مجھے مل جائے تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ (وہ یہ کہ) رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کیا اور پھر (ان سے) ان کی اولاد بھی ہوئی، ان کے دروازے کے علاوہ مسجد کی طرف کھلنے والے باقی سب دروازوں کو بند کر دیا گیا اور غزوۂ خیبر کے دن انھیں جھنڈا عطا فرمایا۔''

سعد بن عبیدہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا اور ان سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھنے لگا، تو انھوں نے ان کے اچھے اعمال کا ذکر کیا، پھر فرمایا: ''شاید تمھیں یہ بات اچھی نہیں لگی؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''اللہ تیری ناک خاک آلود کرے۔'' پھر اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے بھی اچھے اعمال کا ذکر کیا اور فرمایا: ''یہ وہ ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے گھروں کے درمیان ان کا گھر ہے۔'' پھر فرمایا: ''شاید تمھیں یہ بات اچھی نہیں لگی؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں!'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«فَأَرْغَمَ اللّٰهُ بِأَنْفِكَ، انْطَلِقْ فَاجْهَدْ عَلَيَّ جَهْدَكَ» [بخاري، كتاب

فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب علي بن أبي طالب القرشي الهاشمي أبي الحسن رضي الله عنه : ۳۷۰٤]

''اللہ تجھے رسوا کرے، جا نکل جا اور میرے خلاف جو تو کرنا چاہتا ہے کر لے۔''

سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

((وَاللّٰهِ ! إِنِّيْ لَأَعْلَمُ أَنَّ عَلِيًّا أَفْضَلُ مِنِّيْ وَأَنَّهُ لَأَحَقُّ بِالْأَمْرِ مِنِّيْ))

[تاریخ دمشق : ٥٩/ ۱۳۲، و إسناده حسن لذاته]

''اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ مجھ سے زیادہ فضیلت اور مقام و مرتبے والے ہیں اور وہ مجھ سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں۔''

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم کے بارے میں فرماتے ہیں:

((أَرَاهُمُ السَّبِيْلَ، وَ أَقَامَ لَهُمُ الدِّيْنَ إِذَا اعْوَجَّ)) [مصنف ابن أبي شيبة : ٦/ ۳۷٤، ح : ۳۲۱۲۹، و إسناده حسن لذاته، ورواية أبي بكر ابن أبي شيبة عن خلف بن خليفة في الصحيح لمسلم]

''انھوں نے لوگوں کو صراط مستقیم دکھایا اور ان کے لیے دین کو قائم اور سیدھا کیا جب وہ ٹیڑھا ہوا۔''

سیدنا ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنے تاثرات یوں بیان کیے:

((لَقَدْ جَاءَ فِيْ عَلِيٍّ مِنَ الْمَنَاقِبِ مَا لَوْ أَنَّ مَنْقَبًا مِنْهَا قُسِمَ بَيْنَ النَّاسِ لَأَوْسَعَهُمْ خَيْرًا)) [مصنف ابن أبي شيبة : ٦/٣٧٣، ح: ۳۲۱۲۸، و إسناده صحيح، و فطر بريئ من التدليس]

''یقیناً سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ایسے مناقب ہیں کہ اگر ان میں سے صرف ایک منقب ہی لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے تو وہ بلحاظ خیر ان سب کو کافی ہو جائے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّ أَفْضَلَ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ » [فضائل الصحابة للإمام أحمد ابن حنبل : ٦٠٢/٢، ح: ١٠٣٣، و إسناده صحيح]

''ہم یہ بات کیا کرتے تھے کہ (خلفائے ثلاثہ کے بعد) تمام اہل مدینہ میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ فضیلت والے ہیں۔''

عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رحمہ اللہ

ثقہ تابعی عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« لَمْ يَرْزَأْ عَلِيٌّ مِنْ بَيْتِ مَالِنَا حَتّٰى فَارَقَنَا إِلَّا جُبَّةً مَحْشُوَّةً وَخَمِيْصَةً دَرَابَجَرْدِيَّةً » [مصنف ابن أبي شيبة : ٤٤٣/٧، ح : ٣٧٠٩٥، و إسناده صحيح۔ الأموال لابن زنجويه: ٦٠٧/٢، ح:١٠٠١]

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے (یعنی مسلمانوں کے) بیت المال میں سے کبھی کچھ نہیں لیا تھا، یہاں تک آپ ہم سے جدا ہو گئے (یعنی شہید ہو گئے) سوائے روئی کے بنے ہوئے ایک جبہ اور درابجردیہ کی بنی ہوئی ایک چادر کے۔''

ابورجاء عطاردی رحمہ اللہ

قرہ بن خالد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابورجاء عطاردی رحمہ اللہ سے سنا، وہ فرما رہے تھے:

«لَا تَسُبُّوْا عَلِيًّا وَلَا أَهْلَ هٰذَا الْبَيْتِ، فَإِنَّ جَارًا لَنَا مِنْ بَلْهُجَيْمٍ قَالَ

أَلَمْ تَرَوْا إِلَىٰ هٰذَا الْفَاسِقِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ قَتَلَهُ اللّٰهُ، فَرَمَاهُ اللّٰهُ بِكَوْكَبَيْنِ فِيْ عَيْنَيْهِ، فَطَمَسَ اللّٰهُ بَصَرَهُ)) [المعجم الكبير للطبراني : ١١٢/٣، ح : ٢٨٣٠، وإسناده صحيح]

''تم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالی نہ دینا اور نہ ان کے گھر والوں کو، اس لیے کہ بلہجیم کے ہمارے ایک پڑوسی نے کہا: ''کیا تم نے اس فاسق حسین بن علی (رضی اللہ عنہما) کو نہیں دیکھا، اللہ اسے برباد کرے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں پر دو پتھر پھینکے جس سے اس کی بینائی ختم ہوگئی۔''

یادداشت



دار الاندلس

4-لیک روڈ چوبرجی لاہور
+92-42-37230549

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
+92-42-37242314

بالمقابل سفاری پارک گلشن اقبال کراچی
+92-21-34835502

Head Office : Cell + 92-322-4006412 Email: dar_ul_andlus@yahoo.com

